ان من البیان لسحرا (الحدیث)

خطبات حکیم العصر

افادات

حکیم العصر، محدث دوران
ولی کامل، مخدوم العلماء

حضرت اقدس

مولانا عبد المجید لدھیانوی صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم
کہروڑ پکا ضلع لودھراں

جلد یازدہم

ترتیب: استاذ العلماء
حضرۃ مولانا مفتی ظفر اقبال مدظلہ
ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ باب العلوم

ضابطہ

نام کتاب: خطبات حکیم العصر (جلد نمبر ۱۱)

خطیب: حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

اہتمام: استاذ العلماء مفتی ظفر اقبال مدظلہ

تصحیح: مفتی صہیب ظفر

کمپوزنگ: مولوی صہیب محمود مسہ کوئی و مفتی محمد حامد علی

تعداد: 1100

اشاعت اول: اکتوبر 2011

ناشر

مکتبہ شیخ لدھیانوی باب العلوم کہروڑپکا ضلع لودھراں

فون 0300-6804071 : 0300-6342796

حکیم العصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے

علمی خطبات کا حسین مجموعہ

خطبات حکیم العصر

جلد ۱۱

مکتبہ شیخ لدھیانوی

باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں

إِيَّاكَ نَعْبُدُ
وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ
اے پروردگار ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں
اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ (سورۃ الفاتحۃ آیت ۴)

انتساب

شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت اقدس

مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

اجمالی فہرست

فہرست مضامین

علامت ایمان

تزکیہ وتصوف

اہل اللہ کی تحقیر کا انجام

حاملین قرآن کا مقام

خوابوں کی حقیقت اور علماء دیوبند کا مقام

دینی و دنیاوی تعلیم میں فرق

اولیاء کی گستاخی کی سزا

اللہ اکبر کی قوت

اولیاء کی گستاخی اور عذاب الٰہی

دولت قرآن

شرور سے حفاظت

صحبت اولیاء

اللہ اور اللہ کے رسول کی معرفت کا طریقہ

محبت الٰہی کی علامت

اللہ کے محبوب بندے

فقہاء اور محدثین کا مقام

تصحیح نیت کی اہمیت

جہاد ایک اہم فریضہ

پیش لفظ

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت استاذیم حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے علمی اور تحقیقی مواعظ کو "خطبات حکیم العصر" کے نام سے شائع کرنا شروع کیا تھا، جس کی دس جلدیں منظر عام پر آ کر عوام وخواص کی علمی وعملی زندگی کا حصہ بن چکی ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے "خطبات حکیم العصر" کی گیارہویں جلد پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، اس مجموعہ میں علامت ایمان، تزکیہ وتصوف، اہل اللہ کی تحقیر کا انجام، حاملین قرآن کا مقام، خوابوں کی حقیقت اور علماء دیوبند کا مقام، دینی ودنیاوی تعلیم میں فرق، اللہ اکبر کی قوت، دولت قرآن، صحبت اولیاء، شرور سے حفاظت، فقہاء اور محدثین کا مقام اور جہاد ایک اہم فریضہ جیسے اہم موضوعات شامل اشاعت ہیں، ان میں سے کچھ بیانات ختم بخاری شریف اور افتتاح بخاری شریف پر ہوئے، ختم بخاری شریف پر اگرچہ حدیث مبارکہ متعین ہے لیکن حضرت شیخ کی عادت مبارکہ یہ ہے کہ علماء طلباء اور عوام کے مخلوط مجمع میں فنی مباحث پر گفتگو کم فرماتے ہیں، اور عوام کا خیال کرتے ہوئے موقع محل کے مطابق گفتگو زیادہ فرماتے ہیں، تا کہ جہاں طلباء کو فائدہ ہو وہاں عوام بھی اس بیان سے مستفید ہوں۔

اس لئے حضرت شیخ کے بیان میں آپ کو ہر قسم کے مضامین ملیں گے، مثلاً تصوف

وجہاد، استقامت فی الدین، ٹوٹے ہوئے دلوں کو حوصلہ، اور قوم کی موجودہ حالات میں راہنمائی، اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ کے بیانات سے انسان کو حوصلہ ملتا ہے اور قوت عمل میں پختگی آتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس مجموعہ کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرما کر قارئین کے لئے مفید اور بندہ کی نجات اخروی کا سبب بنائیں، اور اس سلسلہ کو مزید آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

مبارکباد کے مستحق ہیں وہ تمام حضرات جنہوں نے کتاب کی اشاعت میں حصہ لیا بالخصوص برخوردار عزیزی مفتی صہیب ظفر سلمہ جو کتاب کو کمپوزنگ اور چھپائی وغیرہ کے مراحل سے گزار کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچانے کا ذریعہ بنے، اللہ تعالیٰ ان حضرات کی محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائیں (آمین)

ابوطلحہ ظفر اقبال غفرلہ

ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا

علامت ایمان

بموقع: سالانہ اجتماع

بمقام: خانقاہ بہلویہ شجاع آباد

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّابَعْدُ! عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ. قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَاالْاِیْمَانُ ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا سَرَّتْکَ حَسَنَتُکَ وَسَاءَ تْکَ سَیِّئَتُکَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ (کتاب الایمان مشکوٰۃ ص۱۶ ج ۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

خانقاہ بہلویہ سے میرا تعلق:

اس خانقاہ (بہلویہ) کے ساتھ میرا کوئی چالیس سال سے تعلق ہے، (قریب بیٹھے حضرت سید جاوید حسین شاہ صاحب نے فرمایا اس سے بھی زیادہ کا ہے) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ کا ہے ہم یہاں حضرت (قطب الارشاد مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کے ہاں آیا کرتے تھے، عجیب وغریب یادیں وابستہ ہیں اپنے اہم اور گھریلو معاملات تک میں مجھ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے، ابھی تھوڑی دیر پہلے ''فاروقیہ'' میں بیٹھا اکیلا ان یادوں کو سوچتا رہا اور آنسو ٹپکاتا رہا۔

حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا طرز درس حدیث:

اس درس حدیث کا سلسلہ بھی حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے چلا آرہا ہے حضرت کے ہاں چونکہ ظہر کے بعد درس حدیث کا سلسلہ ہوتا تھا اور وہ واقعی درس حدیث ہی ہوتا تھا، لمبی چوڑی تقریریں نہیں ہوتی تھیں، اجتماع کے موقع پر مجھ سے نماز جمعہ کے بعد درس حدیث دلواتے تھے اور میری دائیں جانب بیٹھتے تھے جیسے شاہ صاحب کو میں نے اپنی دائیں جانب بیٹھایا ہے اور اس وقت سے مسلسل اجتماع کے موقع پر درس حدیث دیتا چلا آرہا ہوں سوائے پچھلے دو تین سالوں کے کہ نہیں آسکا۔

اس اجتماع میں اہم کام:

آج اس اجتماع کے ساتھ ساتھ ایک اور اہم کام بھی ہو رہا ہے، مولانا عزیز احمد صاحب کی دو پوتیوں کی رخصتی بھی ہو رہی ہے (مگر ایک کی ہوئی) مولانا اشرف شاد مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹوں کے ساتھ، میں ذرا اس موضوع پر بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں مان کوٹ والے بیٹھے ہیں؟ مولانا محمد احمد انور صاحب (جواب آیا جی) بس متوجہ رہیں میری باتوں پر، جو کہنا چاہتا ہوں۔

مولانا محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح اور میری شرکت:

اس بہلوی خاندان سے آپ کا دوسرا رشتہ ہو رہا ہے جب مولانا اشرف رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح اور رخصتی ہوئی تو میں مدعو نہیں تھا میں ملتان آیا ہوا تھا تو مجھے پتہ چلا کہ مولوی اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی آج رخصتی ہے میں نے کہا چلو شرکت کرتے ہیں چنانچہ جب میں یہاں پہنچا تو صرف پانچ منٹ پہلے مولوی اشرف صاحب والے رخصتی لے کر جاچکے تھے۔

حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے میری گفتگو:

حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے افسردہ بیٹھے تھے چونکہ پہلی مرتبہ خاندان سے باہر رشتہ کررہے تھے تو مجھ سے پوچھا کہ مولوی اشرف کیسا آدمی ہے؟ میں نے کہا جی بہت نیک، محنتی، شریف، اچھا مدرس آدمی ہے آپ بے فکر رہیں، آپ کی بیٹی خوش رہے گی تو حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ مجھے فرمانے لگے کہ جی مجھے پتہ ہے کہ یہ باتیں صرف مجھے خوش کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں، میں نے کہا جی ہمارے پاس مولوی اشرف آٹھ سال دارالعلوم کبیر والا میں پڑھے ہیں اس عرصہ میں ان کی کوئی شکایت نہیں ہے بہت اچھے طریقے سے انہوں نے پڑھا ہے اور لائق مدرس ہیں۔

اور ان کا یہ سارا عرصہ میری دارالعلوم کبیر والا میں موجودگی ہی میں گزرا تھا، کہنے کی بات یہ ہے کہ اب مولانا اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ بھی اور وہ بھی اس دنیا سے اپنا وقت پورا کر کے جاچکے ہیں، میں نے اس عرصہ میں کبھی نہیں سنا کہ مولانا اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی زیادتی سامنے آئی ہو اور انہوں نے کبھی کوئی تکلیف پہنچائی ہو، تو اب میں ان کے بیٹوں کو بھی کہوں گا کہ آپ سے بھی کبھی شکایت کا موقع نہیں آنا چاہیے۔

بھانجوں کے لیے ماموں سے متعلق ہدایات:

یہ مولانا عزیز احمد آپ کے ماموں ہیں آپ کی والدہ کے بھائی ہیں ان کا احترام والد کے احترام میں داخل ہے، ہر طرح سے ان کی عزت کریں ان کو بڑا سمجھیں ایک صحابی سے کوئی گناہ ہوگیا تو انہوں نے توبہ کرلی ہوگی، دل کے اطمینان کو حاصل کرنے کیلئے سرور کائنات ﷺ سے درخواست کی کہ ارشاد فرمائیے کہ کس کے ساتھ نیکی کروں؟

آپ ﷺ نے پوچھا کہ آپ کی والدہ ہے؟ عرض کیا کہ نہیں!

آپ ﷺ نے پوچھا کہ خالہ ہے؟ تو عرض کیا کہ جی!

آپ ﷺ نے فرمایا'' الخالة بمنزلة الام '' تو جاؤ خالہ کے ساتھ نیکی کرو تو جو حکم خالہ کا ہے وہی حکم ماموں کا بھی ہے جیسے خالہ والدہ کی بہن ہونے کی وجہ سے ماں کا حکم لیے ہوئے ہے، تو ماموں کا بھی وہی مرتبہ ہے کیونکہ یہ بھی ماں کا بھائی ہے۔

حضور ﷺ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ماموں کہا کرتے تھے، کیونکہ یہ آپ کی والدہ کے قبیلہ بنو زہرہ سے تھے، ہمیشہ ان کا احترام کرتے، آپ ﷺ فرمایا کرتے کہ سعد رضی اللہ عنہ تو میرا ماموں ہے انسان کو چاہیئے کہ اپنے ماموں کی عزت کرے (مشکوۃ ص ۵۷۴ ج ۲)

ایک روایت میں ہے کہ میرے ماموں جیسا کوئی ماموں دکھائے؟ (ترمذی ص ۲۱۶ ج ۲) تو سعد رضی اللہ عنہ کو ماموں اس وجہ سے کہتے تھے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے خاندان سے تھے تو ہر لحاظ سے ماموں کا احترام آپ کے ذمہ ہے خصوصاً آپ خاندان کے بڑے بھی ہیں، اور ان دو رشتوں میں اول تا آخر میری رہنمائی رہی ہے اور میری ہی مشاورت سے ہوا ہے، تو میں نے جیسے کہا مولانا عزیز احمد اور ان کے بیٹے (رشید احمد)

نے مانا ہے اور کہا کہ جیسے استاجی نے کہا ہے ویسے ٹھیک ہے تو ان بچیوں کو خوش رکھنا محمد احمد انور اور ان کے بھائیوں کے ذمہ ہے۔

ماموں کے لیے بھانجوں سے متعلق ہدایات:

جہاں تک دوسرے فریق کا تعلق ہے یہ محمد احمد انور مولانا عزیز احمد کے بھانجے ہیں، ایک مرتبہ چند انصاری صحابہ کرام حضور ﷺ سے خصوصی مشاورت کے لئے آئے، تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کوئی باہر کا آدمی تو نہیں ہے؟ تو عرض کیا گیا کہ ہمارے بھانجے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ " **ابن اخت القوم منھم** " قوم کا بھانجا بھی انہی میں سے ہے، تو یہ بچے آپ کے بھانجے ہیں اور یہ آپ ہی کے بچے ہیں۔

خصوصاً اب ان کے والدین ان کے سر پر نہیں ہیں، تو آپ ان کے بڑے ہیں، خاندان کے بڑے ہیں، آپ ان کے ساتھ وہی سلوک رکھیں جو آپ اپنے بیٹوں کے ساتھ رکھتے ہیں، جیسے اپنے بیٹوں کی غلطیوں سے درگزر کر لیتے ہیں ان سے بھی کوئی غلطی ہو جائے تو درگزر کر لیا کریں یہ بھی درس حدیث کا حصہ ہے۔

اولاد والدین میں سے کسی ایک کی ہم شکل ہوتی ہے:

ان چار بھائیوں، محمد احمد، محمد عمر، محمد ابو بکر، محمد عثمان، میں سے خصوصاً محمد احمد انور کی شکل حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ملتی ہے باقی تین اپنے والد کی شکل پر ہیں چونکہ بچے ماں اور باپ دونوں کی شکلوں میں ہوتے ہیں عموماً جو جس کی شکل میں ہوتا ہے تو اس کی عادات بھی لیتا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہو بہو حضور ﷺ کی شکل میں تھیں تو آپ کی عادات بھی حضور ﷺ والی تھیں **عن عائشة ام المؤمنين مارائيت احد اشبه سمتاودلا وهديابرسول الله ﷺ في قيامها وقعودها من فاطمة بنت رسول الله ﷺ** (" ترمذی فضائل فاطمہ ص ۲۲۶ ج ۲ ") تو میں امید رکھوں گا

کہ آپ (مولانا عزیز احمد) ان بچوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک رکھیں گے، مجھے امید ہے کہ یہ بچے بھی انشاء اللہ ہمیشہ اچھا سلوک کریں گے شکایت کا موقع نہ دیں گے۔

حدیث کی تشریح:

اب اس حدیث کی تشریح جو میں نے تلاوت کی ہے، سوال کرنے والے نے سوال ایمان کی حقیقت کے بارے میں کیا ہے" ماالایمان؟" کہ ایمان کیا چیز ہے؟

تو آپ ﷺ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے اجزاء کیا ہیں؟ کن باتوں کو ماننا ضروری ہے؟ تب جاکے انسان مؤمن بنتا ہے یہ مقصود نہیں تھا، سرور کائنات ﷺ نے جو جواب دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے والے کا مقصد یہ تھا کہ ایمان کی پہچان کیا ہے؟

مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ میرے دل میں ایمان ہے کہ نہیں؟ اور یہ بہت اہم سوال ہے، یا رسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ ہمارے اندر ایمان ہے کہ نہیں؟ ہم کیسے پہچانیں؟ تو یہ ایمان کی پہچان پوچھنی مقصود ہے کہ ہم اگر جاننا چاہیں کہ ہمارے اندر ایمان ہے یا نہیں تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ یہ بہت اہم سوال ہے، اس کی ضرورت آپ کو بھی ہے مجھے بھی ہے، تو کسی شخص نے پوچھا کہ ہمارے دل میں ایمان ہے بھی کہ نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اذا سرتك حسنتك وساء تك سيئتك فانت مؤمن" جب تیری نیکی تجھے خوش کرے اور تیرا گناہ تجھے غم میں ڈالے تو سمجھ لینا کہ تو مؤمن ہے، یہ علامت آگئی۔

یعنی نیکی اور بدی کے دونوں قسم کے سلسلے ہیں ایک عام آدمی کو بھی معلوم ہے کہ

- نماز پڑھنا اچھا کام ہے۔
- چوری کرنا، جیب کاٹنا برا کام ہے۔

- جوا کھیلنا بُرا کام ہے۔
- جھوٹ بولنا بُرا کام ہے۔

آپ جانتے ہیں چوری ہے، بدمعاشی ہے، شراب خوری ہے، جوا ہے کتنے گناہ ہیں ظلم وستم کسی کی جان، کسی کے مال پر یہ سب کو پتہ ہے کہ برا کام ہے اور نیکی آپ کو بھی معلوم ہے کہ نماز پڑھنا نیکی ہے، غریب پروری کسی کی خدمت نیکی ہے، یہ بھی آپ کو معلوم ہے اب اگر آپ سے کوئی نیکی کا کام ہوجائے تو آپ کی طبیعت خوش ہوجائے، آپ کے دل میں بشاشت آجائے کہ میں نے یہ نیکی کا کام کرلیا ہے اور اگر آپ سے کوئی گناہ ہوگیا تو آپ کے اوپر غم طاری ہوجائے کہ مجھ سے یہ کام کیوں ہوگیا ''ساء تلك سيئتك'' تو پھر یہ ہے ایمان کی علامت کہ تمہارے دل میں ایمان ہے۔

حس ظاہری وباطنی:

اس کو ذرا سمجھا دوں ایک مثال کے ساتھ، کہ اللہ تعالٰی نے انسان میں ایک ظاہری حس رکھی ہے، ایک باطنی حس رکھی ہے، مثال کے طور پر ہم اپنی زبان کے ساتھ کوئی چیز چکھتے ہیں تو اگر کڑوی چیز کو کڑوی سمجھتے ہیں اور میٹھی چیز کو میٹھی سمجھتے ہیں تو آپ کی زبان کی حس ٹھیک ہے لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کو سانپ کاٹ جائے تو اگر زہر بدن میں چڑھ جائے تو اس کو نیم کے پتے کھلا دو تو میٹھے لگیں گے۔

ہیں کڑوے یہ آک جو ہے اسکے پتے کتنے کڑوے ہوتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ سانپ کا کاٹا اس کو کھائے تو اس کو کڑوے نہیں لگتے تو کڑوی چیز کڑوی نہ لگے میٹھی چیز میٹھی نہ لگے تو آپ جانتے ہیں کہ یہ زبان کی حس کے خراب ہونے کی علامت ہے تو پھر آپ حکیموں کے پاس جاتے ہیں، ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں کہ حکیم صاحب! ڈاکٹر صاحب! میرا منہ خراب ہے تو پھر وہ آپ کو دوائی دے گا جس کے ساتھ آپ کا

مزاج ٹھیک ہوجائے گا آپ کی حس بھی ٹھیک ہوجائے گی بالکل اسی طریقے سے ہمارے باطن میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک حس رکھی ہے تو ایمان جب دل میں اترتا ہے تو یوں سمجھو کہ دل کی حس ٹھیک ہوجاتی ہے۔

اگر نیکی کی توفیق ہوجائے اور دل میں خوشی آجائے کہ ہم سے یہ نیکی ہوگئی اور اگر کوئی گناہ سرزد ہوگیا تو دل کے اوپر غم طاری ہوجائے جیسے کوئی کڑوی چیز غلطی کے ساتھ منہ میں ڈال لی تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ آپ کے دل کی حس ٹھیک ہے ابھی بیٹھ کر آپ خود اپنے اندر غور کریں گے تو سمجھنا بہت آسان ہوجائے گا نیکی کر کے دل کا خوش نہ ہونا اور برائی کر کے دل کا خوش ہونا یہ آپ کی باطنی حس کے بگڑنے کی علامت ہے۔

اور اگر ایسا ہوجائے کہ گناہ سے خوش ہو سینما میں دوتین گھنٹے بیٹھا رہے تو بڑی خوشی اور بشاشت کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے اور اگر مسجد میں آجائے تو پانچ منٹ بیٹھنا بڑا مشکل ہے یعنی نیکی سے طبیعت میں انقباض آتا ہے اور برائی کی طرف طبیعت رغبت کرتی ہے تو فکر کرنی چاہئے کہ ہمارے باطن کی حس خراب ہوگئی ہے یہ علامت ہے اس بات کی کہ باطن کی حس ٹھیک نہیں رہی۔

علامت ایمان:

تو نیکی کر کے خوشی ہو اور برائی کر کے انسان کے اوپر غمی کی کیفیت طاری ہو جائے تو یہ علامت ہے کہ آپ کے باطن کی حس ٹھیک ہے اس لیے سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جب تیری نیکی تجھے خوش کردے اور تیرا گناہ تجھے غم میں ڈال دے یہ علامت ہے اس بات کی کہ تم مؤمن ہو۔

دعا:

اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق دے اور آپ حضرات کو بھی توفیق دے کہ ہم دنیا کے اندر ایمان کی دولت کو حاصل کریں، اور ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور آخر میں جاتے ہوئے ہم اپنے ایمان کو محفوظ لے کر جائیں۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تزکیہ وتصوف

بمقام: خالد بن ولید دہاڑی

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّابَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ،بِسْمِ اللّٰهِ الرحمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ الخ(سورة الجمعة آیت۲)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

مناصب نبوت:

سرور کائنات ﷺ کا تذکرہ قرآن کریم میں اس عنوان سے چار جگہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے مناصب نبوت کا تذکرہ کیا جس میں یتلو علیھم الکتاب بھی ہے اور یعلمھم الکتاب والحکمۃ بھی ہے اور ویزکیھم بھی ہے۔

تلاوت کتاب، تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ یہ سرور کائنات ﷺ کے مناصب نبوت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، آپ ﷺ نے یہ تینوں کام ہی علی وجہ الکمال ادا فرمائے ہیں اور پھر یہ وارثت نبوت آگے منتقل ہوئی اور آگے پھر یہ شعبے تقسیم ہوگئے۔

امت میں مناصب نبوت کی تقسیم:

بالاختصار عرض کرتا ہوں (کسی وقت طبیعت ٹھیک ہوئی تو انشاء اللہ بیان کروں گا آنا جانا تو ہوتا ہی ہے ورنہ ختم بخاری پر زندہ رہے تو انشاء اللہ العزیز اس وقت اللہ توفیق دے گا آج صبح ہی سے طبیعت اکھڑی ہوئی ہے اور سنبھل نہیں رہی) اور پھر یہ امت میں تقسیم ہوگئے، تلاوت کتاب کن لوگوں کے حصے میں آئی؟ قرآن کریم کے الفاظ کی تلاوت یہ قرآء اور حفاظ کے حصے میں آئی، قراء اور حفاظ رسول اللہ ﷺ کی اس وراثت کو سنبھالے ہوئے ہیں، الفاظ کتاب کے، تلاوت کے جو بھی اصول ہیں ان پر مستقل کتابیں بھی ہیں رسول اللہ ﷺ کے طرز قرأت، تلاوت کتاب کے مختلف انداز لب ولہجے کے مختلف انداز، جس کو آپ شعبہء تجوید وقرأت کہہ سکتے ہیں۔

اس کے اوپر بھی مستقل کتابیں اور کتب خانے مرتب ہیں، اور بہت سارے حضرات ایسے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا مشن وکام اسی کو بنایا ہے، قرآن کریم کے الفاظ کی تلاوت، مختلف قرأت کے ساتھ اور تجوید کے ساتھ۔

اور کچھ حضرت ایسے ہیں جو اللہ کی طرف سے توفیق دیئے گئے، جنہوں نے تعلیم کتاب وحکمت کو اپنایا، حکمت کا معروف معنیٰ سنت کر لیجئے کتاب وسنت، کتاب وسنت کی تعلیٰ وتفہیم، اگر قرآن کریم کے مراکز دارالقرآن کہلائے تو یہ مراکز جو تعلیم کتاب وحکمت کیساتھ خاص ہیں یہ مدارس کہلائے، دارالعلوم کہلائے، ان کے اندر یہ کام ہوا، اور ایک کام ہے تزکیہ، تزکیہ کا لفظی معنیٰ تو ہے صاف ستھرا کرنا، یہ ہے اس تعلیم کتاب وحکمت میں جو علمی انداز میں اصول انسان کی تکمیل اور تربیت کیلئے بیان کیے گئے ہیں۔

ان کو عمل میں لانا یہ تزکیہ ہے علمی انداز میں جو اصول ذکر کیے گئے ہیں ان کو عمل میں لانا اور اپنے دل ودماغ کے اوپر ان کو حاوی کرنا اصل کے اعتبار سے تزکیہ یہ ہے۔

صوفیاء کی مثال رنگ ریز کی ہے:

ہمارے اکابر میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر ابھی آپ سن رہے تھے ان کی زبان سے ہی میں نے یہ بات سنی فرمایا کرتے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ رمضان شریف میں دورۂ تفسیر شروع کرواتے تھے عیدالاضحیٰ پر ختم کرتے تھے اور لیتے تھے فارغ التحصیل طلبہ کو، جس طرح آج کل دورۂ تفسیر ہوتا ہے، ثانویہ عامہ میں پڑھنے والے ثالثہ میں پڑھنے والے طلبہ شریک ہوجاتے ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایسا نہیں تھا، فارغ التحصیل طلبہ کو لیتے تھے اور رمضان شریف میں شروع کرواتے اور عید الاضحیٰ پر فارغ کیا کرتے تھے۔

تو ایک دفعہ فرمارہے تھے کہ بعض علماء کرام میرے پاس پڑھنے کے لیے آتے ہیں اور عملی طور پر اتنے سست ہوتے ہیں کہ نماز باجماعت کے بھی پابند نہیں ہوتے، اس میں بھی سستی کرتے ہیں لیکن اللہ کے فضل وکرم سے جس وقت وہ فارغ

ہوکر جاتے ہیں تو وہ تہجد تک کے پابند ہوتے ہیں، یہ ہے اس علم کو جو کہ کتاب وسنت سے حاصل ہوتا ہے، اپنے اوپر طاری کرنے کا انداز اور اس کو سمجھانے کے لیے وہ ایک مثال دیا کرتے تھے۔

فرماتے تھے کہ دیکھو! ایک کارخانہ ہے جس میں رنگ بنتا ہے وہ رنگ بنانے والے ہوتے ہیں، اور ایک ہوتا ہے دوکاندار جو رنگ بیچتا ہے، جس کو رنگ فروش کہہ لیجئے اور ایک ہوتا ہے رنگ ریز جو رنگ چڑھاتا ہے کپڑے کو رنگتا ہے۔

یہ تین درجے ہیں،

- رنگ کو بنانے والا
- رنگ کو بیچنے والا
- رنگ کو کپڑے پر چڑھانے والا

جن کو رنگ ریز کہتے ہیں۔

فرماتے تھے دین بھی ایک رنگ ہے" **صبغة الله ومن احسن من الله صبغة**" یہ آیت پڑھا کرتے تھے اللہ نے اس دین کو رنگ کے ساتھ تعبیر کیا ہے، اس کے بنانے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں یہ دین بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ہے۔

اور فرماتے تھے یہ علماء جو ہیں یہ رنگ فروش ہیں ان کے ہاں آپ مسئلہ پوچھنے کے لیے جائیں تو یہ آپ کو بتادیں گے ایسے جیسے رنگ کی پڑیا آپ نے لے لی وہاں سے دین کی بات آپ کو ملے گی ویسے جیسے آپ نے دوکاندار کے پاس جاکر رنگ کی پڑیا لے لی۔

اور صوفیاء جو ہیں جن کے حصہ میں یہ تزکیہ کا شعبہ آیا ہے جن کے مراکز کو خانقاہ کہتے ہیں یہ ہیں رنگ ریز وہی رنگ جو علماء سے ملتا ہے، اس کو یہ اپنی تدبیر کے

ساتھ، اپنی صحبت کے اثرات کے ساتھ، توجہ قلبی کے ساتھ چڑھا دیتے ہیں اسی لیے ان کی مثال رنگ ریز کی ہے تو رنگ جو چڑھتا ہے دین کا وہ ہمیشہ انہی اولیاء اللہ کی صحبت میں رہنے کے ساتھ اور ان کے ساتھ تعلق کی بنا پر چڑھتا ہے، یہ حضرت سمجھانے کے لیے مثال دیا کرتے تھے۔

تو گویا کہ تعلیم کتاب وحکمت میں تو باتیں آگئیں اصول کے درجہ میں اور تزکیہ کے اندر یہ آگیا کہ ان اصولوں کو اپنے اوپر نافذ کیا جائے اور اپنے اوپر ان کا عملی جامہ پہنایا جائے اس کے ساتھ دین کا رنگ چڑھتا ہے۔

خانقاہ کسے کہتے ہیں؟:

تزکیہ جو ہے یہ تیسرا شعبہ ہے، اس کو سنبھالنے والے صوفی کہلاتے ہیں یا عوام کی زبان میں ان کو اولیاء اللہ کہتے ہیں اور ان کے جو مراکز ہیں ان کو خانقاہوں سے تعبیر کیا جاتا ہے بہت دنوں تک یہ بات ذہن میں آتی رہی تھی کہ خانقاہ کا معنیٰ کیا ہے؟

- دارالعلوم تو سمجھ میں آتا ہے،
- دارالقرآن تو سمجھ میں آتا ہے،
- یہ خانقاہ کیا چیز ہے؟
- خانقاہ کس کو کہتے ہیں؟
- اور اس کا مفہوم کیا ہے؟

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کتابوں کے مطالعہ کی تو طالب علمی کے زمانہ سے ہی عادت تھی، جتنی کتابیں دستیاب ہوئیں میں نے سب کا مطالعہ کیا اور ان کو اچھی طرح سے سمجھا ان میں ہی یہ کسی کتاب میں نظر سے گزرا کہ

خانقاہ جو ہے یہ لفظ فارسی کا ہے یہ فارسی کا لفظ ہے اور تھوڑا سا یہ بدلا ہوا ہے یہ لفظ اصل میں ہے خانہ گاہ، خانہ گاہ کا معنیٰ کیا ہے؟ خانہ گاہ کا معنیٰ یہ ہے کہ پرانے بزرگ جہاں بیٹھتے تھے تو چونکہ اس دین کے رنگ چڑھانے کے لیے کسی درجہ میں خلوت، تنہائی اور اس تنہائی کے اندر مراقبہ، ذکر اذکار جو خیالات کی تبدیلی سے ہوتا ہے۔

(باتوں سے بات نکلتی چلی جاتی ہے) اصل کے اعتبار سے دارومدار خیالات کی تبدیلی پہ ہے تو اس میں یکسوئی کی ضرورت ہے تو یکسوئی کے لیے وہ اپنے رہنے کی جگہوں میں چھوٹے چھوٹے کمرے بناتے تھے۔

کہ جس میں کوئی آنے والا آدمی ایک ہی ٹھہر سکے اور اس کو علیحدگی کے اندر بیٹھ کر دینی توجہ کے ساتھ مراقبہ کرنے، ذکر کرنے کا موقع ہو، کسی دوسرے کے ساتھ وہ باتوں میں مصروف نہ ہو مشغول نہ ہو جو خلوت کا وقت ہے اس میں خلوت گاہ بنانے کے لیے وہ اپنی خانقاہوں میں چھوٹے چھوٹے حجرے بنالیتے تھے۔

تو گویا وہ خانہ گاہ ہو گیا خانہ گاہ وہ جگہ کہلاتی تھی کہ جس میں چھوٹے چھوٹے کمرے بن جاتے ہیں وہ خانہ گاہ جو تھا وہ تھوڑا سا تبدیلی کے ساتھ لفظ خانقاہ بن گیا ورنہ اصل کے اعتبار سے لفظ خانہ گاہ ہے تو جس سے اس بات کی طرف اشارہ نکلتا ہے کہ مشق کرنے کرانے کے لیے کوئی تھوڑی سی خلوت، تنہائی اور یک سوئی کی ضرورت ہوتی ہے یہ اس کے اندر ایک اصول کے درجے کی بات ہوتی ہے اسی کو خانقاہ کہتے ہیں۔

وہاں جا کے دین عملی شکل میں انسان لیتا ہے اور عملی شکل میں اس کو اپنے اوپر چڑھاتا ہے تو گویا کہ دین کا رنگ چڑھتا ہے اور سرور کائنات ﷺ تینوں کام کرتے تھے۔

انگریزی تہذیب پر تنقید کرنے والا جج اور ڈاکٹر:

ہمارے ایک شاعر گزرے ہیں اکبر الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ گریجویٹ تھے، اپنے وقت کے جج تھے علی گڑھ والے اپنے نام کے ساتھ علیگ لکھا کرتے تھے، علیگ کا معنیٰ

ہے علی گڑھ کا پڑھا ہوا، بطور علامت کے جب کسی کا ذکر ہوا کرتا تھا تو نام کے ساتھ علیگ لکھا ہوا ہوتا تھا یہ بھی علیگ ہیں علی گڑھ کے پڑھے ہوئے تھے۔

لیکن تھے بہت بڑے مذہبی دل ودماغ کے اور اچھی طرح سے انگریزی تہذیب کو دیکھنے کے بعد بڑی کامیاب تنقید انہوں نے اس انگریزی تہذیب کے اوپر کی ہے اور شعر وشاعری ان کی جو ہے اس میں تھوڑا سا خوش طبعی کا، ظرافت کا انداز بھی ہے جیسے کہ ہمارے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے پوری مغربی تہذیب کا مطالعہ کیا مطالعہ کرنے کے بعد ان کی کلام جو ہے وہ اکثر وبیشتر مغربی تہذیب کے اوپر ہے اور بہت بڑی تنقید اور کامیاب تنقید ہے اگر چہ بے دین لوگ تو ان کے بعض شعروں کو علماء کے خلاف بھی استعمال کرتے رہتے ہیں۔

لیکن وہ شعر اس قسم کے علماء کے خلاف ہیں جس قسم کے علماء سوء ہوا کرتے ہیں ورنہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ علماء حق کے بہت معتقد تھے اور خاص طور پر یہ علمائے دیوبند میں سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تو بہت معتقد تھے بلکہ بہت کم لوگوں کو پتہ ہوگا کہ علامہ اقبال کا سارا خاندان مرزائی تھا اور ان کے والد صاحب جو تھے ان کے دل میں بھی نرم گوشہ تھا مرزائیوں کے متعلق، اور چچوں کی اولاد تو اب تک بھی مرزائی ہے اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی ابتداء ابتداء جو تھا نرم گوشہ تھا یہ جو سنبھلے ہیں تو سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کی بناء پر سنبھلے ہیں یہ ایک حقیقت ہے۔

آپ حضرات کو اس کے متعلق شاید معلومات نہیں ہیں وہ اب چھپ کر سامنے آرہی ہیں سب کی سب چیزیں باہر آجائیں گی تو انشاء اللہ آپ حضرات کے سامنے بھی آجائیں گی، ان کے خاندان میں مرزائیت کے بہت اثرات تھے یہ نسل کے اعتبار سے کشمیری ہیں اور نومسلم ہیں پنڈت خاندان ہے ان کا۔

ان کے والد صاحب کی قبر وہاں سیالکوٹ میں ہے وہ میں نے دیکھی ہے اور یہ بھی مغربی تہذیب پر تنقید کرتے ہیں تو بہت کامیاب کرتے ہیں۔

مثلاً ان کا شعر آتا ہے

ہم تو سمجھتے تھے کہ لائے گی فراخی تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ اس نئی تعلیم کے ساتھ فراخی آئے گی لیکن یہ ہمیں پتہ ہی نہیں تھا کہ ساتھ بے دینی بھی لے آئے گی اور اس نئی تعلیم کے ساتھ جو بے دینی پھیلی ہے وہ ایک مستقل موضوع ہے۔

آپ حضرات کے سامنے آتا ہی رہتا ہے یہ تعلیم جو تھی کتنی بے دینی کا باعث بنی چاہے دنیاوی طور پر خوشحالی کا باعث بنی یا نہیں وہ تو اللہ کے علم میں ہے،لیکن بے دینی نمایاں ہے،اس پر اکبر الہ آبادی نے بھی خوب تنقید کی ہے یہ ایک مستقل موضوع ہے جس پر آپ سے بات چیت ہونی چاہیئے اپنے موضوع سے متعلق جو بات ہے عرض کرتا ہوں اکبر الہ آبادی کہتا ہے،

خدا کی قدرت دیکھیئے کیا پیچھے ہے کیا پہلے
نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غار حرا پہلے

غار حرا خلوت کی جگہ ہے، خلوت میں تربیت ہوئی، جلوت میں کمال دکھایا، تربیت جو ہوتی ہے پہلے خلوت میں ہوتی ہے، یکسوئی میں ہوتی ہے، تنہائی میں ہوتی ہے اور اس کے بعد پھر عملی زندگی میں آتی ہے۔

باطن کا جہاد، جہاد اکبر ہے:

اب پچھلے دنوں میں ایک موضوع چھڑا ہوا تھا بعضے لوگ کہتے تھے یہ جو ایسے مشہور کر رکھا ہے کہ اپنوں کے ساتھ جو جہاد ہے یہ جہاد اکبر ہے اور ظاہر میں جو جہاد کیا جاتا ہے وہ جہاد اکبر ہے اور وہ جہاد اصغر ہے یہ تو جہاد کی اہمیت کو گرانے والی بات ہے کہ صوفیاء والا مسلک جو ہے یہ جہاد اکبر ہے اور وہ جہاد اصغر ہے۔

اس کے اوپر مجھے کئی دفعہ طلبہ کے اندر یہ بیان دینا پڑا کہ بھائی تم غور کرو اس بات پر، یہ بات صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو یا نہ ہو لیکن مفہوم کے اعتبار سے یہ بات صحیح ہے، کیوں صحیح ہے؟ آپ بھی سوچ سکتے ہیں اس لیے صحیح، کہ جہاد بنتا ہے باطن کے جہاد کے ساتھ، عنوان لے لیجئے میں نے کہا آپ پڑھتے بھی رہتے ہیں اور سنتے بھی رہتے ہیں فضائل اعمال میں تبلیغی جماعت والے بیان کرتے ہیں۔

مشکوۃ میں روایت موجود ہے صحاح ستہ میں موجود ہے کہ سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہلے پہلے تین آدمی پیش ہوں گے۔

اس روایت کو بیان کرتے ہوئے ترمذی میں جلد ثانی میں موجود ہے تین دفعہ غشی پڑی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جب بیان کرنے لگتے غشی پڑ جاتی تھی اس کا تصور کر کے ترمذی جلد ثانی میں روایت موجود ہے، جب ایک آدمی نے سوال کیا تھا کہ ابوہریرہ! کوئی ایسی بات سناؤ جو آپ نے حضور ﷺ سے خاص طور پر سنی ہو تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے ہاں میں سناتا ہوں اور ان کے ذہن میں آئی اور آہ کر کے غشی طاری ہوگئی پھر ہوش میں آئے اور پھر کہتے کہ ہاں ہاں میں نے حضور ﷺ سے یہ بات سنی ہے وہ آپ کو سناتا ہوں اس کے بعد پھر غشی پڑ گئی تین دفعہ غشی پڑی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا تصور کر کے جو اس روایت میں ہے فرمایا کہ تین آدمی پہلے پہلے پیش ہوں گے اللہ کے سامنے ان میں سے ایک شہید ہوگا اور ایک سخی ہوگا اور ایک قاری ہوگا، پڑھتے سنتے ہیں آپ، وہ جس کو لوگ سمجھتے تھے یہ شہید ہے اور وہ بھی سمجھتا تھا کہ میں شہید ہوں۔

اللہ اس سے پوچھیں گے کہ میں نے تجھے

- یہ نعمت دی تھی،
- یہ نعمت دی تھی،

- یہ نعمت دی تھی،
- تو نے کیا کیا؟

وہ کہے گا'' قاتلت فیك حتی قتلت ''میں تیرے راستے میں لڑتا رہا یہاں تک کہ میں قتل کر دیا گیا اور یہ واقعہ ہے کہ وہ لڑا بھی تھا میدان میں اور قتل بھی ہوا تھا لوگ اسی لئے اس کو شہید کہہ رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے'' کذبت '' جھوٹ بول رہے ہو، اور ترمذی کے اندر ہی یہ الفاظ ہیں باقی کتابوں میں نہیں ہیں کہ فرشتے بھی کہیں گے'' کذبت '' حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ وہ لڑا ہے اور لڑا بھی مسلمانوں کے طرف سے ہے اور لڑا بھی کافروں کے ساتھ ہے اور قتل بھی ہوا ہے۔

لیکن اللہ بھی کہتے ہیں جھوٹا ہے فرشتے بھی کہتے ہیں جھوٹا ہے کہ تو تو اس لئے لڑا ہے کہ لوگ بہادر کہیں گے، لوگوں سے تعریف سننا چاہتا تھا کہ یہ بڑا بہادر ہے'' یقال انك جری ''تو تو اپنی بہادری ظاہر کرنے کے لیے لڑا تھا کہ لوگ تجھے کہیں بڑا بہادر ہے، اور لوگوں نے کہہ دیا، تیرے عمل کی جزا تجھ کو مل گئی، اور جو تو چاہتا تھا وہ ہوگیا حدیث میں صاف الفاظ ہیں کہ اٹھا کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اور ایسے ہی حال ہے سخی کا جس سے اللہ پوچھیں گے میں نے تجھ کو مال دیا یہ دیا، یہ دیا تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا، جہاں مجھے پتہ چلتا تھا کہ خرچ کرنا تجھ کو پسند ہے میں وہیں خرچ کرتا تھا، اللہ کہے گا تو جھوٹا ہے، فرشتے کہیں گے تو جھوٹ بولتا ہے، تو تو اپنی شہرت کیلئے یہ کرتا تھا کہ لوگ تجھے کہیں بڑا سخی ہے، بڑا خرچ کرتا ہے اٹھا کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

ایسے ہی قاری قرآن کے متعلق بات ہوگی وہ کہے گا میں نے ساری زندگی قرآن پڑھا اور پڑھایا تیری رضا کی خاطر اللہ تعالیٰ کہے گا جھوٹ بولتے ہو، تو نے تو اپنی

شہرت کے لیے کیا تھا سب کچھ، تیری شہرت ہوگئی کہ تو بہت اچھا قاری ہے، جو تو چاہتا تھا وہ تو ہوگیا اس کو بھی اٹھا کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

لیکن لمبی بات کو چھوڑو جب تینوں کا ظاہری عمل بالکل شریعت کے مطابق تھا لیکن ان کو نجات نہیں دلا سکا اور نہیں بچاسکا اس لیے کہ دل کی کیفیت خراب تھی اور وہ جو دل کی کیفیت ہے اس کی اصلاح کا نام تزکیہ ہے کہ دل کی کیفیت ٹھیک ہو جائے۔

اب ظاہری جہاد تب جہاد بنے گا جب دل کی کیفیت درست ہوگی۔

ایک جہاد ہے جو ظاہری طور پر آپ کرتے ہیں کافروں کے ساتھ اور ایک جہاد جو آپ کرتے ہیں اپنے نفس کے ساتھ کہ آپ کے اندر بھی اچھائی اور برائی کی دو قوتیں ٹکراتی ہیں نفس آپ کا آپ کو برائی کی طرف لے جاتا ہے روح آپ کو اچھائی کی طرف کھینچتی ہے آپ اندر فتح پا کر روح کے جذبات ٹھیک کرلیں، اور اخلاص اور خلوص پیدا ہو جائے۔

- تو پھر آپ کا جہاد جہاد ہے،
- اور آپ کی سخاوت سخاوت ہے،
- اور آپ کا قرآن پڑھنا قرآن پڑھنا ہے۔

اور اگر باطن کے حالات آپ ٹھیک نہ کرسکیں تو یہ دیکھو نیت کی خرابی کے ساتھ ہی شہادت بھی باطل، سخاوت بھی باطل اور قرأت بھی باطل تو پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ باطن کا جہاد، جہاد اکبر ہے۔

کیونکہ وہ ظاہری اور جہری جہاد کے قبول ہونے کا ذریعہ بنتا ہے اس لیے مفہوم کے اعتبار سے بات بالکل ٹھیک ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا تعارف:

ہمارے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ مشہور احراری لیڈر تھے سنا ہوگا نام آپ حضرات نے، لدھیانہ کے رہنے والے تھے، یہ وہ خاندان ہے جنہوں نے سب سے پہلے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے، کفر کا فتویٰ سب سے پہلے لدھیانہ سے لگا ہے قادیانی پر۔

آپ کو یہ حقیقت معلوم ہوگی، بہت بڑے لیڈر تھے سیاسی طور پر، ان کا خاندان کچھ لدھیانہ میں بیٹھا رہ گیا کچھ ٹوبہ میں تھے بڑے تو مر گئے اور وہ چھوٹے تھے جواب بھی یہاں موجود ہیں۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق:

تو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ایک دفعہ تشریف لائے اور یہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے تو خانقاہ میں جانے والوں کا معمول تھا کہ سہارن پور گاڑی سے اترتے خانقاہ سہارن پور سے ۳۵،۳۰ میل باہر تھی،کلومیٹر نہیں،میل،کلومیٹر تو زیادہ بن جاتے ہیں،اور یہ اب ایجاد ہوئے ہیں پہلے تو میل کا ہی حساب ہوتا تھا تو جاتے ہی حضرت سیدھے ملتے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے تو آپ پہلا سوال یہ کرتے کہ شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مل کے آئے ہو؟

اگر کوئی شخص کہتا کہ نہیں جی میں اسٹیشن سے اتر کر سیدھا اڈے آگیا اور وہاں سے سیدھا آگیا ہوں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت پہ انقباض طاری ہوجاتا اور اگر کوئی یہ کہتا جی ہاں میں گیا تھا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تھا اور انہوں نے آپ کو سلام کہا ہے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ہشاش بشاش ہوجاتی تھی۔

ساری جماعت کو، مریدین کو حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جوڑ رکھا تھا تو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو کتنا تعلق تھا ان کی آپ بیتی پڑھ کے دیکھیں اس میں سب کچھ آجائے گا اپنی جماعت کو انہوں نے ساتھ جوڑے رکھا ہے۔

تصوف کی ابتداء اور انتہاء:

تو یہ اترے مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسٹیشن پر، جانا تھا رائے پور تو پہلے سیدھے مدرسے آگئے مجھے آتے ہی کہتے ہیں۔

السلام علیکم میں جا رہا ہوں رائے پور میرے دل کے اندر ایک سوال ہے میں آپ کے پاس وہ چھوڑ کے جا رہا ہوں اور واپس آ کے میں آپ سے جواب مانگوں گا آپ اتنی دیر میں سوچ رکھیں۔

وہ سوال کیا تھا؟ یہ تصوف کیا بلا ہے؟ یہ تصوف کیا بلا ہے؟ کہتے ہیں اس کا جواب میں آپ سے واپسی پر لوں گا کہ تصوف کسے کہتے ہیں اتنی سی بات ہے کہتے ہیں میں نے ہاتھ پکڑا ہوا تھا مصافحہ میں، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے کہا آپ نے سوال کیا ہے، میرا جواب سنتے جاؤ اور واپس آ کر پھر بتانا اس میں کیا اشکال ہے، کھڑے کھڑے جواب سنتے جاؤ وہ کیا؟ حضرت شیخ الحدیث نے رحمۃ اللہ علیہ فرمایا تصوف کی ابتدا ہے تصحیح نیت اور انتہا ہے "ان تعبداللہ کانک تراہ" سارے سفر میں سوچتے جانا اس پر کوئی اعتراض ہے تو بتا دینا۔

شروع وہاں سے ہوتا ہے جس کو تصحیح نیت کہتے ہیں اور انتہا وہاں ہوتی ہے جب دل کی کیفیت ہو جائے "ان تعبداللہ کانک تراہ" والی کہ تم اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اتنا یقین ہو تمہارا۔

تو کہتے ہیں جب واپس آئے تو آ کے مجھے ملے کہنے لگے مولانا سارے سفر میں سوچتا گیا، سارے سفر میں سوچتا آیا مجھے کوئی اشکال پیش نہیں آیا یہ ہے تصحیح نیت اور آخری آخری کیفیت ''ان تعبداللہ کانک تراہ '' اس کے درمیان کا سفر ہے کہ نیت کی تصحیح ہو اور اس کے بعد کی یہ صورت حال کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین ایسا ہو کہ ہر وقت انسان کے ذہن میں یہ رہے کہ اللہ ہمارے سامنے ہے، ہم اللہ کے سامنے ہیں دونوں مقام ہیں اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

دورِ نبوت میں تزکیہ کا حصول صرف ایک نظر سے:

بہر حال کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ ہے تزکیہ جس کا مختصر تعارف میں نے آپ کو کروایا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں آپ کی صحبت ہی اس کیلئے کافی تھی ایمان کی حالت میں ایک نظر حضور ﷺ کی پڑ جائے کسی کے اُوپر، یا انسان کی نظر پڑ جائے آپ ﷺ کے اوپر اس نظر میں اتنی جاذبیت تھی کہ سارے کا سارا جو سفر تھا وہ ایک ہی نظر میں طے ہو جاتا تھا۔

اس لیے صحابی جو ایمان کی حالت میں حضور ﷺ کو دیکھ لے اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہو جائے پوری دنیا کے اولیاء اللہ اس مقام کو حاصل نہیں کر سکتے جو اس شخص کو ایک نظر کے ساتھ حاصل ہو گیا۔

اصل مقصد کو حاصل کرنا ہے:

اب جیسے جیسے زمانہ نبوت سے دور ہوتا چلا گیا پھر اس کیفیت کو حاصل کرنے کیلئے محنت کی ضرورت پیش آئی یہ محنتیں بعد میں شروع ہوئیں، یہ آگے ہمارے مجتہدین صوفیاء جس طرح فقہاء مجتہدین ہیں صوفیاء مجتہدین ہیں اسی طرح جیسے فقہاء میں اختلاف ہے استنباط کے بارے میں، اسی طرح صوفیاء میں بھی اختلاف ہے کوئی ذکر

سرّی کرواتا ہے اور کوئی ذکر جہری کرواتا ہے کوئی اِس چیز کا ذکر کرواتا ہے، کوئی اُس چیز کا ذکر کرواتا ہے۔

یہ طریقے یا مراقبے ذکر اذکار یہ مجتہدانہ اختلاف ہے ان میں، اور مقصد سب کا ایک ہی ہے کہ دل و دماغ میں اللہ کا تصور ایسے جم جائے کہ انسان غافل نہ ہو ہر وقت اس کا یہ خیال ہو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میں اللہ کے سامنے ہوں اس کیفیت کو حاصل کرنے کیلئے یہ طریقے سارے مجتہدانہ طور پر مختلف ہیں، لہذا یہ مقاصد میں نہیں داخل، یہ ذرائع ہیں اصل مقاصد کو حاصل کرنے کے۔

اس لیے حضور ﷺ کے زمانہ میں یہ طریقے نہیں تھے اس لیے اس بات کا استدلال تو یوں کیا کرتے ہیں، لوگ اعترض کرتے ہیں کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ کہاں حدیث میں آیا ہے کہ ذکر اس طریقے سے کرو؟ کہاں قرآن میں آیا ہے؟ اور یہ ساری کی ساری بدعات ہیں جو لوگوں نے جاری کرلیں یہ بہت سارے لوگوں کا ذہن ہے آجکل جو ظاہر پرست ہیں یا غیر مقلد قسم کے ہیں وہ اس قسم کے اشکالات پیش کرتے ہیں۔

تو یہ اشکالات ان کی طرف سے پیش آتے ہیں تو ان کو سمجھانے کے لیے یہ بات کہی جاتی ہے کہ اصل تو ہے مقصد یہی نسبت کا حاصل کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس طرح سے انسان جڑ جائے کہ غفلت نہ ہو کسی وقت بھی ''الم یعلم بان اللہ یریٰ'' ہر وقت یہ تصور ہو۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ آخر آخر میں اس مراقبے کی تلقین کرتے تھے'' الم یعلم بان اللہ یریٰ'' یہ اپنے دل ودماغ میں بٹھالو اس کو حاصل کرنے کے لیے مختلف ذرائع جو ہیں یہ مجتہدین کے اندر مختلف ہوتے ہیں۔

قرآنی احکام کی تفصیل رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے کرو!:

ہم جو اس بات کو لیتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہے" اقیموا الصلوۃ " لیکن ہم اس " اقیموا الصلوٰۃ " پر عمل کیسے کریں گے رسول اللہ کو دیکھ کے ورنہ "اقیموا الصلوٰۃ" میں یہ تو نہیں ہے کہ

- ظہر پڑھو،
- عصر پڑھو،
- مغرب پڑھو،
- عشاء پڑھو،
- اتنی رکعتیں فلاں وقت پڑھو،
- اتنی رکعتیں فلاں وقت پڑھو،

یہ اس "اقیموا الصلوٰۃ" میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

ہم نے اس کی تفصیل جو کی ہے وہ حضور ﷺ کے اعمال سے لی، اقوال سے لی، "کتب علیکم الصیام "حج وزکوٰۃ کی کوئی تفصیل قرآن کریم میں نہیں ہے سارے کے سارے احکام ہم نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے اخذ کیے ہیں۔

اسی طرح سے قرآن وحدیث میں جو ذکر کی تلقین آئی ہے" اذکروا الله ذکرا کثیراً"۔

رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا تھا؟:

"اذکرونی اذکرکم "جہاں جہاں بھی یہ باتیں آئی ہیں اس کی بھی تفصیل

تو ہم نے حضور ﷺ کے اقوال وافعال سے لینی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال افعال میں یہ طریقہ بالکل نہیں ہے جو صوفیاء بتاتے ہیں۔

آپ کا دائم الذکر، ''كان يذاكر الله على كل احيانه '' جو حدیث شریف میں آتا ہے یہ شارحین لکھتے ہیں ہمارے علماء کی کتابوں میں موجود ہے رسول اللہ ﷺ کا ہر وقت جو ذاکر ہونا ہے وہ دعائیہ شکل میں تھا۔

مسجد میں جاتے ہوئے کیا پڑھنا ہے،

نکلتے ہوئے کیا پڑھنا ہے،

بیت الخلاء جاتے ہوئے کیا پڑھنا ہے،

نکلتے ہوئے کیا پڑھنا ہے،

کپڑا پہنتے ہوئے کیا پڑھنا ہے،

بازار میں جاتے ہوئے کیا پڑھنا ہے،

صبح کو کیا پڑھنا ہے،

دوپہر کو کیا پڑھنا ہے۔

شام کو کیا پڑھنا ہے،

سوتے ہوئے کیا پڑھنا ہے،

یہ کتاب الدعوات جو ساری بھری پڑی ہے، یہ حضور ﷺ کے دائمی ذاکر ہونے کی بات ہے، ہر ہر بات میں ملاقات کے وقت کیا کہنا چاہیئے، یہ ساری صورتیں جو ہیں یہ حضور ﷺ کے ذکر کی ہیں اور یومیہ تسبیحات جسے ہم پڑھتے ہیں یہ ترغیبات، سبحان الله، الحمد لله، لا اله الا الله، الله اكبر لا حول و لا قوة الا بالله،

استغفر اللہ ربی ، یہ اذکار ہیں جن کی فضیلت احادیث میں صراحتہً آئی ہے چلتے پھرتے ، اٹھتے بیٹھتے پڑھو ، نمازوں میں پڑھو ، نمازوں سے باہر پڑھو یہ سارے کے سارے اعمال کی فہرست آپ کے سامنے حدیث میں آئی ہوئی ہے۔

ذکر کے مختلف طریقے اولیاء کے تجربات ہیں:

لیکن بعد کے اولیاء اللہ نے اپنے تجربات کے تحت بتایا کہ آپ ﷺ سے جیسے جیسے زمانہ دور ہوا اور یہ کیفیات جو ہیں مضمحل ہوئیں تو یہ فلانی آیت کا ورد کرلیا جائے ، فلاں چیز کو ایسے پڑھا جائے تو اثرات جلدی نمایاں ہوتے ہیں۔

ورنہ اصل کے طور پر بنیادی ذکر یہی ہے کہ تلاوت اور کتاب الدعوات کی دعائیں صبح وشام اور رات دن ہر وقت کے پڑھنے کی ، یہ درود شریف ، استغفار اور یہ تسبیحات جن کی فضیلت حدیث شریف میں آئی ہوئی ہے۔

اصل کے اعتبار سے یہی ہے ، باقی اپنے تجربے کے طور پر اولیاء اللہ نے اصلاح نفس کے لیے جو طریقے ایجاد کیے ، جس طرح سے فقہاء نے جزئیات جو ہیں وہ متعین کردیں بڑی کتابیں جیسے فقہ کی کتابوں سے کتب خانے بھرے پڑے ہیں اسی طرح تصوف کی کتابوں سے بھرے پڑے ہیں۔

طلباء کے لئے اصل ذکر تعلیم میں مشغول رہنا ہے:

یہ ہے سارے کا سارا تصوف کا حاصل جو آپ کی خدمت میں میں عرض کررہا ہوں تو طالب علموں کے لیے ہمارے اکابر کا یہی معمول رہا ہے کہ طالب علموں کو بیعت نہیں کرتے تھے۔

وہ کہتے تھے طالب علموں کا مطالعہ اور طالب علموں کا تکرار ، طالب علموں کا اساتذہ کے سامنے بیٹھ کر پڑھنا یہ سارے کا سارا ذکر اللہ میں شامل ہے اس لیے ان کو

یکسوئی کے ساتھ پہلے تعلیم حاصل کرنے دو اور ان کی توجہ کسی دوسرے کام کی طرف نہ ہو ہمارے اکابر کا یہی طریقہ چلا آرہا ہے۔

لیکن اب جس وقت یہ دیکھا کہ مدارس میں یکسوئی ایسی نہیں طلباء کو، کوئی کسی سیاسی جماعت سے متعلق ہے، کوئی کسی جماعت سے متعلق ہے، ہر وقت انہی کے تذکرے، یہی آلودگی طلباء کے اندر زیادہ آتی جارہی ہے، وہ یکسوئی ہے نہیں تو پھر ان کی بیعت کا سلسلہ شروع کیا گیا تاکہ ان کو ذہنی طور پر پابند تو کیا جائے۔

ورنہ جب یہ فارغ ہوکر باہر جائیں گے اور کسی بزرگ کے سلسلے سے جڑے ہوئے نہیں ہونگے تو پتہ نہیں کس کے ہتھے چڑھ جائیں گے تو کم از کم ان کو اپنے بزرگوں کے سلسلے میں داخل کرلیا جائے تاکہ ان کی ذہنی آوارگی کم ہو۔

باقی طالب علمی کے زمانہ میں ذکر واذکار اور مراقبہ کی تلقین نہیں کی جاتی، ان کو یہی تلقین ہوتی ہے مطالعہ وتکرار اور اساتذہ کے سامنے پڑھنا اور چلتے پھرتے انہی مسائل کو سوچنا جو آپ پڑھتے ہیں۔

آپ حضرات کا یہی ذکر ہے اور یہی تربیت ہے، بس اساتذہ کی صحبت کا التزام کریں، ان میں سے ہر ایک چیز ایک مستقل بیان ہے کہ اساتذہ کی صحبت سے کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں؟ مطالعہ وتکرار کا کیا فائدہ ہے؟

بہر حال اکابر کا یہ بیعت والا سلسلہ چلا آرہا ہے اور طالب علموں کے لیے یہ ہے کہ ان کو کوئی ایسی چیز نہ بتائی جائے جو ان کی تعلیمی یکسوئی میں رکاوٹ کا سبب بنے تو نسبت قائم کرنے کیلئے کوئی بیعت ہوتا ہے تو اس کے لیے گنجائش ہے ورنہ اصل یہ کام فارغ التحصیل طلباء کا ہے،

جیسے کہ پہلے معمول چلا آرہا ہے، اپنی ذہنی یکسوئی کے لیے کوئی طالب علم بیعت ہوتا ہے تو فائدہ سے خالی نہیں ہے ایمان اور عقیدہ کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔

حکیم العصر مدظلہ کی بیعت اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت:

میری اصل بیعت حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے میری تدریس کا پہلا سال تھا آج سے ۵۷ سال پہلے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے فیصل آباد عبداللہ پور میں ٹھہرے ہوئے تھے تو میں رمضان کی ۲۷ تاریخ کو حضرت سے رحمۃ اللہ علیہ بیعت ہوا، الحمدللہ تعلق تو سبھی بزرگوں سے رہا لیکن بیعت کی اجازت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۴۰۳ھ میں مدینہ میں مجھے دی تھی۔

میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں لوگوں کو بیعت کیا کرتا تھا لیکن جب حضرت تشریف لاتے تو سب کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیتا کہ بڑوں کی موجودگی میں ہم کسی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں کیوں لیں؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لاہور بہت دور ہے جب قرب وجوار کے لوگ آپ کے پاس آئیں تو ان کی توبہ کروادیا کرو۔

اب مولانا ظفر احمد قاسم صاحب کا بہت اصرار تھا کہ میں جامعہ خالد بن ولید میں لوگوں سے بیعت لوں مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کو تو خود حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت حاصل ہے اور میں نے بھی اجازت دے رکھی ہے کہ کم از کم اس علاقہ کو تو آپ رکھیں اور لوگوں کی پیاس بجھائیں۔

تو میری بیعت حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھی، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نسبت وہی باقی رکھو البتہ مشاورت مجھ سے کرلیا کرو تو میں سب حضرات کو یہی مشورہ دوں گا، جن کی بیعت حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہے وہ اسی کو باقی رکھیں کوئی بات پوچھنی ہو تو مجھ سے پوچھ لیں۔

البتہ توبہ کے وہ الفاظ جو بزرگوں سے معروف ہیں وہ میں کہلوادیتا ہوں وہ

کہہ لیں (اسکے بعد حضرت دامت برکاتہم نے توبہ کے الفاظ کہلائے اور دعا کروائی) اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اہل اللہ کی تحقیر کا انجام

بموقع: تقریب ختم قرآن کریم

بمقام: اقرأ روضۃ الاطفال

جہانیاں ضلع خانیوال

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ ! فَقَدْ قَالَ النَّبِىُّ ﷺ بَدَءُ الْاِسْلَامِ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَاَ ،فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ اَوْكَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (مشکوٰۃ ص۲۹ ج ۱)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِىُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

تمہید:

الحمد للہ تقریب اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے، کوئی نئی بات کہنے کے لیے ذہن میں نہیں آرہی ایک بات ان بچوں کے متعلق کہتا ہوں، جنہوں نے قرآن کریم حفظ کیا ہے اور ان کے والدین کے لیے کہتا ہوں جنہوں نے بچوں کو اس ادارے کے اندر بھیجا اور ان کو ہر طرح سے ذہنی طور پر اس کام کے لیے وقف کیا اور ایک بات اپنے محترم عزیز الرحمن نے جو کچھ ذکر کیا تھا، کہ آج دنیا تحقیر کر رہی ہے علماء کی، طلباء کی، حفاظ کی قراء کی، اس سلسلے میں ذہن میں آئی یہ دو تین باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

حدیث کی تشریح:

جو روایت میں نے پڑھی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ جب یہ اسلام ظاہر ہوا تھا یا جب یہ شروع ہوا تھا بدأ اور بدا دونوں طرح سے ہے غریب تھا۔

''بدأ الاسلام غریبا'' غریب عربی لفظ ہے یہاں وہ پنجابی یا اردو والا غریب مراد نہیں، ہم غریب اس کو کہتے ہیں غریب مسکین جس کے پاس پیسے نہ ہوں، ٹھاٹھ باٹھ نہ ہو ہم اس کو کہتے ہیں کہ یہ غریب ہے عربی میں غریب اس کو نہیں کہتے عربی میں غریب ہوتا ہے اجنبی، انوکھا، اجنبی چیز، انوکھی چیز جس کے ساتھ ماحول مانوس نہ ہو۔

اس لیے عربی میں مسافر کو غریب کہتے ہیں وہ سفر کرتا ہوا جاتا ہے تو اردگرد کا ماحول اس کے لیے ایک اجنبی ہوتا ہے وہ ماحول کے لیے اجنبی ہوتا ہے مانوس نہیں ہوتا تو غریب کا لفظ اردو میں بھی اس معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے یہ چیز بڑی عجیب و غریب ہے تو عجیب و غریب اسی مفہوم کو ادا کرتا ہے۔

تو جب اسلام شروع ہوا تو یہ ایک عجیب سی چیز تھی، ساری دنیا اس کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتی تھی کہ یہ کیا کہہ دیا '' لاالہ الا اللہ '' اس ماحول میں سرور کائنات ﷺ نے جس وقت اس بات کا اظہار کیا تو ساری دنیا حیران ہوگئی کہ کیا ہوگیا ''اجعل الآلهة اله واحده ،هذاشئی عجاب '' ہم تو بہت سارے خداؤں کو مانے بیٹھے ہیں یہ کہتا ہے ایک ہی ہے، بڑی عجیب بات ہے'' هذا شئی عجاب '' اس کو بھی عجیب قرار دیا یہ عجیب غریب آواز تھی جو کانوں میں آئی تو بالکل نامانوس تھا۔

لوگ اس کو ایک عجیب سی چیز سمجھتے تھے اور اپنے ماحول کے لیے ناساز گار ناموافق سمجھتے تھے لیکن آہستہ آہستہ جب پھیلتا گیا پھیلتا گیا تو پھر لوگوں کے نزدیک عجیب نہیں رہا۔

بلکہ مانوس ہوگیا اور دنیا نے اس کو قبول کیا اور

 اسلامی حرکات،

اسلامی عبادات،

 اسلامی معاشرہ،

یہ مرغوب بن گیا لوگ دھڑا دھڑ اس میں داخل ہونے لگ گئے ،اور ایک اسلامی کی بہار دنیا میں آگئی ، یہ دور بھی دیکھا گیا اور آپ نے فرمایا کہ ایک دور پھر آئے گا یہ پھر غریب ہوجائے گا ماحول کے اندر نامانوس ہوجائے گا، عجیب عجیب ہوجائیں گے یہ سب۔

موجودہ دور کا سب سے بڑا المیہ:

یہ جو وقت ہے یہ سرور کائنات ﷺ کی اس پیشگوئی کے مطابق اسلام کے لیے غربت کا وقت ہے اس ماحول میں یہ عجیب وغریب ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔

چونکہ بات لمبی نہیں کرنی اور وقت ختم ہورہا ہے صبح صبح جس وقت سکولوں کے کھلنے کا وقت ہوتا ہے، کبھی باہر نکلنے کا اتفاق ہوتا ہے سفر پہ جانے کا دیکھنے کی نوبت آتی ہے تو ریلوں کے ریلے، بچوں کے آرہے ہوتے ہیں سکولوں کی طرف والدین

- سائیکلوں پر پہنچار ہے ہیں،

- موٹر سائیکلوں پر پہنچار ہے ہیں،

- رکشے پر پہنچار ہے ہیں،
- کاروں پر پہنچار ہے ہیں،

گلیوں میں ویسے ہی جم گھٹے کی شکل میں آتے ہیں کس شکل وصورت میں آتے ہیں؟ آپ حضرات کے سامنے ہے میں تو جب ان کو دیکھتا ہوں تو حقیقت یہ ہے کہ اتنا دکھ ہوتا ہے جس کا حدوحساب کوئی نہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے جس طرح یہ آپ کے سامنے بیٹھے ہیں۔

آپ کے سامنے چھوٹے چھوٹے بچے اور ان کے گلوں میں ٹائیاں لٹک رہی ہیں اور ان کا لباس جس قسم کا ہوتا ہے وہ بھی آپ کو معلوم ہی ہے،

- نہیں پتہ چلتا کہ یہ عیسائیوں کے بچے ہیں،

- نہیں پتہ چلتا کہ یہ مسلمانوں کے بچے ہیں،

- نہیں پتہ چلتا کہ کس قوم اور کس نسل کے ہیں،

ایک لباس ان کا جو عیسائی تہذیب کے اوپر شروع سے لیکر آخر تک دلالت کرتا ہے وہ پہنے ہوئے بھاگے ہوئے آرہے ہوتے ہیں سکولوں کی طرف اور یہ ٹائی والی لعنت جو ہے یہ مشرف کے دور کی یادگار ہے جو سکولوں میں پڑھنے والے بچے پہنے ہوتے ہیں اتنے اتنے سے بچوں کے گلوں میں بھی لٹکادیں۔

آپ کو معلوم کہ یہ عیسائیوں کا شعار ہے تو سب اس لباس میں آرہے ہوتے ہیں، ان میں سے کوئی کوئی بچہ ایسا بھی نظر آتا ہے سو میں سے ایک بڑی مشکل کے ساتھ کہ جس کے سر پر ٹوپی ہوتی ہے اور جس کا لباس جو ہے وہ سیدھا سادہ، اس نے پینٹ نہیں پہنی ہوئی ہوتی، شرٹ نہیں پہنی ہوئی ہوتی، سر کے اوپر اس کے انگریزی بال نہیں ہوتے، شکل وصورت اس کی مسکینوں جیسی ہوتی ہے کوئی ایک آدھ سو میں سے ہمیں نظر آتا ہے۔

تو جب وہ نظر آتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ دیکھو اس معاشرے کے اندر ہر دیکھنے والا اس بچہ کو عجیب سمجھتا ہے، یہ عجیب بچہ ہے سارا معاشرہ ایک طرف جارہا ہے، اور اس وقت جو تہذیبوں کی جنگ ہے اسلام کی، عیسائیت کی، یہودیت کی یہ ہمارے ذہن میں ہے ہی نہیں کہ ہم پر وہ کس طرح سے غلبہ پاتے جارہے ہیں اور ہم اسلامی معاشرے سے کس طرح دور ہوتے جارہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی مبارک باد کے مستحق لوگ:

اور دوسری طرف یہ مسکین طلباء ہیں جن کو ان کے والدین صبح صبح مدرسے کی طرف بھیجتے ہیں یہ ان سے بالکل مختلف ہیں، لباس میں، وضع قطع میں، چال ڈھال میں شکل وصورت میں۔

لیکن سرور کائنات ﷺ ان بچوں کو جو اس معاشرے میں عجیب نظر آتے ہیں فرماتے ہیں" طوبیٰ للغرباء "طوبیٰ" کا معنیٰ عربی پڑھنے پڑھانے والے جانتے ہیں" طوبیٰ" یہ فعل مؤنث کا صیغہ ہے" اطیب" مذکر" طابیٰ یطیب" عمدہ ہونا" اطیب "جو بہت عمدہ ہو اور" طوبیٰ" یہ مؤنث کا صیغہ ہے بہت عمدہ موصوف اس کا محذوف ہے الحالت طوبیٰ بہت اچھی حالت ہے" للغرباء "غرباء" کے لیے لفظی معنیٰ

اس کا یہ بنتا ہے اور یہ لفظ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے اچھے لوگوں کا تذکرہ کرنے کے بعد کہا کہ ''طوبیٰ لھم وحسنیٰ ماٰب''۔

یہ لفظ قرآن کریم میں بھی ہے اور عربی زبان کے اندر یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کو مبارک باد دی جاتی ہے کہ تیری حالت بہت اچھی ہے مبارک ہو تیرے لیے یہ تیری حالت بہت اچھی ہے''طوبیٰ'' کا لفظ ایسے موقعوں پر بولا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو معاشرے کے اندر عجیب عجیب سمجھے جائیں گے جن کی شکلیں عجیب ہوں گی جن کی صورتیں عجیب ہوں گی جن کو دیکھ کر لوگ کہیں گے کہ یہ کیسے لوگ ہیں، سارے معاشرے کے اندر وہ عجیب عجیب نظر آئیں گے۔

ان کو مبارک باد رسول اللہ ﷺ دے رہے ہیں کہ ایسے لوگوں کے لیے طوبیٰ یعنی ایسے لوگوں کے لیے مبارک کہ ان کی حالت بہت اچھی ہے یہ مبارک باد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے۔

ان بچوں کو آپ دیکھیں کہ محلے کے اندر جس طرح بچے کھیلتے ہیں سو میں سے شاید ایک ہوگا جو کہ مسلمانوں والی شکل لیے ہوئے ہوگا، جس کو دیکھ کر خیال آئے گا کہ مذہبی آدمی ہے اور یہ مذہبی طالب علم ہے اور مسلمانوں والا حلیہ اگر آج باقی رکھا ہوا ہے تو ان بچوں نے باقی رکھا ہوا ہے تو ان کے لیے مبارک باد صرف ہماری طرف سے نہیں بلکہ سرور کائنات ﷺ اس دور میں ان عجیب لوگوں کو خود مبارک باد دیتے ہیں ''طوبیٰ لھم طوبیٰ للغرباء'' یہ لوگ جو معاشرے میں عجیب سمجھیں جائیں گے لوگ ان کو عجیب عجیب نظروں سے دیکھیں گے، دقیانوسی کا طعنہ دیں گے۔

رسول اللہ ﷺ ان بچوں کو اپنی زبان سے مبارک باد دے رہے ہیں، اس پیش گوئی کے تحت ایک وقت آئے گا جب یہ لوگ عجیب عجیب سمجھے جائیں گے،

تو جو معاشرے میں عجیب عجیب بن کے رہیں گے اور لوگ ان کو تعجب کی نگاہ سے دیکھیں گے ان کے لیے مبارک باد ہے۔

جہنمیوں کی پکار اور اللہ تعالیٰ کا جواب:

دوسری بات جو میں عرض کررہا تھا کہ اس دور میں عام طور پر مذہبی طبقے کی تحقیر کی جاتی ہے تو بیٹھے بیٹھے ایک آیت ذہن میں آئی تو میں چونکہ حافظ تو ہوں نہیں اس لیے میں نے قرآن منگوایا کہ دیکھ کر ذرہ وہ آیات آپ کو سنادوں اور صرف اس کے ترجمہ کے ساتھ آپ سمجھ جائیں گے کہ معاملہ کہاں تک ہے؟ سورہ مؤمنون ہے اور اس کا آخری رکوع ہے اٹھارواں پارہ ہے۔

جہنم میں جانے کے بعد جب جہنمی چیخیں گے چلائیں گے ان کی ایک چیخ یہاں اللہ تعالیٰ نے نقل کی ہے" **قالو ا ربنا غلبت علینا شقوتنا**"اے ہمارے پردردگار ہم پر بدبختی غالب آگئی"**وکنا قوما ضالین**" اور ہم بہت بھٹکے ہوئے لوگ تھے"**ربنا اخرجنا منھا الخ**" یا اللہ اب ہمیں جہنم سے نکال دے اگر ہم نے دوبارہ ایسی حرکتیں کیں تو پھر ہم واقعی ظالم ہیں ایک موقع دے دے ہمیں پھر واپس بھیج دے ہمیں تاکہ ہم اپنی اس غلطی کا ازالہ کرلیں۔

اگر پھر بھی ہم یہی کریں تو پھر ہم ظالم ہیں یہ ہے ان جہنمیوں کی درخواست کہ چیختے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ ہم بہت غلطی پر تھے، ایک موقع دے دے، ہمیں ایک مرتبہ نکال دے اگر پھر ہم یہ حرکتیں کریں جو ہم نے کی ہیں تو پھر ہم بڑے ظالم ہوں گے لیکن اللہ کی طرف سے جو" **ارحم الراحمین**" ہے اس کی طرف سے جواب ہے" **اخسئوا فیھا ولا تکلمون**"اب کیا کریں کہ عربی لفظ میں جو زور ہے وہ ہم اپنی زبان میں کس طرح ادا کرسکتے ہیں،" **اخسئوا**" یہ جیسے کتے کو دھتکارتے

ہوئے ہم ٹھکراتے ہیں'' اخسئوا '' کا لفظ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے اپنی زبان میں ترجمہ کروں تو یہ کروں گا دفعہ ہوجا، دفعہ ہوجا۔

''لاتکلمون '' مجھ سے بات بھی نہ کرو ،لفظی ترجمہ اس کا یہ ہے اللہ تعالیٰ کہے گا '' اخسئوافیھا ولا تکلمون '' دفعہ ہوجاؤ میرے سے بات نہ کرواب ''ارحم الراحمین'' جورحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اتنا غصے میں ہے اتنا غضب میں ہے کہ بات سننے کے لیے تیار نہیں دفعہ ہوجاؤ مجھ سے بات نہ کرو غصے کی کئی وجوہ ہوسکتی ہیں اس میں کوئی شک نہیں

- تم شرک کرتے تھے،
- تم بدکاری کرتے تھے،
- تم چوری کرتے تھے،
- تم یہ کرتے تھے،
- تم وہ کرتے تھے،

ہزاروں وجہ ہوسکتی ہیں غصے کی۔

جہنم میں عذاب کی ایک بڑی وجہ:

لیکن یہاں جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے وہ ان میں سے کوئی وجہ نہیں ہے اتنا غصہ کیوں چڑھا ہوا ہے آج بات سننے کے لیے تیار نہیں وجہ کیا بتائی؟ وجہ یہ ہے کہ''انه كان فريق من عبادي يقولون ربنا آمنا فاغفرلنا وارحمنا وانت خير الراحمين ، فاتخذتموهم سخريا''قرآن کریم ہاتھ میں لیے بیٹھا ہوں اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میرے بندوں میں سے ایک گروہ تھا جو میری طرف رجوع رکھتا تھا ہر وقت کہتا تھا اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ،ہمارے گناہ معاف کردے ،ہم پر رحم کردے تو خیر الراحمین ہے یعنی اللہ کے سامنے گڑگڑاتے تھے روتے تھے۔

جن کو میرے سامنے رونے کی عادت تھی ،گڑ گڑانے کی عادت تھی ،استغفار کرتے تھے پناہ مانگتے تھے''فاتخذتمواھم سخریا'' تم ان کا مذاق اڑاتے تھے یہ لفظ آپ کو بتانا چاہتا ہوں''فاتخذتمواھم سخریا حتیٰ انسوکم ذکری وکنتم منھم تضحکون'' تم ان کا اس طرح مذاق اڑاتے تھے کہ تمہیں میں بھی یاد نہیں رہا کہ میں اللہ ہوں اور ان لوگوں کا میرے ساتھ تعلق ہے،تم نے میرے تعلق کا بھی لحاظ نہیں کیا'' وکنتم منھم تضحکون'' تم ان کی ہنسی اڑایا کرتے تھے، ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے''فاتخذتمواھم سخریا'' آج غصے کی یہ وجہ ہے۔

یعنی اور ہونگی وجوہ جیسے میں نے عرض کیا کہ صرف یہ نہیں بلکہ کفر بھی ہے، شرک بھی ہے، بدکاری بھی ہے، چوری بھی ہے، قتل بھی ہے، بڑے بڑے جرم جن کے اندر پائے جاتے ہیں۔

لیکن اس صورت میں اتنے غصے کا جو اللہ تعالیٰ اظہار فرما رہے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے نیک بندے میری طرف رجوع رکھتے تھے، مجھ سے استغفار کرتے تھے مجھ سے رحم مانگتے تھے مجھے رحمٰن رحیم کہتے تھے،تم ان کا مذق اڑاتے تھے میں یاد ہوتا تو تمہیں خیال ہوتا کہ تو ہمارا رب ہے اور یہ ہمارے رب سے تعلق رکھنے والے ہیں تم میرا ہی لحاظ کرتے ،تم نے میرا بھی لحاظ نہیں کیا ،تم ان کی ہنسی اڑایا کرتے تھے''وکنتم منھم تضحکون'' تو اس لیے جو شخص اس شغل میں لگا ہوا ہے۔

ان علماء کے ساتھ ،حفاظ اور دین کا کام کرنے والے لوگوں کے ساتھ اگر کسی کو کوئی مذاق سوجھتا ہے یا ان کی شکل وصورت اور ان کے طرز اور معاشرے سے اگر کوئی نفرت کرتا ہے تو یاد کیجئے یہ اللہ نے اپنی کتاب کے اندر اس بات کا اظہار کیا ہوا ہے ایسے طور پر اللہ نہ کوئی بات سننے کے لیے تیار ہوگا نہ بات کرنے کے لیے تیار ہوگا۔

کہتا ہے کہ دفعہ ہو جاؤ، دفعہ ہو جاؤ میرے سے بات نہ کرو، تم میرے بندوں کا مذاق اڑاتے تھے، تم میرے بندوں سے ہنسا کرتے تھے جن کا یہ کام تھا کہ صبح وشام وہ مجھے پکارتے تھے اس لیے اس بارے میں ذرا سوچ لینا چاہیے کہ اچھے لوگوں کے ساتھ اس قسم کا معاملہ کرنا جس کو تحقیر کا معاملہ کہتے ہیں جس کی تفصیل آپ کے سامنے ہمارے بزرگ محترم مولانا عزیز الرحمن صاحب نے کی تھی کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے کافر کرے تو کرے لیکن مومنوں کے دل کے اندر اگر اللہ کا احترام ہے تو اللہ والوں کا احترام ہونا لازم بات ہے، ورنہ پھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑے غصے کی بات ہے۔

ان لوگوں کو مبارک باد دے رہا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اور ان کی تحقیر کرنے والوں کو ڈرا رہا ہوں اللہ کے عذاب سے اور اللہ کی کتاب سے نقل کر کے اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں باتوں کا خیال رکھنے کی توفیق دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ معجزے:

ان اہل قرآن کے ساتھ جنہوں نے قرآن یاد کیا کتنے بڑے بڑے میں اس کی تفصیل آپ کے سامنے کیا عرض کروں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ معجزے ہیں جو آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔

چھوٹے چھوٹے بچے جن کے لیے ایک چھوٹی سی کتاب اپنی زبان میں بھی یاد کرنی مشکل ہے کتنی بڑی کتاب جو متشابہات سے بھری ہوئی ہے اول سے لے کر آخر تک کس طرح سے یاد کیے بیٹھے ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں اس لیے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ سمجھ کے عزت کی نگاہ سے دیکھو۔

دعا:

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی محبت عطا فرمائے دین داروں کی محبت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اللہ کے ساتھ بھی ہمارا تعلق مضبوط کرے اور ان بچوں کی طرح ہمیں بھی شوق ہو کہ ہم اپنے بچوں کو اسی طرح سے دین کی طرف لگائیں

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حاملین قرآن کا مقام

بمقام: اقرأ روضۃ الاطفال

بتاریخ: ۲۰۰۸ء

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّابَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذَالِکَ فَلْیَفْرَحُوْاھُوَخَیْرٌ مِمَّا یَجْمَعُوْنَ۔ (سورت یونس ۵۸)

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ ھَلْ تَدْرُوْنَ مَنْ اَجْوَدُ جُوْداً قَالُوْااَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ ،قَالَ اَللّٰہُ اَجْوَدُ جُوْداً ثُمَّ اَنَا اَجْوَدُبَنِیْ آدَمَ ثُمَّ اَجْوَدُالنَّاسِ مِنْ بَعْدِیْ مَنْ عَلِمَ عِلْماً فَنَشَرَ،(مشکٰوۃ ج ۱ ص۴۳)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

تمہید:

آپ حضرات جو یہاں جمع ہیں تو واضح ہے کہ ہمارا اجتماع یہ قرآن کریم کی نسبت سے ہے تو کوئی ایسی بات تو ذہن میں ہے نہیں جو آپ حضرات کی خدمت میں عرض کروں صرف سبق کے تکرار کے طور پر جیسے ہمارے ہاں قاعدہ ہے کہ استاذ تقریر کرتا ہے طلباء سنتے ہیں بعد میں آپس میں تکرار کرتے ہیں۔

تاکہ وہ بات یاد ہوجائے اس لیے وہ سنی سنائی باتیں جو ہیں ان کا تکرار ان باتوں کو ذہن میں راسخ کرنے کا ایک ذریعہ ہے بار بار جب کسی بات کو سنا جاتا ہے یاد ہرایا جاتا ہے تو وہ بات ذہن میں راسخ ہوجاتی ہے تو دینی باتیں اسی قسم کی ہیں ورنہ آپ دیکھتے ہیں اجتماعات ہوتے ہیں تو ہر دفعہ کوئی نئی بات تو انسان نہیں لاسکتا کہیں سے بھی۔

باتیں تو وہی ہوں گی جو آپ کی سنی سنائی ہیں صرف یہ ہے کہ استحضار ہوجاتا ہے ان باتوں کے تکرار کے ساتھ ورنہ انسان کی ایک خاصیت ہے نسیان، بھول چوک، یاددہانی ہوتی رہے تو ذرہ بات اچھی ہوتی ہے۔

خود شناسی سے اعمال واقوال کا رخ متعین ہوتا ہے:

انسان کو اپنے اعمال یا اپنے احوال کا معیار متعین کرنے کے لیے خود شناسی بہت ضروری ہے اپنے آپ کو پہچاننا اور اپنے منصب اور مرتبے کو ذہن میں مستحضر کرنا اس کے ساتھ انسان کے اعمال، اخلاق، کردار کا ایک رخ متعین ہوتا ہے ایک آدمی اپنے آپ کو سمجھتا ہے کہ میں بھنگی ہوں میں جمعدار ہوں اور میرا خاندانی پیشہ ہے گھروں سے پاخانہ نکالنا یا سڑکوں سے کوڑا کرکٹ اکٹھا کرنا اس کے ذہن میں اپنا منصب ہے۔

تو اس کو آپ دیکھیں گے کہ وہ صبح صبح اٹھ کے جھاڑو لے کر سڑک کے اوپر سے کوڑا کرکٹ اکٹھا کرتا ہے،

- مرد بھی گزرتے ہیں،
- عورتیں بھی گزرتی ہیں،
- امیر بھی گزرتے ہیں،
- غریب بھی گزرتے ہیں،

اس کو کسی سے شرم نہیں آتی وہ کسی احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہوتا۔

کیونکہ اس کو پتہ ہے کہ میرا منصب یہی ہے لیکن آپ میں سے جو شخص کسی اونچے منصب کے اوپر فائز ہو اس کو اگر کہہ دیا جائے کہ یہ ٹوکرا اٹھا کر ذرا وہاں تک لے جا تو اس کے پسینے چھوٹ جائیں گے، مرتا جائے گا وہ اگر اس کو کہہ دیا جائے کہ یہ کوڑا کرکٹ کا ٹوکرا اٹھا کر وہاں تک لے جا تو آپ جانتے ہیں کہ وہ اس کو بہت معیوب سمجھے گا، اور اگر یہی بات آپ سے کہہ دی جائے تو آپ اس سے بچیں گے اور اپنا دامن بچائیں گے اس خیال سے کہ یہ کام میرے منصب کا نہیں ہے تو خود شناسی جو ہے کہ انسان اپنے آپ کو پہچانے کہ میں کیا ہوں جب اپنا منصب متعین ہو جائے گا منصب متعین ہو جانے کے بعد پھر اس منصب کے مناسب کام کرنا انسان کے لیے آسان ہوتا ہے اور اس کے خلاف کام کرنا مشکل ہوتا ہے۔

اور جو شخص اپنے منصب کو نہیں سمجھتا وہ کسی غیر غلط اور صحیح میں فرق کی تمیز نہیں رکھتا اس کو یہ کبھی خیال ہوتا کہ میں یہ کام کروں گا میری شان کے لائق ہے یا نہیں؟ تو جانوروں کی طرح جیسا موقع ہوتا ہے حرکتیں کرتا رہتا ہے۔

تو سب سے پہلے اپنے آپ کو پہچاننا اور اپنے منصب کو متعین کرنا یہ اپنے اخلاق اپنے کردار اپنے اعمال کے لیے ایک معیار متعین کرنا ہے۔

اب ہم جس وقت سوچتے ہیں کہ ہمارا کیا منصب ہے، اور ہم کس مرتبے کے لوگ ہیں؟ اور پھر جب ہم یہ اپنے لیے رخ متعین کرلیں گے پھر آگے کردار کی دنیا میں ہمیں راہ متعین کرنا آسان ہو جائے گا۔

ایک سانس پر دو نعمتیں:

اللہ تعالی کی نعمتیں بہت ہیں، بے شمار ہیں'' ان تعدوانعمة الله لاتحصوها ''اگر تم شمار کرنا چاہو تو اللہ تعالی کی نعمتیں تم شمار نہیں کر سکتے۔

آج کل اگر چہ مدارس میں فارسی ختم ہوگئی لیکن کہیں نہ کہیں تھوڑی بہت پڑھائی جاتی ہے اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی کلام شروع کہاں سے ہوتی ہے گلستان میں کہ سانس جب انسان اندر کو کھینچتا ہے

ہر نفس اندروں لے رودمد حیات است
پس در ہر نفس دو نعمت موجود است
و بر یا نعمت شکر واجب است

گلستان یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ ہم جو سانس اندر کو کھینچتے ہیں اس سے ہماری زندگی بڑھتی ہے ہم زندہ رہتے ہیں اور یہی سانس جب باہر نکلتا ہے ہمیں راحت پہنچتی ہے، ہر سانس میں دو نعمتیں موجود ہیں اور ہر نعمت کے اوپر شکر واجب ہے اگر صرف شکر ادا کرنے کے لیے الحمدللہ ہی کہا جائے تو ایک سانس کے ساتھ ہم دو دفعہ الحمدللہ کہیں۔

تو صرف ایک سانس کی نعمت کا شکر ادا ہوتا ہے ایک سانس کے ساتھ اگر ہم دو دفعہ الحمدللہ کہیں باقی نعمتوں کا تو شمار ہی کوئی نہیں، یہ موضوع بہت طویل ہے لیکن اتنا سا اشارہ میں نے کر دیا کہ نعمتیں بہت ہیں۔

جو نعمت جتنی اہم ہے اتنی ہی سستی اور عام ہے:

اور یہ بات اللہ کی قدرت کے تحت اللہ کی رحمت کے تحت ہے کہ جو نعمت زیادہ اہم ہے اتنی ہی وہ زیادہ سستی اور اتنی ہی عام ہے۔

کسی چیز کا عام ہونا یا سستا ہونا اس کے بے قدر ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کی عظمت کی دلیل ہے اصولی درجے میں یہ ایک بات ذہن میں رکھیں انسان کو اپنی زندگی گزارنے کے لیے سب سے زیادہ ضرورت کس چیز کی ہے؟ ہوا کی، کہ جس کے بغیر آپ ایک منٹ یا زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ منٹ زندہ رہ سکتے ہیں۔

اگر آپ کا سانس بند کردیا جائے تو آپ کتنی دیر زندہ رہیں گے زندگی کا دارومدار یہ ہوا ہے،۔

لیکن ہوا آپ کو خریدنی نہیں پڑتی اور یہ اتنی عام ہے کہ بسا اوقات اس کو دروازے بند کر کے روکنا پڑتا ہے جتنی زیادہ ضروری اتنی ہی زیادہ عام اور اتنی ہی اس کی تقسیم مفت اگر ایک پیسہ بھی ایک سانس کی قیمت قرار دے دی جاتی تو شاید بڑے سے بڑے ملک کے خزانے اپنے صدر کو بھی سانس خرید کے نہ دے سکتے ،اگر ایک سانس کی ایک پیسہ بھی قیمت رکھ دی جائے۔

اہم نعمت کا عام ہونا اس کی عظمت کی دلیل ہے:

دوسرے نمبر پر انسان کو زندگی گزارنے کے لیے سب سے زیادہ اہم پانی ہے، پانی کے بغیر بھی انسان زندہ نہیں رہ سکتا آپ جانتے ہی ہیں ہر ضرورت انسان کی جو ہے وہ پانی کے ساتھ ہے اور پانی اس کے لیے کتنا ضروی ہے پانی نہ ملے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔

لیکن یہ نعمت بھی اللہ تعالیٰ کی کتنی عام ہے اور ہم صبح شام اس سے فائدہ اٹھارہے ہیں تو کیا یہ پانی کا عام ہونا اور ہوا کا عام ہونا یا مفت ملنا یا سستا ملنا کیا یہ اس کے بے قدر ہونے کی دلیل ہے؟ نہیں بلکہ یہ تو اس کی اہمیت کی دلیل ہے۔

ہیرا موتی کتنی بڑی بڑی قیمت کی یہ چیزیں ہیں لاکھوں کروڑوں میں انسان خریدتا ہے، یہ جتنی غیر ضروری اتنی مہنگی، اتنا ہی زیادہ اس کا حصول مشکل دیکھنے کو نہیں ملتی، اب اس کی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ غیر ضروری ہیں اور انتہائی مہنگی ،اور جتنی ضروری ہے اتنی ہی سستی اور عام، تو کسی چیز کا سستا ہونا یا عام ہونا یہ اس کے بے قدر ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

بلکہ اس کی عظمت کی دلیل ہے تو اللہ تعالیٰ بسا اوقات اپنی بڑی بڑی نعمتوں کو عام کردیتے ہیں لیکن اس کے اوپر کوئی پردہ ڈال دیتے ہیں ،بسا اوقات انسان کو احساس نہیں ہوتا کہ میں اس نعمت سے فائدہ اٹھارہا ہوں یہ میرے حق میں بہت بڑی نعمت ہے احساس نہیں ہوتا۔

ہمیں کہاں احساس ہوتا ہے کہ اتنی بڑی نعمت سے فائدہ اٹھارہے ہیں ،پانی بہت بڑی نعمت ہے جس سے ہم فائدہ اٹھارہے ہیں، کہاں استحضار ہوتا ہے انسانوں کو؟ گلاس کے گلاس ہم پی جاتے ہیں لیکن الحمد للہ کہنے کی توفیق نہیں ہوتی ،صبح سے لے کر شام تک ہم کتنا پانی استعمال کرتے ہیں کبھی احساس نہیں ہوتا تو بسا اوقات نعمت کے اوپر پردہ پڑا ہوا ہوتا ہے اور وہ پردہ جو ہے وہ اس نعمت کا احساس نہیں ہونے دیتا یہ بھی ایک اللہ کی عادت ہے۔

سرور کائنات ﷺ پر یتیمی کا پردہ کیوں ڈالا؟:

دنیا میں کیا ،ساری کائنات میں سب سے زیادہ مرتبے کی چیز جس کا رتبہ

اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ ہے وہ ہے سرور کائنات ﷺ کی ذات اقدس۔

بعد از خدا بزرگ توہی قصہ مختصر

پوری کائنات میں سے سب سے زیادہ مرتبے کی چیز سرور کائنات ﷺ کی ذات ہے اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کو دنیا میں نمایاں کیا تو اوپر یتیمی کا پردہ ڈال دیا۔

اب آتی ہیں بچوں کو تلاش کرنے والیاں بچوں کو لینے والیاں، یتیم سمجھ کر چھوڑ جاتی ہیں ہمیں کیا ملے گا اس یتیم کی خدمت کرنے سے جب دیکھتیں کہ اس کا باپ بھی نہیں ہے تو چھوڑ کر چلی جاتیں، تو کیا یتیمی کا پردہ جو رسول اللہ ﷺ کے اوپر ڈالا تھا یہ آپ کو بے قدر کرنے کے لیے ڈالا تھا، بے قدر کرنے کے لیے نہیں ڈالا تھا بے قدروں سے بچانے کے لیے ڈالا تھا۔

تو جس نے اس یتیم کو چاہے کسی مجبوری کے تحت جیسے کیسے حالات میں اٹھا کے سینے سے لگایا آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد لوگ اس کی نعتیں اور نظمیں پڑھتے ہیں اور جو اپنے آپ کو بڑا سمجھ کے اس کو یتیم سمجھ کے چھوڑ گئیں تھیں کسی کا نام نہیں معلوم وہ جو مکہ آئیں تھیں اور آپ کو یتیم سمجھ کے چھوڑ گئیں تھیں پتہ ہے کسی کو کہ کیا نام تھا؟ لیکن چاہے مجبوری کے درجے میں صحیح جس نے اس یتیم کو اٹھا کر سینے سے لگایا آج اس کی نعتیں اور نظمیں چودہ سو سال کے بعد بھی پڑھتے ہیں اور جب تک دنیا رہے گی پڑھتے رہیں گے اس کے گھر کو دیکھنے کے لیے ہم سب ترستے ہیں۔

دیکھو! کتنی دفعہ ہم نے کوشش کی کہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی وادی کو دیکھ کر آئیں وہاں ان کا کہاں مکان ہے؟ وہ کون سی وادی ہے جس میں اس یتیم نے بکریاں چرائیں تھیں وہ کون سی جگہ ہے جہاں اس یتیم کا شق صدر ہوا تھا؟۔

تو یتیمی کا پردہ اس کی عظمت کو چھپانے کے لیے ڈالا تاکہ بے قدروں کے ہاتھوں سے یہ بچ جائے اور جس کی قسمت اچھی تھی یہ یتیم اس تک پہنچ گیا۔

بات لمبی کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح سرورِ کائنات ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے یتیمی کا پردہ ڈالا ہے کسی کا پردہ ڈالا اور قسمت والوں کو وہ نعمت مل گئی اور جن کے دل میں دنیا کی محبت تھی وہ اس نعمت سے محروم رہ گئے وہ بے نشان ہو گئے یہ شہرت پا گئے۔

اللہ کی کتاب پر مسکنت کا پردہ:

بالکل اسی طرح اللہ کی کتاب اور اللہ کی کتاب کی تعلیم کا بھی یہی حال ہے، ایک آدمی دنیا دار جس کے دل میں دنیا کی محبت ہو اسے کہو کہ بچے کو قرآن پڑھا تو اس کی طبیعت پر انقباض پیدا ہو جائے گا وہ سکول اور کالج کی طرف یومیہ ہزاروں روپے خرچ کر کے اور ہر قسم کی اس کے لیے مصیبت اٹھائے گا اس کے دل کے اندر اس تعلیم کی قدر ہے اس لیے اس کی خاطر وہ محنت کرتا ہے اور ساری مصیبت برداشت کرتا ہے اور اس قرآن کریم کی تعلیم پر، اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا مسکنت کا پردہ ڈالا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ قرآن پڑھنے سے کچھ ملتا نہیں اس لیے اس کو سینے سے کوئی لگاتا نہیں، اب جو قرآن کریم کے ساتھ یہ دنیا نہیں ملتی۔

مثال کے طور پر ظاہری طور پر جس طرح سے ہے تو یہ قرآن کریم کی عظمت کے خلاف نہیں ہے بلکہ عظمت کو چھپانے کے لیے بے قدروں سے چھپانے کے لیے ہے کہ یہ لوگ

- فرعون کی وراثت کی حاصل کریں
- نمرود کی وراثت حاصل کریں
- شداد کی وراثت حاصل کریں

ان نااہلوں کے لیے یہی ہے دنیا اور آخرت کا خسارہ انہیں کے حصہ میں ہے اور جس نے اللہ کی اس کتاب کو اللہ کی کتاب سمجھ کر سینے سے لگایا اور اپنے دل کے اندر بسایا اور اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ اس کے مقابلے میں ہمیں دنیا ملتی ہے کہ نہیں ملتی۔

انگریز دور میں علماء طلباء کا حال:

آج تو پھر یہاں پاکستان میں پاکستان بن جانے کے بعد ملک کے آزاد ہوجانے کے بعد۔

آپ دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھنے والوں کے لیے اتنی اچھی عمارتیں اور اتنا اچھا کھانا اور اتنی اچھی کتابیں اور اچھی رہائش گاہیں ہیں آپ لوگوں نے انگریزوں کا دور نہیں دیکھا جس وقت کہ حکومت کا پورا زور جو تھا وہ مسلمان کے خلاف تھا،

 نہ سونے کے لیے چارپائی ملتی تھی طالب علموں کو،

 نہ رہنے کے لیے مدرسہ میں کمرہ ملتا تھا،

 نہ پہننے کے لیے کپڑا ملتا تھا،

میری دیکھی ہوئی باتیں ہیں میں چودہ سال کا تھا جب پاکستان بنا ہے میرے سامنے تھے وہ سارے قصے ہر روز طالب علم شام کو اپنا چھوٹا سا برتن لے کے اور ڈنڈا لے کر روٹی مانگتے پھرتے تھے مانگ کر لایا کرتے تھے تو استاد اور شاگرد مل کر کھایا کرتے تھے۔

سنا تو آپ لوگوں نے بھی ہوگا نہ استاذ کی کوئی تنخواہ ہوتی تھی نہ طالب علم کا کوئی وظیفہ ہوتا تھا لسی مل گئی لسی کے ساتھ روٹی کھالی، کہیں سے کوئی سالن مل گیا تو سالن سے کھالی، اس وقت یہ بڑے لوگ جو تھے نواب اور دوسرے سب انتہائی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس طبقے کو کہ یہ تو گداگروں کا طبقہ ہے بچے کو قرآن کریم کیوں

پڑھائیں اس کے پڑھنے کے بعد ہمارا بچہ بھی مانگتا پھرے گا، یہ کھائے گا کہاں سے؟ اس پر جو اللہ تعالیٰ نے مسکنت کا پردہ ڈالا تھا۔

اس سے ان سب لوگوں کو اس نعمت سے محروم کردیا اور جنہوں نے اس کا رخ کیا اور یہ ساری تکلیفیں اٹھائیں اور اللہ کا شکر ہے آج نام انہیں کا باقی ہے پوری دنیا جو ہے وہ ان کی عظمت کی قائل ہے اور ان نوابوں کو کوئی نہیں جانتا، جنہوں نے اس قرآن کریم کو چھوڑا۔

اس لیے یہ نعمت اتنی بڑی ہے اللہ تعالیٰ کا قرآن اور اللہ کے قرآن کے ساتھ تعلق جو ہمیں حاصل ہے لیکن ہمیں اس کی قدر و قیمت کا احساس نہیں ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس نعمت کا احساس ہو جائے کہ آپ کتنی بڑی نعمت کے مالک ہیں۔

آیت کی تفسیر:

میں نے قرآن کریم کی آیت پڑھی آپ کے سامنے پہلے قرآن کریم کا ذکر ہے میں چونکہ حافظ نہیں اس لیے ذرہ احتیاط سے بولتا ہوں کوئی الٹی بات میرے منہ سے نکل جائے تو ذرا درگزر فرمانا۔

"**یا ایھاالناس قدجاء تکم موعظة من ربکم الخ**" یہ قرآن کریم کا تذکرہ ہے یہ سورۃ یونس میں ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہے یہ معجزہ ہے، یہ شفاء ہے، یہ ھدیٰ ہے، یہ رحمت ہے۔

لیکن یہ فوائد کون حاصل کرے گا جو ایمان لائے گا جو اس کو تسلیم کرے گا "**للمؤمنین**" اور پھر قبول کرنے والوں سے کہا جارہا ہے کہ یہ تو اللہ کا فضل اور اللہ کی رحمت تمہیں حاصل ہوگئی اگلا لفظ یہ قابل توجہ ہے "**ھو خیر مما یجمعون**" **مایجمعون** اہل علم اس لفظ کے معنیٰ کو سمجھتے ہیں کہ **ما** عموم کو چاہتا ہے جو کچھ بھی تم اکٹھا کرتے ہو دنیا میں جو کچھ بھی جمع کرتے ہو یہ اس سے بہتر ہے۔

اب تم جو جمع کرتے ہو، سونا جمع کرتے ہو، چاندی جمع کرتے ہو، جائیدادیں بناتے ہو، فیکٹریاں بناتے ہو، جو کچھ بھی تم جمع کرتے ہو، اس کے مقابلے میں'' ھو خیر '' ہے اس لیے اللہ کے اس فضل اور رحمت کے حاصل ہونے پر'' فلیفرحوا'' خوشیاں مناؤ، خوش ہو جاؤ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل اور رحمت عطا فرما دیا۔

فلیفرحوا کا ترجمہ:

'' فلیفرحوا'' کا زور سمجھنے کے لیے۔

آپ ذرا توجہ فرمائیں! دنیا میں ایک شخص ایسا گزرا ہے جس کا سرمایہ دار ہونا ضرب المثل بن گیا وہ ہے قارون، اب اگر کسی کے سرمایہ دار ہونے کا تذکرہ کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ وقت کا قارون ہے جیسے متکبر کے لیے فرعون کا لفظ محاورہ بن گیا، حسن کے لیے یوسف ایک محاورہ بن گیا، سرمایہ دار کے لیے قارون ایک محاورہ بن گیا، یہ وقت کا قارون ہے مطلب یہ ہے کہ بہت بڑا سرمایہ دار ہے۔

اس کے سرمائے کی تعریف قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کی ہے کہ کتنا بڑا سرمایہ دار تھا لیکن اس کو جو نصیحت کی گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کی طرف سے وہ یہ ہے کہ'' لاتفرح ان اللہ لایحب الفرحین '' اپنی اس دولت کے اوپر خوش نہ ہو اس مال و دولت کے اوپر خوشیاں منانے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا'' لاتفرح '' اور آپ جانتے ہیں کہ'' لاتفرح '' نہی کا صیغہ ہے اور'' فلیفرحوا'' امر کا صیغہ ہے ادھر ہے خوشیاں مناؤ تمہیں یہ اللہ کا فضل اور رحمت حاصل ہوگئی اور ادھر ہے کہ مال و دولت پر خوشی نہ منانا خوشیاں منانے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا'' لاتفرح ان اللہ لایحب الفرحین ''۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک طرف قارون کے خزانے ہیں

وہ آپ کو ہو جائیں حاصل تو آپ کا خوش ہونا اور اس کے اوپر اترانا اللہ کو پسند نہیں ہے اور ایک طرف یہ اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے اگر حاصل ہو گیا تو اللہ کہتا ہے کہ اب تمہیں یہ رحمت اور فضل تمہیں مل گیا تم جو کچھ بھی جمع کرتے ہو اس کے مقابلے میں یہ بہتر ہے اس سے اندازہ کریں کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے جو اللہ کی طرف سے حاصل ہوئی تو ہم لوگ حامل ہیں اس نعمت کے ایک تو ''خیر مما یجمعون'' یہاں لفظ ہے اور ایک ابھی میرے ذہن میں آیا یہی ''خیر مما یجمعون'' کا لفظ سورۃ ال عمران میں غزوہ احد کے تذکرے کے اندر آیا ہوا ہے، جہاں منافقین نے تذکرے کیے تھے، تبصرے کیے تھے کہ اگر یہ لوگ نہ جاتے تو نہ مرتے ہمارے پاس رہتے تو یہ نہ مرتے بلکہ بچ جاتے۔

وہاں قرآن کریم کہتا ہے کہ بچتا بچاتا کوئی نہیں ہے مرنا ہر کسی نے ہے اگر تم اتنے سمجھ دار ہو کہ تمہاری تدبیروں پر چلنے سے کوئی موت سے بچ سکتا ہے تو تم ذرا موت سے بچ کے دکھا دینا، جو پیدا ہوا ہے موت سے نہیں بچ سکتا مرنا تو بہر حال ہے، موت تو آنی ہے''محیی و ممیت'' تو اللہ کی ذات ہے۔

لیکن جو اس موت سے بچ گیا جس کو شہادت کہتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی بہت ساری خیر سے محروم ہو گیا''ولئن قتلتم فی سبیل اللہ الخ''اگر تم اللہ کے راستے میں قتل ہو گئے، یا اللہ کے راستے میں تمہیں طبعی موت آ گئی جیسے حدیث میں آتا ہے دونوں برابر ہیں نکلے ہوئے تھے اللہ کے راستے میں لیکن کسی طبعی موت سے مر گئے سانپ نے کاٹ لیا کوئی اور اس طرح کا واقعہ پیش آ گیا وہ بھی شہید ہے۔

تو جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مرا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو قتل ہو گیا تو اس کو اللہ کی مغفرت حاصل ہو گی اور اللہ کی رحمت حاصل ہو گی وہ''خیر مما یجمعون'' ہے دنیا میں تم جو کچھ کرتے ہو اس سب سے بہتر ہے تو وہاں بھی''خیر مما یجمعون'' آیا ہوا ہے۔

لیکن کسی بات کے ساتھ اللہ کی رحمت اور فضل کا حاصل ہو جانا یہ ''خیر مما یجمعون'' ہے تو اللہ کا فضل، اللہ کی رحمت، اللہ کی مغفرت دنیا کے پورے ساز و سامان کے مقابلے میں افضل ہے اور اتنی بڑی نعمت اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی نعمت دیدی۔

حصول قرآن کے بعد دنیا کی تمنا:

اس لیے اس آیت کی تفسیر میں جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے مدارس میں غالباً صحابہ میں سے کسی کا قول نقل کیا ہے حدیث تو نہیں کہتا کہ رسول اللہ کا قول ہے میرے ذہن میں نہیں اس وقت۔

بہر حال اس میں یہ لکھا ہے اسی آیت کے تحت کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی نعمت دیدے اور پھر وہ دنیا کی کسی نعمت کو سوچ کے کہے کہ ہائے میرے پاس وہ نہیں ہے کسی نعمت کو دیکھ کر کوٹھی کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ میرے پاس نہیں ہے اپنے آپ کو سمجھتا ہے کہ میں خالی ہوں، صدارت وزارت کو دیکھتا ہے سمجھتا ہے مجھے یہ حاصل نہیں قرآن کریم کے حاصل ہو جانے کے بعد دنیا کی کسی نعمت کے متعلق یہ خیال کرنا کہ کاش میرے پاس یہ ہوتی۔

تو وہاں یہ قول دیکھ لینا چونکہ وہ پورے لفظ مجھے مستحضر نہیں ہیں بیچ بیچ کے کہہ رہا ہوں وہاں لفظ یہ ہیں کہ اس نے قرآن کریم کی قدر نہیں کی جس کو دنیا کی کسی نعمت کو دیکھ کر حسرت آئے اس نے قرآن کریم کی قدر نہیں کی۔

- آپ کے سامنے سونے کا پہاڑ آجائے آپ کہیں کہ یہ کوئی چیز نہیں قرآن اس سے بہتر ہے،
- آپ کے سامنے بڑی سے بڑی فیکٹری آجائے آپ کہیں کہ کوئی چیز نہیں قرآن اس سے بہتر ہے،

آپ کے سامنے دنیا کا کوئی جاہ وجلال آجائے آپ کہیں کہ یہ کوئی چیز نہیں قرآن اس سے بہتر ہے،

کہ اگر تقابل ہوتا کہ اللہ تعالیٰ مجھے قرآن نہ دیتا اور ملک کا صدر بنا دیتا تو میرے لیے خسارے کی بات تھی، اللہ تعالیٰ مجھے سونے کا پہاڑ دے دیتا میرے لیے خسارے کی بات تھی، جب تک دل کے اندر اتنی عظمت نہیں ہوگی تو اس وقت تک یوں سمجھو کہ قرآن کریم کی آپ نے قدر نہیں کی۔

اپنی شخصیت کو پہچانو:

تو جب اتنی بڑی نعمت کے ہم حامل ہوگئے تو وہی بات دہراتا ہوں جو مولانا کہہ رہے تھے، تو آپ نے اپنی شخصیت کو پہچان لیا، کہ آپ کس نعمت کے حامل ہیں؟ اور کائنات کے اندر آپ کا مرتبہ اور مقام کیا ہے؟ اب آگے انسان کو اپنی عملی زندگی کے اندر پھر وہی کردار اختیار کرنا چاہیے، جو اس عظمت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے، وہ کردار کیا ہے؟ آپ کا ظاہر باطن اچھا ہو، آپ کا اخلاق جو ہے وہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو، پاک دامن عفت اور تقویٰ طہارت آپ کی ہر طرح سے کامل ہو تو پھر تو ہے کہ آپ نے اس نعمت کی قدر کی ہے، اور اپنے آپ کو پہچان کر اپنا کردار اپنا اخلاق اس منصب کے مطابق بنایا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کتاب کی وجہ سے دیا ہے۔

اور اگر آپ ہوگئے قرآن کریم کے حافظ قاری بن گئے سب کچھ ہے لیکن یہ ہمیں احساس ہی نہیں کہ ہم بہت بڑے آدمی ہیں احساس ہی نہیں ایک آدمی وزیر اعظم ہے اس کو پتہ ہی نہیں کہ میں وزیر اعظم ہوں اس لیے وہ نالیاں صاف کرنے لگ جائے تو آپ جانتے ہیں کہ یہ حماقت ہے، اسی طرح سے قرآن کریم کا حامل جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی نعمت دی ہے اگر اخلاق کا معیار اس کا پست ہوگیا، اس کا

ظاہر باطن ایک نہ ہوا اس کی خلوت جلوت ایک نہ ہوئی اور سرور کائنات ﷺ کی سنت کے مطابق اس کی زندگی نہ ہوئی یا اخلاق کے اندر کسی قسم کا خلل آگیا تو یوں سمجھو کہ ہم نے اپنے آپ کو سمجھا نہیں۔

ہم بہت بڑے درجے کے لوگ تھے لیکن اپنے آپ کو نہ پہچاننے کی وجہ سے ہم نے اپنے آپ کو بہت پست اور اپنے آپ کو ذلیل کر دیا یہ استحضار جو ہے انسان کو کہ ہم اللہ کی کتاب کے حامل ہیں اور اللہ کی کتاب کے حامل کی یہ عظمت ہے یہ آپ کو اچھا اخلاق، اچھا کردار، اچھی چیز کے اختیار کرنے کی طرف راغب ہوگا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نعمت کی قدر کرنے کی توفیق دے اور اسی کے شان کے لائق ہمیں کردار اپنانے کی توفیق دے،

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خوابوں کی حقیقت
اور
علماء دیوبند کا مقام

بموقع: ختم بخاری شریف

بتاریخ: ۱۸.۶.۲۰۱۱

بمقام: جامعہ خالد بن ولید وہاڑی

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

تحمل حدیث کے مختلف طریقے:

طالب علم کے عبارت پڑھنے کے بعد میرا عام طور پر معمول ہے خود اپنی زبان سے بھی روایت کو تلاوت کرنے کا، بارہا آپ حضرات نے میری زبان سے یہ روایت سنی ہوگی اصل میں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں تحمل حدیث کے دونوں طریقے ہیں۔

- ایک طریقہ ہے قرأت علی الشیخ،
- ایک طریقہ ہے سماع من الشیخ،

قرأۃ علی الشیخ کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ طالب علم پڑھتا ہے اور استاذ سر ہلا کے اس کی تصدیق کر دیتا ہے تو اس علم کی نسبت اس استاذ کی طرف ہو جاتی ہے اس کو قرأت علی الشیخ کہتے ہیں، استاذ کو پڑھ کے سنا دیا۔

اور ایک طریقہ ہے سماع من الشیخ کا استاذ کی زبان سے حدیث سننا کہ استاذ عبارت پڑھے اور شاگرد سن لے اس کو سماع من الشیخ کہتے ہیں، نسبت قائم کرنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے اور تیسرا طریقہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ ایک طالب علم نے عبارت پڑھی، باقی ساری جماعت آپ کے سامنے جو بیٹھی ہے انہوں نے اپنی زبان سے یہ عبارت اپنے استاذ کو نہیں سنائی۔

ہاں البتہ استاذ کے سامنے پڑھی گئی ہے اور انہوں نے سنی ہے اس کو کہتے ہیں قرأۃ علی الشیخ وانا اسمع یہ تیسرا طریقہ ہے کہ میری موجودگی میں استاذ کو حدیث پڑھا کر سنائی گئی تھی اور میں موجود تھا تو جب یہ صورت حال ہوتی ہے تو بھی استاذ کے ساتھ نسبت صحیح قائم ہوجاتی ہے۔

چنانچہ ہم صحاح ستہ جو پڑھتے ہیں اس میں ہمارے ہاں ایک کتاب ہے سنن نسائی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک استاذ ہیں حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

جب ان کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں تو ہمیشہ یہ لفظ ساتھ بولتے ہیں ،قرئ علیہ وانا اسمع یہ حدیث میں نے اپنی زبان سے پڑھ کے نہیں سنائی اور استاذ کی زبان سے بھی نہیں سنی۔

بلکہ استاذ کی مجلس میں یہ روایت پڑھی گئی تھی اور میں موجود تھا اور اپنے موجود ہونے کی وجہ سے ،پڑھی طالب علم نے ،سنی استاذ نے، میں موجود تھا اس کے ساتھ بھی علم کا اتصال قائم ہو جاتا ہے۔

تو یہاں ہماری اس مجلس کے اندر تینوں صورتیں بن جاتی ہیں طالب علم نے عبارت پڑھی ہے یہ قراءۃ علی الشیخ ہے، اور میں نے عبارت پڑھی انہوں نے سنی یہ سماع من الشیخ ہے اور طالب علم نے پڑھی میں نے اور ان سب حضرات نے سنی تو یہ اتصال ہو گیا کہ استاذ کے سامنے یہ روایت پڑھی گئی تھی اور ہم اس مجلس میں موجود تھے اس کے ساتھ علم کا اتصال ہو جاتا ہے ،تو یہ تینوں صورتیں جو ہیں تحمل علم کی وہ اس مجلس کے اندر ان طلباء کے لیے ہو جایا کرتی ہیں۔

یہ تو میں نے اس لیے اظہار کر دیا کہ جب طالب علم نے عبارت پڑھ لی تو میرے پڑھنے کی کیا ضرورت تھی میں نے اس کی وجہ آپ کو بتائی ہے تا کہ اتصال کی یہ صورت سامنے آجائے جس کو ہم سماع من الشیخ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا قول مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں:

بات یہ ہے کہ آج طبیعت جو تھی وہ ٹھیک نہیں تھی سر میں چکر سا تھا تو میں نے مولانا ظفر احمد صاحب جو بہت قدیم زمانے سے میرے ان دوستوں میں سے ہیں کہ جیسے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ ان کے چچا زاد بھائی تھے مولانا محمد یوسف صاحب جو حضرت جی کے نام سے تبلیغی جماعت میں مشہور تھے اور

چچا زاد بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ حضرت شیخ الحدیث کے داماد بھی تھے اور داماد ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے۔

تو یہ اللہ کی حکمت ہے کہ مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی وفات جو ہے وہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں ہوگئی حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے جب ان کی وفات ہوئی، آپ لوگوں کو یاد ہوگا خاص طور پر جو تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں کہ مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات لاہور میں ہوئی تھی تبلیغی دورے پر آئے ہوئے تھے تو لاہور میں ان کی وفات ہوئی تھی ان کی وفات پر حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مضمون چھپا تھا غالباً ''خدام الدین'' میں تو اس مضمون کی ابتداً حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کے ساتھ کی تھی۔

''کان مملوکی فصار مالکی و ھذا من اعجبہ زمانہ''

محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ میرا مملوک تھا چونکہ شاگرد بھی تھے اور داماد بھی تھے اور داماد بیٹے کی جگہ ہوتا ہے لیکن اس کو اللہ نے اتنی صلاحیت دی کہ میرا وہ مالک بن گیا ''کان مملوکی فصار مالکی وھذا من اعجبہ زمانہ'' زمانہ کے عجائبات میں سے یہ بھی ایک عجوبہ ہے۔

حضرت حکیم العصر مدظلہ کا قول مولانا ظفر احمد قاسم کے بارے میں:

وہی کیفیت ہے مولانا ظفر احمد صاحب کی، یہ چھوٹے سے تھے جب میرے پاس آئے، آج سے تقریباً پینتالیس سال پہلے حفظ کیا اور انیس سو ساٹھ بلکہ انیس سو چھیاسٹھ میں حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو یہ مشکوٰۃ میں تھے اور میں بھکر گیا ہوا تھا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا تار انہوں نے ہی مجھے دیا تھا۔

تو وہ تیرہ سو ستاسی ہجری بنتا ہے تیرہ سو ستاسی ہجری میں یہ فارغ ہوئے ہیں دارالعلوم کبیر والہ سے اور میں اس وقت وہیں موجود تھا تو پینتالیس سال ہوگئے

ان کو فارغ التحصیل ہوئے اور اس علم کی خدمت کرتے ہوئے، میرے ساتھ ان کا معاملہ نہایت نیاز مندی کا ہے بلکہ میں کہوں کہ بہت سارے احسانات ان کے میرے پہ ایسے ہیں کہ میں اعتراف کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا سوائے اس کے کہ میں ان کے لیے علم وعمل میں برکت کی دعا کروں باقی میرے پاس ان کو دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔

بہر حال آج یہ ترانہ سنا بچوں کا تو بچوں کا ترانہ سنتے ہوئے ایک بات کی طرف طبیعت متوجہ ہوئی تو بیان کا ارادہ نہ ہونے کے باوجود کوئی دو چار باتیں اس سلسلے میں عرض کرنے کو جی چاہتا ہے ارادہ تو بیان کا نہیں تھا لیکن اس ترانے کو سننے کے بعد کوئی ایک دو باتیں عرض کرنے کو جی چاہتا ہے۔

خواب کی حقیقت:

ایک لفظ ہے جو آپ سنتے رہتے ہیں خواب اور آپ سب کو ہی آتے ہیں اور عربی میں اس خواب کو رؤیا کہتے ہیں لفظ رؤیا بولا جاتا ہے تو اس رؤیا کی حیثیت یعنی انسان سویا ہوا نیند کی حالت میں جو کچھ دیکھتا ہے اس کی بہت ساری اقسام ہیں نہ تو یہ بالکل قابل اعتبار ہے اور نہ ہی یہ بالکل ناقابل اعتماد ہے اور آج کل چونکہ ہم لوگ معدے کے مریض ہیں، تبخیر کے مریض ہیں اس لیے یہ آدمی جو سونے کے بعد بھاگ دوڑ کرتا ہے خواب کے اندر بے ترتیب خیالات اور اٹھنے کے بعد سوچتا ہے کہ بات کہاں سے شروع ہوئی تھی اور کہاں پہنچی کچھ پتہ نہیں ہوتا۔

یہ بے ہودہ خیالات یہ خواب نہیں کہلاتے پھر بسا اوقات دن کی باتیں جو سنی ہوئی ہوتی ہیں یا ایسے کام جو شیطان کے پسندیدہ ہوتے ہیں ان کے کرتے کرتے شیطانی خیالات کے ساتھ اتنی مناسبت ہو جاتی ہے کہ سونے کے بعد آدمی شیطان کے

تصرف میں آجاتا ہے اور وہ بری بری باتیں ان کے دل ودماغ کے اندر ڈالتا رہتا ہے ایسے ایسے خیالات دل کے اندر ڈالتا ہے آپ جانتے ہیں کہ جس کے نتیجے میں بسا اوقات انسان کے اوپر غسل بھی فرض ہوجایا کرتا ہے۔

تو یہ جو بے ہودہ خیالات ہیں یہ کوئی قابل اعتماد خواب نہیں ہیں تو بے ہودہ خیالات جن کی بنیاد کچھ نہ ہو وہ بھی کچھ نہیں اور ایسے گندے خیالات اور اس طرح کی باتیں جو ہیں یہ بھی کچھ نہیں۔

وحی تو ختم ہوگئی لیکن مبشرات باقی ہیں:

اس لیے ہمارے خواب اور آپ کے خواب کو اتنی اہمیت نہیں ہے کہ اس کے اوپر دارومدار رکھ کے کوئی بات کی جاسکے ورنہ فی حد ذاتہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وحی تو منقطع ہوگئی اور آنے والے حالات کے جاننے کا ذریعہ قطعی طور پر جو ہے وہ صرف وحی ہے جو بات وحی سے ثابت ہو وہ یقینی اور قطعی ہے وہ تو ہوگئی ختم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔

لیکن اس کے بعد کچھ مبشرات باقی ہیں حدیث شریف میں آتا ہے کہ مبشرات باقی رہیں گے اور وہ مبشرات کیا ہیں؟ اچھے خواب جو مومن اپنے متعلق دیکھے یا مومن کسی دوسرے کے متعلق دیکھے وہ خواب جس کے ساتھ کسی کی فضیلت ثابت ہو اور اس کے اچھے مستقبل کی طرف اشارہ ہو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبشرات قرار دیا اور فرمایا کہ اچھا خواب، نیک خواب، اچھے آدمی کا خواب یہ نبوت کے حصے میں سے ایک حصہ ہے جس طرح نبوت سے آنے والے حالات کی خبر ملتی ہے بسا اوقات خواب کے ساتھ بھی اس قسم کی خبر مل جاتی ہے۔

لیکن وہ خواب ہوگا اس کے پہچاننے کے لیے آپ جانتے ہیں کہ علم تعبیر اللہ

تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ جو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا تھا وہی علم تعبیر اللہ کسی کسی کو دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ سے خواب سنتے تھے اور سننے کے بعد اس کی تعبیر دیا کرتے تھے۔

خوابوں کی اقسام:

اور ساتھ ہی فرمایا کہ بعضے خواب نفسانی ہوتے ہیں اپنے ہی خیالات دماغ سے ٹکراتے رہتے ہیں کوئی گزرا ہوا واقعہ یاد آجاتا ہے، بعضے خواب شیطانی ہوتے ہیں کہ شیطان خیالات ڈالتا ہے تخویف کا کام کرتا ہے۔

اور بعضے خواب ایسے ہوتے ہیں جو واقعۃً اللہ کی طرف سے دل ودماغ کے اندر ڈالے جاتے ہیں اور وہ مبشرات کے درجے کے ہوتے ہیں اس لیے میں نے کہا کہ نہ تو ہر خواب قابل اعتماد ہے اور نہ ہر خواب ناقابل اعتماد ہے۔

بلکہ صحیح خواب صالح آدمی کو جو آئے خاص طور پر جن کو سچ بولنے کی عادت ہو حلال کھانے کی عادت ہو، اللہ کی طرف توجہ رہتی ہو اس کو اگر کوئی خواب آتا ہے تو بسا اوقات وہ سچا خواب ہوتا ہے اور اس کے ساتھ کسی انسان کے مرتبے کی نشاندھی ہو جاتی ہے۔

جس کا ظاہر شریعت کے مطابق نہ ہو وہ بزرگ نہیں:

یہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کا تذکرہ آپ سنتے رہتے ہیں، امت کے ان افراد میں سے ہیں جن کا امت کے اوپر ایک بہت بڑا احسان ہے اور یہ مرتبے ان کو ملے ہیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستے پہ چل کر جس کا ظاہر شریعت کے مطابق نہ ہو جس کا ظاہر سنت کی اتباع میں نہ ہو وہ شخص اگر آسمانوں پر اڑتا ہوا بھی نظر آئے پانی کے اوپر پیدل چلتا ہوا، اگر آپ کو نظر آئے اس

کی کوئی حیثیت نہیں اگر اس کا ظاہر شریعت کے مطابق نہیں ہے اور وہ متبع سنت نہیں ہے تو آپ اس کو شعبدبازی سمجھ لیجئے کہ کوئی کمال نہیں ہے ہوا میں اڑتا ہوا کسی کو دیکھنا پانی کے اوپر پیدل چلتا ہوا دریا پر دیکھو تو بھی قابل اعتماد نہیں اگر اس کی حالت شریعت کے مطابق نہیں اور سنت کے مطابق نہیں اللہ تک پہنچنے کا راستہ اور روحانی کمال حاصل کرنے کا راستہ ایک ہی ہے ، وہ ہے سرور کائنات ﷺ کی سنت اور شریعت کی اتباع اس کے بعد کوئی ملنگ کی شکل میں ہو کوئی مجذوب کی شکل میں ہو کوئی کسی شکل میں ہو۔

لیکن اگر وہ ظاہری طور پر شریعت کا پابند نہیں ہے تو اس کے کسی کمال کا کوئی اعتبار نہیں یہ سبق یاد کرلو بہت ساری گمراہیوں سے بچ جاؤ گے ورنہ آج کل لوگ مختلف رنگوں میں اور عجیب شعبدہ بازی کر کے لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک شاگرد کا خواب:

کتاب کے شروع میں جلد اول میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھے ہوئے ہیں اس میں ہے کہ ایک شخص نے بلکہ محمد یوسف الفربری رحمۃ اللہ علیہ نے جوان کا شاگرد ہے جس کی روایت کے ساتھ یہ نسخہ ہمیں ملا ہے۔

انہوں نے خواب دیکھا کہ سرور کائنات ﷺ جارہے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پیچھے پیچھے جارہے ہیں اور آپ کے نقش قدم کو دیکھ کر اس کے اوپر قدم رکھتے ہوئے جارہے ہیں یہ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا اپنے استاذ کے متعلق بیدار ہونے کے بعد خواب کی تعبیر معلوم کی گئی تو معلوم ہوا کہ استاذ کی اس فضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کامل طریقے سے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے والے ہیں آپ کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں نقش قدم پر چلتا ہوا خواب میں دیکھا یہ خواب مبشرات میں سے ہے۔

مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک بزرگ کا خواب:

ہمارے بزرگ تشریف فرما ہیں نقشبندی سلسلے کے معروف بزرگوں میں سے ہیں تو نقشبندی سلسلے کے ہی ایک بزرگ انبالہ میں تھے سائیں توکل شاہ، شاید ہندوستان کا کوئی پرانا آدمی انبالہ کی طرف کا ہو تو اس کو معلوم ہوگا معروف بزرگ تھے سائیں توکل شاہ تو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح چھپی ہے، دارالعلوم کے دفتر سے جس کی اشاعت ہوئی اس میں یہ خواب لکھا ہوا ہے سائیں توکل شاہ کا، یہ توکل شاہ انبالہ کے رہنے والے تھے، انبالہ پنجاب میں ہے، وہ پنجاب جو انڈیا میں چلا گیا اور وہ آخری ضلع ہے پنجاب کا اس کے بعد دریائے جمنا آتا ہے، دریائے جمنا کے بعد یوپی شروع ہوجاتا ہے۔

اور پہلا ضلع سہارنپور ہے، اور سہارنپور میں دیوبند ہے، سہارنپور میں نانوتہ ہے، سہارنپور میں ہی گنگوہ ہے، یہ سارے قصبے ضلع سہارنپور میں ہیں، تھانہ بھون وہ ضلع مظفر نگر میں ہے وہ دوسرے ضلع میں ہے تو سائیں توکل شاہ پنجابی ہیں، ایک خواب دیکھتے ہیں سائیں توکل شاہ اور وہ خواب سوانح قاسمی میں لکھا ہوا ہے وہ سوانح قاسمی جو دیوبند سے شائع ہوئی ہے، سائیں توکل شاہ کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ جو ہیں وہ جلدی جلدی کسی طرف کو بھاگے جارہے ہیں۔

تو میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کہاں جارہے ہیں تو مجھے خواب میں بتایا گیا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور لوگ ان کی زیارت کے لیے جارہے ہیں، یہ ایک خواب کی بات ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور لوگ ان کی زیارت کے لیے جارہے ہیں تو سائیں صاحب کہتے ہیں کہ میں بھی ساتھ بھاگ نکلا تو ایک نوجوان پر میری نظر پڑی کہ وہ تیز تیز نہیں چل رہا۔

بلکہ بہت غور کے ساتھ نیچے زمین پر نظر لگائے ہوئے ہے اور دیکھ دیکھ کر سوچ سوچ کر قدم اٹھاتا ہے سست رفتاری کے ساتھ وہ چل رہا تھا اور دیکھ دیکھ کر نیچے غور کر کے وہ قدم اٹھاتا جارہا تھا تو وہاں سائیں صاحب کا پنجابی کا فقرہ کتاب میں لکھا ہوا ہے سائیں نے کہا ''او جوانا چھیتی آ'' اوئے جوانا چھیتی آ'' یہ پنجابی میں چھیتی آ کا مطلب ہے کہ جلدی جلدی چل، سائیں صاحب نے کہا تو وہ کہتا ہے کہ حضرت نہیں میں تو دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم کہاں کہاں پڑا ہے۔

میں تو وہاں قدم رکھتا ہوا آرہا ہوں میں تو اس طرح سے آرہا ہوں تو سائیں صاحب یہ جواب سن کر چونکے، کہنے لگے کہ جوانا تیرا نا کی اے (اے تیرا نام کیا ہے؟) تو اس جوان نے کہا جی مجھے قاسم نانوتوی کہتے ہیں اور سائیں صاحب نے محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہوا نہیں تھا، سنا ہوا تھا، شہرت سنی ہوئی تھی، دیکھا ہوا نہیں تھا۔

صبح اٹھے اور سامان سفر باندھا کہ میں اس جوان کو دیکھ کر آتا ہوں جس کو رات خواب میں دیکھا ہے، دیوبند تشریف لے گئے بغیر کسی سے پوچھے بغیر کسی کے بتائے جب مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر نظر پڑی تو فرمایا کہ یہی جوان ہے جس کو میں نے رات دیکھا ہے بغیر بتائے پہچان لیا۔

تو جیسے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اگر ان کے شاگرد نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل رہے ہیں تو ان کی یہ فضیلت کتابوں میں لکھی گئی ہے یہ مبشرات میں سے ہے اسی طرح توکل شاہ اپنے وقت کے بزرگ انہوں نے بھی مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دیکھا اور پھر پہچان لیا کتاب کے متن میں تو بات اتنی ہے غالباً تیسری جلد ہے، سوانح قاسمی کے متن میں تو بات اتنی ہے اور یہ کتاب لکھی ہوئی ہے مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی لیکن اس کے اوپر حاشیہ دیا ہے مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو مہتمم تھے دارالعلوم دیوبند کے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس خواب میں اتنا اضافہ بھی سنا ہے یہ حاشیہ میں قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہے کہ سائیں صاحب جب چلتے ہوئے آگے گئے تو دیکھا کہ وہ نوجوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پہلے پہنچا ہوا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم نے خواب کا یہ حصہ بھی سنا ہے تو یہ بات مبشرات میں سے ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کمال اتباع سنت اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نقش قدم پر چلنے کی بجائے کوئی کتنا تیز رفتار ہو لیکن اس شخص سے آگے نہیں نکل سکتا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا ہے یہ خواب مبشرات میں سے ہے جو مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سائیں توکل شاہ صاحب نے دیکھا۔

یہ نام بار بار اس لیے لے رہا ہوں تاکہ نام یاد ہو جائے خواب دیکھنے والے سائیں توکل شاہ صاحب ہیں نقشبندی سلسلے کے بزرگ ہیں اور خواب لکھا ہوا ہے سوانح قاسمی کی تیسری جلد میں، جس میں اضافہ ہے قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو مہتمم ہیں دارالعلوم دیوبند کے کہ ہم نے اس خواب کا یہ حصہ بھی سنا ہے کہ سائیں صاحب آگے پہنچے تو وہ جوان جو تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہلے پہنچا ہوا تھا ایسے ہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات جہاں لکھے ہیں ان میں یہ خواب بھی ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک محدث کا خواب؛

یہ بھی لکھا ہے کہ ایک محدث نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع کچھ اصحاب کے سڑک کے کنارے پر کھڑے ہیں اور ایسے کھڑے ہیں کہ جس طرح سے کسی مہمان کا استقبال کر رہے ہوں کہ کوئی مہمان آنے والا ہے اور اس کے منتظر ہیں جیسے آپ کا کوئی بزرگ آنے والا ہو تو اڈے میں آپ جا کے کھڑے ہو جائیں کہ گاڑی آئے گی تو وہ اتریں گے اس طرح سے یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے اسی کتاب کے مقدمہ میں شروع میں ہی لکھا ہوا ہے۔

یہ انہوں نے دیکھا تو پوچھا خواب میں یارسول اللہ! کس کا انتظار ہے؟ آپ یہاں جو کھڑے ہیں تو کس کا انتظار ہے؟ فرمایا کہ محمد بن اسماعیل بخاری آرہا ہے اس کے انتظار میں کھڑے ہیں خواب دیکھنے والے نے وہ اپنا وقت یاد کیا اور جس وقت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی اطلاع پہنچی تو وہ وہی وقت تھا جس وقت کہ اس شخص نے خواب دیکھا تھا تو یہ سعادت مند لوگ ہیں کہ جن کے عالم آخرت کی طرف منتقل ہونے کے لیے اللہ کا رسول اور صحابہ بھی راہ دیکھتے ہیں یہ عظمت ہے ان لوگوں کی جنہوں نے کسی نہ کسی درجہ میں اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کی ہے، بالکل بعینہ ایسا خواب تھا اصل تو ذکر کرنا وہ مقصود ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک طالب علم کا خواب:

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بیمار تھے آخری ایام میں تو ایک طالب علم خواب دیکھتا ہے یہ بھی کتاب میں لکھا ہوا ہے ایک طالب علم خواب دیکھتا ہے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا پلنگ اٹھا کے گھر سے مدرسے میں لایا گیا ہے اور آپ اس کے اوپر تشریف فرما ہیں بیٹھے ہیں نحیف تھے کمزور تھے۔

پلنگ پر آپ بیٹھے ہیں اور مدرسے کے صحن کے اندر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ موجود ہیں جب وہ پلنگ سامنے آیا تو رسول اللہ آگے بڑھے مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی کو بوسہ دے کر کہا میرے چاند کیا دیر ہے، میرے چاند کیا دیر ہے اسی دن تھوڑے وقت کے بعد حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئی یہ ہیں وہ باتیں جن کو مبشرات کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے جو علامت ہیں اس بات کی کہ یہ لوگ اللہ کے نزدیک کتنے مقبول تھے اور عالم روحانیت کے اندر ان کا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنا مضبوط تعلق تھا۔ اس میں اگر واقعات نقل کرنا چاہوں اپنے اکابر کے تو بہت سارے واقعات ہیں۔

خود ساقی کوثر نے رکھی میخانے کی بنیاد یہاں:

لیکن آج یہ خواب کی باتیں کرنے کی طرف طبیعت کیسے متوجہ ہوگئی تو میرا خیال ہے اب سے پہلے جب سے یہ دورہ حدیث شریف ہوا ہے اسی اسٹیج پر ختم بخاری میں ہی کرواتا ہوں کتنے سال ہوئے ہیں مولانا ظفر صاحب دورے کو شروع ہوئے؟ (تیرہ سال ہوگئے) اوران کی ساری مجالس میں اللہ کی توفیق کے ساتھ آتا جاتا ہوں۔

لیکن یہ خواب کی باتیں میں نے کبھی بیان نہیں کیں آج طبیعت میں ایسے جوش چڑھ گیا، کیوں چڑھ گیا اس میں بھی ایک لفظ کی وضاحت آپ کے سامنے کرنا چاہتا تھا کہ ہمارے ان بچوں نے جو ترانہ پڑھا ہے اس ترانے کے اندر جو پہلا شعر تھا۔ خود ساقی کوثر نے میخانے کی رکھی بنیاد یہاں، خود ساقی کوثر نے رکھی میخانے کی بنیاد یہاں، معنیٰ تو آپ جانتے ہیں ساقی کوثر سے مراد ہیں حضور ﷺ اور یہاں سے مراد ہے سرزمین دیوبند، رکھی میخانے کی بنیاد یہاں یہ میخانہ جس میں عشق کی شراب تقسیم ہوتی ہے اس کی بنیاد خود ساقی کوثر نے دیوبند میں رکھی ہے اس شعر کا معنیٰ یہ ہے جو ترانہ آپ نے سنا شاید آپ سمجھے نہیں ہونگے۔

اس لیے طبیعت میں کچھ جوش سا آیا کہ اس کی وضاحت میں کردوں اور اس کی وضاحت کرنے کے لیے میں نے ساری تمہید آپ کے سامنے یہ خواب کے متعلق باندھی خود ساقی کوثر نے رکھی میخانے کی بنیاد یہاں یہ دیوبند کی زمین کا ایک شرف ہے۔

دیوبند کو مولانا ظفر علی خان کا خراج عقیدت:

رات وہاں باب العلوم میں یہی مجلس تھی ختم کی تو طبیعت پر کچھ عجیب سا دباؤ تھا اللہ کے احسانات کا اتنا استحضار تھا کہ زبان گنگ ہو رہی تھی، بولا بھی نہیں جا رہا تھا تو میں نے وہ ظفر علی خاں صاحب کا شعر سنانے کی کوشش کی تو مجھ سے پڑھا نہیں گیا۔

اوریاد نہیں آیا ظفر علی خان جو زمیندار اخبار کے ایڈیٹر تھے یہ گئے دارالعلوم دیوبند یہ تقسیم ملک سے پہلے کی بات ہے۔

اور وہاں جس وقت دیوبند کی شان دیکھی تو دیوبند کی شان میں نظم کہی جو شروع یہاں سے ہوتی ہے لکھی ہوئی کہیں نہ کہیں موجود ہوگی،

شاد باش و شادزیں اے سرزمین دیوبند
ہند میں اسلام کا پرچم کیا تونے بلند

اے دیوبند کی سرزمین تو خوش رہ اور خوشی کے ساتھ زندہ رہ کہ ہند میں اسلام کا جھنڈا تو نے بلند کیا ہے ،ورنہ انگریزوں نے تو سب کچھ مٹانے کی کوشش کی تھی اور ملعونوں نے عیسائیت پھیلانے کے لیے سرتوڑ کوشش کی۔

لیکن اس ملک کے اندر اسلام کا جھنڈا تو نے بلند کیا یہ سرزمین دیوبند کو خطاب کرکے ظفر علی کہہ رہے ہیں اور دوسرا شعر ہے یہ دیوبند کی سرزمین کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

ناز کر اپنے مقدر پر کہ تیری خاک پاک کو
کرلیا ہے عالمان قیم نے پسند

عالمان قیم نے تیری اسی مٹی کو پسند کرلیا، تو اپنی تقدیر پر ناز کر کہ جہاں عالمان دین قیم آکے بیٹھ گئے اور یہاں سے وہ معرفت کا چشمہ جاری ہوا عشق کی شراب یہاں بٹتی ہے دیوبند اسی کو کہتے ہیں۔

کہ ناز کر اپنے مقدر پر کہ تیری عرض پاک پر یا تیری خاک پاک کو کرلیا ہے عالمان دین قیم نے پسند، یہ شعر مولانا ظفر علی کے ہیں۔

دیوبند کی عظمت کا مقابلہ کون کرے؟

لیکن اس ترانے میں ایک خواب کی طرف اشارہ ہے جس کی میں وضاحت

کرنا چاہتا تھا کہ حضور ﷺ کے متعلق کہا گیا کہ یہاں اس میخانے کی بنیاد ساقی کوثر نے خود رکھی اور یہاں میخانہ شراب خانہ سے مراد ہے شراب عشق کہ شراب عشق و محبت یہاں سے تقسیم ہوتی ہے یہ بھی ایک خواب کی بات ہے۔

غالباً مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی نقشبندی بزرگ تھے جن کو دیوبند مدرسہ بننے کے بعد مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا مہتمم مقرر کیا تھا یہ پہلے مہتمم ہیں دارالعلوم دیوبند کے بہت پاکیزہ بزرگ تھے۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ ان کے خلیفہ ہیں انہوں نے خواب دیکھا ابھی یہاں مدرسہ بنا نہیں تھا مدرسہ شروع ہوا تھا ایک مسجد میں وہ مسجد میں نے دیکھی ہے چھوٹی سی مسجد تھی جس کو چھتے والی مسجد کہتے تھے وہاں انار کا درخت تھا اور انار کے درخت کے نیچے بسم اللہ پڑھائی گئی تھی ایک طالب علم تھا اس کا نام محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور ایک استاذ اس کا نام بھی محمود رحمۃ اللہ علیہ پڑھانے والا بھی محمود رحمۃ اللہ علیہ پڑھنے والا بھی محمود رحمۃ اللہ علیہ جس کو بعد میں دنیا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کہتی ہے اس انار کے سائے کے نیچے بسم اللہ پڑھ کے مدرسے کا افتتاح یوں ہوا تھا چھتے والی مسجد میں اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت حیات تھے تو جگہ بہت تنگ سی تھی شاگرد ایک تھا استاذ ایک تھا اور انار کا درخت ابھی ختم ہوا ہے دو تین سال پہلے ورنہ پہلے ہم گئے تھے سن ۱۹۸۰ میں تو اس وقت انار کا درخت موجود تھا، اب گئے تھے تو اب نہیں تھا، چار سال پہلے جانا ہوا تو اب نہیں تھا وہ انار کا درخت۔

انہوں نے خواب دیکھا کہ سرور کائنات ﷺ نے خواب میں ان حضرات کو خود چھڑی ہاتھ میں لے کر لکیر کھینچ کر نشان لگا کر دکھایا کہ یہاں مدرسہ بناؤ یہاں مدرسہ بناؤ یہ جو خواب کے اندر یہ چیز بتائی گئی تھی یہ اس خواب کی طرف اشارہ ہے کہ ساقی کوثر نے رکھی میخانے کی بنیاد یہاں اس ترانے کے اس مصرعے کا یہ معنی ہے۔

مجھے اس جگہ سے علم کی خوشبو آرہی ہے :

اس سے ایک تو آپ دیکھیں کہ یہ زمین اللہ کے ہاں قبول ہوئی سنا ہے کہ وہ شہر کی روڑیاں تھیں روڑیاں جانتے ہو نہ ،وہ جگہ جہاں گوبر وغیرہ ڈالا جاتا ہے اس کو روڑی کہتے ہیں وہ شہر کی روڑی کی جگہ تھی اور لکھا ہے تاریخ میں کہ اس سے پہلے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا قافلہ وہاں سے گزرا اس مدرسہ بننے سے کوئی ساٹھ ستر سال پہلے جب وہ قافلہ گزرا مجاہدین کا تو سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ جہاں روڑی کے ڈھیر تھے کہا کہ مجھے اس جگہ سے علم کی خوشبو آرہی ہے اللہ نے اس جگہ کو قبول کیا ہوا تھا۔

مسجد نبوی کے بارے میں حدیث میں موجود ہے کہ مشرکوں کے قبریں تھیں گڑھے تھے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صاف کیا اور میدان بنایا اور پھر مشرکوں کی قبریں اکھاڑیں اور ان کی ہڈیاں نکال کے پھینکیں اور اس کے بعد مسجد بن گئی تو مشرکوں کی قبروں اور گڑھوں کو سیدھا کر کے اس جگہ مسجد بن گئی جس کے اوپر ہر وقت چوبیس گھنٹے بارہ مہینے اللہ کے انوار کی بارش ہوتی ہے۔

تو یہ شان تھی اس دیوبند کی سرزمین کی ،یہ شان تھی ان بانیوں کی جنھوں نے اس مدرسے کی بنیاد رکھی یہ نسبت ہے دیوبند کی اللہ کی رحمت کی طرف اور یہ مبشرات میں سے ہیں جس کی تفصیل میں نے آپ کی سامنے کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبشرات کا تذکرہ فرمایا اور یہ امتیاز کرنا بہت مشکل ہے کہ یہ سچا خواب ہے اور یہ اللہ کی طرف سے بشارت ہے یا ہمارے اپنے ہی خیالات ہیں۔

لیکن یہ اولیاء اللہ کا گروہ جب اس بات کو قبول کرلے تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے اچھی بشارت ہے بلکہ قرآن کریم میں اشارہ موجود ہے اولیاء اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے'' ولھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا'' ان کے

لیے بشریٰ ہے دنیاوی زندگی میں بشریٰ بشارت کو کہتے ہیں تو اولیاء اللہ کے لیے دنیاوی زندگی میں کیا بشارت ہوتی ہے تو اس کا مصداق بھی یہی بنایا گیا ہے اچھے خواب جو خود وہ اپنے متعلق دیکھ لیں یا کوئی دوسرا ان کے متعلق دیکھ لے اور آج ہمارے یہ مدرسے اسی دیوبند کے ساتھ نسبت رکھنے والے ہیں اسی کی یہ شاخیں ہیں۔

خوش قسمت جگہ:

ان شاء اللہ العزیز جس طرح اللہ نے اُس جگہ کو قبول فرمایا اِس جگہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا کہ جہاں سے یہ علم کا چشمہ جاری ہے جب یہ مدرسہ نہیں بنا تھا آپ حضرات دیکھنے والے ہونگے تو یہاں

- مولیاں اگتی ہوں گی،
- گاجر اگتی ہوگی،
- گندم اگتی ہوگی،
- کمادا گتا ہوگا،
- پیاز لہسن اگتا ہوگا،

پہلے یہ زمین ان چیزوں کو اگلتی تھی لیکن جب اللہ کی رحمت اتری اور مدرسہ بن گیا تو اب حافظ نکل رہے ہیں، محدث نکل رہے ہیں، اب گاجر مولیوں کی جگہ یہاں زمین سے علم کے چشمے نکل رہے ہیں اور علماء تیار ہورہے ہیں یہ جگہ کی قسمت ہے اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا ہے یہ ان کی بہت بڑی سعادت ہے۔

دیوبند مذہب نہیں، نسبت کا نام ہے:

یہ ہمارا سلسلہ سند متصل کے ساتھ انہی بزرگوں کے ساتھ ملتا ہے تو دیوبند ایک شہر ہے یہ دیوبندی جو ہم کہلاتے ہیں۔

مطلب ہے کہ ہم ان بزرگوں کے معتقد ہیں جنہوں نے دیوبند کے اندر مدرسہ بنایا تھا ورنہ دیوبندی کوئی مذہب نہیں ہے، مذہب تو وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے چلا آرہا ہے لیکن اس مذہب کی نشرواشاعت کرنے والوں کا مرکز بنا ہے دیوبند میں اور دیوبند شہر کا نام ہے جس کی بناء پر ان لوگوں کے ساتھ نسبت رکھنے والوں کو دیوبندی کہتے ہیں،

- میں بھی دیوبندی،
- میرے اساتذہ بھی دیوبندی،
- میرے احباب بھی دیوبندی،

تو دیوبندی کوئی نیا مسلک نہیں اس کا معنٰی یہ ہوتا ہے کہ ہم ان بزرگوں کے ساتھ چلنے والے ہیں یا ان بزرگوں کی تحقیقات پر اعتماد کرنے والے ہیں جنہوں نے دیوبند شہر میں مدرسہ بنایا تھا دیوبندی کا یہ معنٰی ہوا کرتا ہے تو یہ اس ترانے کی وجہ سے ذہن اس کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے یہ دو چار باتیں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کردیں۔

حدیث مبارکہ کا ترجمہ:

باقی جہاں تک روایت کا ترجمہ اور اس کا مفہوم اور مطلب ہے یہ تو ہر سال ہی بیان ہوتا رہتا ہے اور یہ حضرات ذکر کرتے رہتے ہیں تو پھر دوبارہ اس روایت کو پڑھتا ہوں اور ترجمہ کردیتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو کلمے رحمٰن کو بہت محبوب ہیں لفظ رحمٰن استعمال فرمایا جو رحمت سے ہے بہت محبوب ہیں زبان کے اوپر ہلکے پھلکے ہیں آپ سے میں نے کہلوا لیے" سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ

العظیم'' آپ نے دیکھا کہ کتنی آسانی کے ساتھ یہ الفاظ زبان پر ادا ہو جاتے ہیں کوئی ثقل کا باعث نہیں ہیں۔

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس وقت قیامت کے دن یہ ترازو میں رکھیں جائیں گے تو ان کا وزن بہت نمایاں ہوگا ترازو میں بہت بھاری ہوں گے اور آخری آخری چونکہ ترجمۃ الباب بھی وزن اعمال ہے تو اس کی یہ دلیل بن جائے گی اور وہ کلمات یہ ہیں''سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم'' تو اس کی کم از کم ایک تسبیح ہی پڑھ لیں تو یہ محبوب کلمات جب آپ کی زبان پر جاری ہوں گے تو جب یہ کلمات رحمٰن کو محبوب ہیں تو آپ کی زبان اور آپ خود بھی رحمٰن کو محبوب ہوئے اور اللہ کی رحمت برسے گی، اللہ قبول فرمائے۔

''سبحان ربك رب العزة عما يصفون ،وسلم على المرسلين والحمد لله رب العالمين''

دینی و دنیاوی تعلیم میں فرق

بموقع: ختم بخاری شریف

بتاریخ: ۲۰۱۱ء

بمقام: باب العلوم کہروڑ پکا

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ! بِالسَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنَّا اِلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الْحَدِیْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ الْبُخَارِی قَالَ بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِہٖ ھَلْ اَعْرَسْتُمُ اللَّیْلَۃَ وَطَعْنُ الرَّجُلِ اِبْنَتَہٗ فِی الْخَاصِرَۃِ عِنْدَ الْعِتَابِ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَ نَا مَالِکٌ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ عَاتَبَنِیْ اَبُوْ بَکْرٍ وَجَعَلَ یَطْعُنُنِیْ بِیَدِہٖ فِیْ خَاصِرَتِیْ فَلَایَمْنَعُنِیْ مِنَ التَّحَرُّکِ اِلَّا مَکَانُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَرَاْسُہٗ علی فَخِذِیْ (بخاری ج۲ص۷۹۰)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْم وَنَحْنُ عَلٰی ذٰالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

تمہید:

یہ روایت آخری ہے جہاں آپ کا نصاب ختم ہوا ہے اور حقیقتاً آخری روایت جو صحیح بخاری کے اختتام پر ہے وہ ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ''عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كلمتان حبيبتان الى الرحمٰن خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان، سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم'' یہ آخری روایت ہے جس کے اوپر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری کو مکمل کیا ہے اور آپ کا نصاب چونکہ طلباء کے مقابلہ میں کم ہوتا ہے تو یہ جلد ثانی کا نصاب آپ کا ختم ہوتا ہے اسی اکسویں پارے کے آخر میں بائیسویں پارہ کی ابتدأ میں اس لیے وہ ترجمۃ الباب آپ کے سامنے پڑھا گیا ہے۔

سال کی ابتدائی اور اختتامی تقریب کا مقصد:

یہ ہمارے تعلیمی سال کا اختتام ہے اور تمام مدارس دینیہ میں آج کل اختتامی اسباق کی مجالس ہورہی ہیں، طالبات کے مدرسوں میں بھی ہورہی ہیں، طلباء کے مدرسوں میں بھی ہورہی ہیں، جب سال کی ابتداء ہوتی ہے شوال میں اس وقت اپنے اقارب کو یا احباب کو یا اپنے اکابر کو اس لیے بلایا کرتے ہیں تاکہ مل جل کر دعا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سال کا افتتاح خیر و برکت کے ساتھ کرے اور امن و عافیت کے ساتھ اس سال کو اختتام تک پہنچائے اور اللہ کی توفیق کے ساتھ سال اختتام کو پہنچتا ہے۔

تو پھر ہمارے اکابر کا طریقہ یہی چلا آتا ہے کہ اختتام پر پھر اپنے اکابر کو، اپنے بڑوں کو، اپنے رشتے داروں کو، اقارب کو، ملنے والوں کو کسی نہ کسی درجے میں جمع کرلیا جاتا ہے اور یہ دعا کا اہتمام ہوتا ہے کہ یہ سال جو ہمارا گزرا ہے اس میں جو محنت ہوئی اللہ اس محنت کو قبول فرمائے، پڑھانے والوں کی محنت کو بھی قبول فرمائے،

اور پڑھنے والوں کی محنت کو بھی قبول فرمائے، اور سال کے دوران میں جو کوئی سہو یا نسیان یا غلطی خطا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے یہ گویا کہ اجتماعی استغفار ہے، اور یہ اجتماعی قبولیت کی دعا ہوتی ہے سال کے آخر میں اس لیے یہ معمول ہے کہ جس کو اپنا بڑا سمجھا جاتا ہے کوشش کرتے ہیں کہ ان میں سے کسی کو بلا لیا جائے۔

جدید تعلیم کی ابتداء:

باقی اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ پہلے ہمارے ہاں اتنا پاکستان میں بچیوں کی تعلیم کا اہتمام نہیں تھا لیکن جیسے جیسے سکول وکالج کی تعلیم عام ہوتی چلی گئی، گلی گلی میں سکول کالج بنتے چلے گئے اور بچیوں کو ادھر لوگوں نے بھیجنا شروع کر دیا اور اس میں تعلیم کے اثرات جو ہیں وہ آپ جانتے ہی ہیں کہ دنیاوی طور پر خوشحالی کا باعث ہوں یا نہ ہوں یہ تو آپ لوگ بہتر جانتے ہیں کہ کتنی خوشحالی ہوگی اس تعلیم کے ساتھ۔

لیکن بے دینی کے اثرات یقیناً بہت پھیلے ہیں اور یہ وہ خطرہ ہے جس وقت یہ جدید تعلیم انگریزوں کے نصاب کے تحت شروع ہوئی تھی اور اس کے بانی سر سید احمد خان ہیں جنہوں نے علی گڑھ کے اندر کالج بنایا تھا اور اس وقت سے مسلمانوں کی تعلیم دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔

ایک حصہ جو تھا وہ خالص دینیات کا ہو گیا چونکہ انہوں نے علی گڑھ کے اندر دینیات کا اہتمام نہیں کیا بلکہ پروفیسر استاذ وہاں انگریزی رکھے اور قوم کو یہ سبق پڑھایا کہ انگریزی تہذیب اپناؤ اور انگریزی نظریات اختیار کرو تو تمہیں دنیا میں عزت ملے گی اگر تم ان کو اختیار نہیں کرو گے تو اب حکومت انگریز کی آگئی ہے تو تم لوگ ذلیل ہو جاؤ گے اور کمزور ہو جاؤ گے تمہاری حیثیت ختم ہو جائے گی تو یہ فلسفہ سر سید احمد نے اختیار کرتے ہوئے انگریزی تعلیم کو پھیلانے کے لیے کالج کی بنیاد رکھی تھی اور اس میں اکثر و بیشتر پڑھانے والے پروفیسر انگریز متعین کیے تھے۔

دینی تعلیم کی ابتداء:

اور دوسری طرف یہ خطرہ محسوس کرتے ہوئے کہ اگر لوگوں نے انگریزی تہذیب کو اس طرح سے اپنانا شروع کردیا تو دین ہندوستان سے بالکل رخصت ہوجائے گا اور یہاں کوئی کلمہ پڑھنے والا موجود نہیں رہے گا مسلمانوں کی حکومت تو گئی اورانگریز مسلط ہوگئے اب ایسا نہ ہو کہ مسلمان کے ہاتھ سے

 قرآن بھی چھوٹ جائے،

 حدیث بھی چھوٹ جائے،

 دینیات بھی چھوٹ جائیں،

اور یہاں یا تو ہندو سکھ باقی رہ جائیں یا پھر یہ عیسائی ہوں اور مسلمانوں کا نام ونشان ملک سے مٹ جائے اگر اس کی مزاحمت نہ کی گئی، تو اس کی مزاحمت کے طور پر ہمارے بزرگوں کو اللہ نے توفیق دی خالص دینیات کا سلسلہ شروع کیا جس کی بنیاد سب سے پہلے دیوبند میں رکھی گئی۔

دیوبند شہر کا نام ہے وہاں چونکہ اس تعلیم کا مرکز قائم ہوا اس لیے ان بزرگوں کے ساتھ تعلق رکھنے والے بزرگ دیوبندی کہلاتے ہیں دیوبند اصل کے اعتبار سے شہر کا نام ہے۔

اور اسی طرح سے مدمقابل تیسرا نظریہ شروع ہوا چونکہ اس نظریہ کا مرکز بریلی شہر ہے تو جنہوں نے اس نظریہ کے ساتھ تعلق رکھا وہ بریلوی کہلاتے ہیں تو بریلویوں کی نسبت بریلی شہر کی طرف ہے اور دیوبندی دیوبند شہر کی نسبت ہے کیونکہ یہاں مرکز قائم ہوا اس جدید تعلیم کے مقابلے میں دینیات کی تعلیم کا۔

جدید تعلیم کے بارے میں علامہ اقبال کا تبصرہ:

اور جس وقت اس تعلیم کے اثرات پھیلنے لگے تو آپ جانتے ہیں کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ نمایاں شخص جس کی ساری قوم تعریف کرتی ہے اور اس کو مصور پاکستان قرار دیتی ہے وہ علامہ اقبال صاحب ہیں علامہ اقبال نے جدید تعلیم بھی مکمل حاصل کی، جرمن میں رہے، انگلینڈ میں رہے، اور جدید فلسفہ پورا پڑھا۔

لیکن اللہ نے ان کو دل ودماغ بڑا دردمند دیا تھا قوم کے بڑے ہمدرد تھے تو انہوں نے جدید تہذیب کے اوپر جس طرح کی تنقید کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکابر نے بالکل صحیح رخ متعین کیا تھا کہ اگر یہ دینیات کا اہتمام اس طرح سے نہ کیا جاتا تو لگ اس طرح رہا تھا کہ یہاں سے اسلام رخصت ہوجاتا۔

علامہ اقبال کی بہت واضح واضح تنقید ہے جن میں سے ان کا ایک شعر یہ بھی ہے۔

ہم تو سمجھے تھے کہ لائے گی خوشحالی تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

ہم تو سمجھے تھے کہ جدید تعلیم کے ساتھ قوم خوشحال ہوجائے گی، اب وہ خوشحال ہوئی ہے یا نہیں؟ ہمیں یہ خبر نہیں تھی کہ ساتھ ساتھ یہ بے دینی بھی پھیل جائے گی۔

لیکن بے دینی کا پھیل جانا کھلی آنکھوں سے نظر آیا کہ انگریزوں کی تہذیب کس طرح سے قوم کے اوپر پھیلی اور دینی تہذیب کا ایک ایک پہلو، ایک ایک نشان جو تھا وہ مٹانا شروع کردیا، یہ ہمارے بزرگوں کی کرامت سمجھ لیجئے، یہ اللہ کی طرف سے انتخاب تھا جنہوں نے علی گڑھ کے مدمقابل دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور اس سے دینی علوم کا چرچا ہوا۔

بچیوں کی تعلیم کے پرانے مراکز:

لیکن اس کے باوجود لڑکوں میں تو تعلیم عام ہوئی، لڑکیاں چونکہ مسلمانوں کی گھروں میں ہی تعلیم حاصل کرتی تھیں، گھروں میں ان کے پڑھنے کا انتظام ہوتا، اپنے ماں باپ سے پڑھتیں، ضرورت کے مطابق مسائل سیکھ لیتیں باقی ان کا کام تھا گھر میں رہنا، گھر کے ماحول کو سنبھالنا، بچوں کی تربیت کرنا، اور مردوں کے لیے سکون اور اطمینان مہیا کرنا یہ اصل کے اعتبار سے تقسیم کار تھی اللہ کی جانب سے تو اس سے عورتوں کے لیے مستورات کے لیے زیادہ مراکز تعلیم قائم کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی کیونکہ انہوں نے دنیا کا نظام تو سنبھالنا نہیں اس لیے ان کو صرف اپنی دینیات نماز روزہ اور طہارت کپڑے کی پاکی اور بدن کی پاکی اور اس قسم کے دوسرے ضروری ضروری مسائل جو گھر کی چار دیواری میں رہتے ہوئے پیش آتے ہیں، وہ ان کو بہت آسانی کے ساتھ والدین سے وراثۃً خاندانی طور پر ہی معلوم ہو جایا کرتے تھے اور عورت کے لیے جتنی سی دین داری ضروری ہے وہ دین داری ان کو گھر رہتے ہوئے حاصل ہو جاتی تھی۔

لیکن یہاں پاکستان میں آنے کے بعد ایک خاص منصوبے کے تحت دینی تعلیم کو مٹانے کی کوشش کی گئی اور اس جدید تعلیم کو لڑکوں میں لڑکیوں میں پھیلانے کی کوشش کی گئی تو وہی علامہ اقبال والی بات تعلیم کم اور الحاد زیادہ تعلیم سے خوشحالی آئی یا نہیں آئی۔

جدید تعلیم کے نقصانات:

کیونکہ آپ لوگ بہتر سمجھتے ہیں کہ ہم کتنے خوشحال ہیں کتنا ہم سونا چاندی میں کھیلتے ہیں، کتنا ہمیں رزق وافر حاصل ہے، کتنی زندگی کی آسانیاں حاصل ہیں، وہ تو آپ سمجھتے ہیں سارے، لیکن جہاں تک الحاد اور بے دینی کا تعلق ہے اس کا احساس

بہت کم لوگوں کو ہے، یہ اپنی رفتار کے ساتھ الحاد اور بے دینی جاری رہی بڑھتے بڑھتے اب نوبت یہاں تک آگئی اور ہماری بے حسی کے ساتھ اس کا احساس نہیں کیا جارہا کہ جب آنکھیں کھولتے ہی بچوں کو سکول بھیجا جاتا ہے تو مخلوط تعلیم ابتداً سے ہی شروع کردی جاتی ہے لڑکے لڑکیاں ایک جگہ اور اسی طرح پڑھانے والے بھی نوجوان لڑکیاں نوجوان، لڑکے نوجوان، ایک جگہ یہ گویا کہ سکولوں کی شکل میں مرد اور عورت کے اختلاط کو اتنا آسان کردیا۔

آپ جانتے ہیں کہ یہی بنیاد ہے اخلاقی زوال کی اور یہی بنیاد ہے ماحول کے فساد کی کیا کہوں آپ حضرات بھی جانتے ہیں کہ جتنا آج یہ نوبت آرہی ہے لڑکیوں کی گھر سے بھاگنے کی یا جتنی آج نوبت آرہی ہے لڑکیوں کے ماں باپ کی نافرمان ہو کر خود رشتے تلاش کرنے کی کہ جتنی آج یہ نوبت آگئی ہے کہ لڑکیاں اغوا ہورہی ہیں اور یہ سارے کا سارا اسی مخلوط تعلیم کا نتیجہ ہے جو پہلے تو کالجوں تک تھی اور اب اس کو پھیلا کے نچلے درجے تک عام کردیا گیا۔

اور انگریزی تہذیب اس طرح سے مسلط کی جارہی ہے کہ پیدا ہونے والے بچے کے گلے میں بھی ٹائی لٹکا دی جاتی ہے اور قطعاً اس کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ میں مسلمان قوم کا فرد ہوں اور مسلمان قوم کے لیے کلمہ اور نماز ضروری ہے سکولوں کالجوں کی کتابوں میں جتنا سا دینیات کا ذکر تھا وہ بھی ختم کردیا گیا، آپ لوگوں کو پتہ ہے تو یہ سارے کا سارا فساد درجہ بدرجہ ملک میں منصوبے کے تحت پھیلایا گیا، اور تعلیمی منصوبہ جو ہے یہیں سے فساد کا ذریعہ بنتا ہے۔

جدید تعلیم کے متوازی تعلیم:

تو پھر ہمارے اکابر نے سوچا کہ اب گھروں سے تو دین رخصت ہوگیا یہ بچیاں گھر میں تو دین حاصل کر نہیں سکتیں، اب ان کے لیے ان کے سکولوں کالجوں کے مقابلے

میں ایسے مدارس ہونے چاہئیں کہ جن کے اندر ان کو صحیح طور پر اسلامی طریقے کی تعلیم دی جائے جس کے ساتھ یہ کلمہ نماز فقہ جائز ناجائز کے تذکرے کچھ گھروں میں باقی رہیں ان کو مال ودولت اور وسعت تو حاصل نہیں جو سکولوں اور کالجوں میں ہے اور لوگوں کو سبز باغ بھی سکولوں کالجوں میں دکھائے جاتے ہیں وہ یہاں نہیں دکھائے جاتے۔

دینی مدارس کے فوائد:

لیکن اس کے باوجود الحمد للہ یہ کوشش بہت کامیاب ہوئی اور شہر شہر میں قریہ قریہ میں بستی بستی میں یہ زنانہ مدرسے قائم ہوگئے طالبات کے، جس میں قرآن پڑھا جاتا ہے، یاد کیا جاتا ہے، حدیث پڑھی جاتی ہے، پڑھائی جاتی ہے، فقہ پڑھی جاتی ہے، پڑھائی جاتی ہے، تو عمل کا درجہ تو بعد میں ہے۔

لیکن بہر حال نظریاتی طور پر بچیاں اسی طرح سے ایمان کی حامل ہوگئیں اور جائز اور ناجائز کو جاننے والی ہوگئیں جس طرح طلباء میں رجحان تھا اور اللہ کا شکر ہے کچھ تبلیغی جماعت والوں کی محنت ہے اور کچھ کسی نہ کسی درجے میں مسلمان قوم کے اندر جو غیرت اور حیاء موجود ہے اس کے تقاضے کے ساتھ یہ طالبات کے مدرسے جو ہیں یہ دن بدن آباد ہوتے چلے گئے کہاں یہ سوچا جاسکتا تھا کہ بچیاں بھی قرآن کی حافظ ہوتی ہیں۔

سکولوں کالجوں میں تو ان کا نام ونشان نہیں تھا، لیکن اللہ کا شکر ہے اب درجنوں کے حساب سے نہیں، سینکڑوں کے حساب سے بچیاں حافظ بھی ہوگئی ہیں قرآن کریم بھی پڑھتی ہیں اور ان کو یہ بھی معلوم ہوگیا ہے کہ اللہ کے حقوق ہم پہ کیا ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کے حقوق ہم پر کیا ہیں، قرآن کیا ہوتا ہے، حدیث کیا ہوتی ہے، فقہ کیا ہوتی ہے، تو یہ سارے کا سارا سلسلہ الحمد للہ گھروں میں پھیل گیا اور دن بدن زیادہ سے زیادہ پھیلتا چلا جارہا ہے۔

باب العلوم پر عوام الناس کا اعتماد:

جس میں آپ اس وقت بیٹھے ہیں، باب العلوم اس علاقے میں اس تعلیم کے عام کرنے کے لیے الحمد للہ اولیت اسے حاصل ہے اور اولیت کے ساتھ ساتھ جامعیت بھی حاصل ہے کہ پورے اہتمام کے ساتھ صرف علاقے کی نہیں۔

بلکہ دور دراز علاقوں سے ہم پر اعتماد کرتے ہوئے لوگ اپنی بچیاں ہمارے سپرد کرتے ہیں اور یہاں ان کی تعلیم مکمل ہوتی ہے تو اس کے اثرات جس طرح مردانہ مدرسے کے اثرات پورے ملک پر واقع ہوئے دور دور سے طلباء آتے ہیں الحمد للہ کوئی صوبہ خالی نہیں ملک کا کوئی حصہ خالی نہیں جہاں کے طلباء یہاں پڑھ کے نہیں گئے، اور اسی طرح سے اپنی حیثیت کے مطابق ہمارے زنانے مدرسے کے اثرات بھی الحمد للہ بہت دور تک ہیں اور دور دور سے بچیاں آتی ہیں ان کے ماں باپ اعتماد کر کے یہاں پہنچاتے ہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ آج تک یہ ہم نے ۳ اگست ۱۹۸۵ء کو اس کا افتتاح کیا تھا، چوک بخاری کے مدرسے میں اور آج ۲۰۱۱ء ہوگیا ہے ۲۶ سال ہوگئے، اس مدرسے کے افتتاح کو اور آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہوئے۔

میرا خیال ہے کہ پندرہ سال کے قریب ہوگئے ہوں گے جب سے دورہ حدیث شریف بھی اس مدرسے کے اندر شروع ہے اور حدیث کے پورے اسباق پڑھائے جاتے ہیں یہ اللہ کا احسان ہے۔

حضرت مہتمم صاحب کا کردار:

اور جن لوگوں کی سرپرستی میں ہم نے یہ کام کیا خصوصیت کے ساتھ یہ عباسی خاندان اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں خوش وخرم رکھے، حاجی غلام محمد صاحب عباسی پہلے دن سے ہمارے سرپرست ہیں اور ان کے تعاون کی وجہ سے الحمد للہ ہمیں کھل کر کام کرنے کا موقع ملا۔

میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ اگر ہمیں ہاتھ نہ آتے یا ہمارے سرپرست نہ ہوتے تو شاید کہروڑ پکا کی سرزمین پر ہمارے قدم ٹک نہ سکتے اور یہاں دوسرے لوگ جو ہیں وہ شاید ہمیں ٹکنے نہ دیتے لیکن اللہ نے ان کو ذریعہ بنایا تو ایک دفعہ فرمانے لگے کہ میرا تو نام ہی لیتے ہیں آپ لوگ کہتے ہیں کہ کام تو کرتا نہیں اور اس میں کوئی میرا کسی قسم کا دخل نہیں ہے۔

تو میں نے انہیں کہا کہ عباسی صاحب آپ اپنی اہمیت نہیں سمجھتے ہم آپ کی اہمیت سمجھتے ہیں میں نے کہا کہ چکی اگر چلتی ہوئی دیکھی ہو آپ نے تو پتھر تیزی سے گھومتا ہے تو آٹا پیتا ہوا نظر آتا ہے لیکن یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے گھومنے کا دارومدار ایک کلی پر ہے جو درمیان میں کھڑی ہوتی ہے وہ کلی اپنی جگہ مضبوط ہو تو پتھر آسانی سے گھومتا ہے اور آٹا آسانی سے پستا ہے۔

اگر وہ کلی درمیان سے ہٹالی جائے تو نہ پتھر گھومے گا نہ آٹا پسے گا ہم آپ کو نقل وحرکت کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ہماری مثال اس پتھر کی ہے بظاہر لگتا ہے کہ آٹا ہم پیستے ہیں، لیکن نہیں یہ ساری نقل وحرکت اس مرکز کی وجہ سے ہے کہ آپ نے ہمیں سہارا مہیا کیا اور اس سہارے کی بناء پر ہم بے خوف ہو کر کام کرتے ہیں کسی دشمن دین کو اور کسی پارٹی کے کسی سربراہ کو ہماری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

اور پہلے جو مدرسے اجڑے ہوئے تھے اس میں یہ ہوتا تھا کہ فلاں کھا گیا فلاں کھا گیا اللہ کا شکر ہے کہ عباسی صاحب کی شخصیت سامنے آنے کے بعد آج ہمارا تعلیمی چالیسواں سال ختم ہو رہا ہے، چالیس سال ہوگئے انہوں نے جب کام سنبھالا تھا اور میں ان کی سرپرستی میں حاضر ہوا تھا تو چالیس سال کے عرصے میں ایک کسی دشمن کی جھوٹ بولتے ہوئے بھی بات نہیں آئی جو یہ کہے کہ باب العلوم میں مالی بددیانتی ہوتی

ہے، باب العلوم والے مدرسے کے مال سے کوئی غلط فائدے اٹھاتے ہیں، چالیس سال میں ایک دفعہ بھی کسی نے جھوٹ بولتے ہوئے کوئی ایسی بات نہیں کی۔

تو ہمارا اطمینان ہمارا سکون یہ سارے کا سارا الحمد للہ ان کی سرپرستی کی وجہ سے ہے اور ان کے ساتھ دوسرا خاندان ونجارہ وہ شروع سے ہمارا معاون ڈاکٹر یاسین صاحب، ڈاکٹر امین صاحب، حاجی برخوردار صاحب، میاں اللہ بخش صاحب یہ سارے کے سارے ابتداء سے ہمارے معاون رہے اور ہم سب ان کے شکرگزار ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی دنیا اور آخرت آباد کرے اور ہر قسم کی آفات سے حفاظت فرمائے، اور انہیں دنیا اور آخرت میں خوشحال کرے۔

یہ انہیں حضرات کا صدقہ ہے جنہوں نے ہماری سرپرستی کی اور اس سرپرستی میں کام کرتے ہوئے ہم آج یہاں تک پہنچے ہیں اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ ان کی سرپرستی قائم رکھے اور اس ادارے کو قائم رکھے اللہ کا شکر ہے۔

باب العلوم کا فیضان:

اب یہ مقامی ادارہ نہیں ہے بلکہ ملک کے اندر اس کا ایک نام ہے بلکہ ملک سے باہر تک اس کی شہرت ہے اور یہاں کے پڑھے ہوئے طلباء جہاں تک ممکن ہے وہ پھیلے ہوئے ہیں۔

تبلیغ کے انداز میں بھی، جہاد کے انداز میں بھی، تدریس کے انداز میں بھی، جتنے شعبے دین کے ہیں الحمد للہ سب شعبوں کے اندر یہ کام کرتے ہیں اور یہ چشمہ جو چھوٹا تھا تو اس کے اثرات دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں اور یہ ہماری تعلیم کا چالیسواں سال ہے اور آپ کے سامنے یہ بات آئی ہوگی کہ سینکڑوں کے اعتبار سے لڑکیاں حافظ قرآن ہو چکی ہیں پچھلے سال سولڑکی نے ہمارے ہاں وفاق سے امتحان دیا ہے حفظ قرآن کا اور ستراسی بچیاں ہر سال عالمہ بن جاتی ہیں۔

اور یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ بے دینی کے سامنے بہت بڑا بند باندھے ہوا ہے کہ گھروں کے اندر دین کا چرچا ہو گیا، اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرے اور حاسدوں کے حسد سے اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ رکھے۔

طالبات کو نصیحتیں:

تو جتنی بچیاں پڑھ رہی ہیں ان کا جو آخری سبق ہے ان سب کی خدمت میں بھی درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی ذمہ داری کا احساس کریں۔

جب آپ یہاں سے پڑھ کر گھر جائیں تو آپ کی زندگی میں اور سکول اور کالج کی لڑکیوں میں نمایاں فرق ہونا چاہیے ① شرم وحیاء آپ میں نمایاں ہو ② اور اللہ کی عبادت اور اطاعت کا شوق آپ کے چہرے سے نمایاں ہو ③ وقت پر نماز پڑھیں ④ لباس شرعی پہنیں اور اس قسم کی زیب و زینت جس طرح سے آج غلط قسم کی ہوگئی ان سب سے احتیاط کرتے ہوئے سادگی کی زندگی اپنائیں اور سرور کائنات ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ کی بنات مطہرات خصوصیت کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو چھوٹی بیٹی تھیں، باقی ساری بیٹیاں آپ کے سامنے فوت ہوگئیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آخر تک موجود رہیں ان کی وہ فقیرانہ زندگی اور گھر کے اندر اپنا کام خود کرنا ہمارے لیے یہ نمونہ ہے۔

جب عورتوں کو گھروں میں خود کام کرنے کی عادت ہو تو گھر میں برکت بھی ہوتی ہے اور سکون بھی ہوتا ہے اور جب نوکروں کے ذریعے سے کام کروایا جائے تو وہ سکون وہ اطمینان نہیں ہوتا بچیوں کو عادت ہونی چاہیے خود کام کرنے کی مکان صاف کریں، برتن صاف کریں، کپڑے دھوئیں، بچوں کو نہلائیں، ان کو اچھے کپڑے پہنائیں، اور گھر کے سامان کو ٹھیک ٹھاک کر کے رکھیں، یہ ہے اصل میں عورتوں کی

کارکردگی کا دائرہ اور آج اس غلط تہذیب نے ہمیں یہاں تک پہنچایا کہ ہماری بچیوں کو نکال کر دفتروں تک پہنچادیا، اور ملازمت کرتی ہیں، کوئی پولیس میں کھڑی ہیں، کوئی ٹریفک پولیس میں کھڑی اشارے کررہی ہیں، اور ہر محکمے کے اندر عورتوں کو آگے بڑھایا جارہا ہے، اور مرد گھروں میں گھستے جارہے ہیں۔

دور حاضر میں فساد کا سبب:

اب باورچی گھروں میں مرد ہیں، بچوں کو سنبھالنے والے مرد ہیں، اور مردوں کو اس کام میں ڈال دیا گیا جوان کی ذمہ داری نہیں اور عورتوں کو اس کام میں لگادیا جوان کی ذمہ داری نہیں ہے۔

اور سرور کائنات ﷺ کی پیش گوئی یہی ہے کہ جس وقت عورتیں بااختیار ہوکر حکومتوں میں آجائیں اور مرد پیچھے ہٹ جائیں تو سمجھ لینا کہ وہ دنیا کی تباہی کے دن ہوں گے اور یہ جو ڈاکے بڑھ رہے ہیں، یہ چوریاں ہورہی ہیں، یہ لڑائی اور مار دھاڑ ہورہی ہے، اس کے پس منظر میں زیادہ بات یہی ہے کہ نوجوان طبقہ جو سکولوں اور کالجوں سے فارغ ہوتا ہے وہ بے کار ہے ان کو ملازمتیں نہیں ملتیں جب وہ بیکار رہیں تو پھر وہ ڈاکے نہیں ماریں گے تو پھر کیا کریں گے اصل طریقہ یہ تھا کہ سارے کے سارا نظم جتنا بھی ہے یہ ہوتا مردوں کے ہاتھ میں اور داخلی نظام ہوتا سارا عورتوں کے ہاتھ میں تو مرد باہر مصروف ہوتے عورتیں گھروں میں مصروف ہوتیں تو آپ جانتے ہیں کہ گاڑی جب لائن پر سیدھی ہوتی اور اس میں فسادات قطعاً نہ ہوتے جتنا نوجوان طبقہ بے کار ہوتا جائے گا ملازمتوں میں لڑکیاں آتی چلی جائیں گی اور کاروبار لڑکیاں سنبھالتی جائیں گی۔

یہ بے کار نوجوان جو ہے اتنا ہی فساد برپا کرتا چلا جائے گا چوری ڈاکے لوٹ

مار اتنی ہی زیادہ ہوگی کھلی آنکھوں سے اگر دیکھیں تو آپ کو یہ فرق خود بخود محسوس ہوگا گھر کی زندگی کو سنبھالنے کی کوشش کرو اور خانہ داری کو سنبھالو، اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت میں کام تقسیم کیا ہے۔

دوسرے مذاہب میں عورت کا مرتبہ:

مرد کے حصے میں ہے دنیا کا نظم کمانا، اور عورت کے حصے میں ہے خاندانی نظم، اس کمائے ہوئے کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا، اور محنت مزدوری کرنے والے مرد کے لیے سکون مہیا کرنا قرآن کریم میں ہے کہ اللہ نے مردوں کو عورتوں کے اوپر قوائم بنایا ان کو سنبھالنے والے، معیشت کا بوجھ عورت پر کسی درجے میں نہیں ہے، پہلے پہلے اس معاشرے میں عورت کو نہایت ذلیل چیز سمجھا جاتا تھا خود قرآن کریم میں آپ نے پڑھا، سورۃ نحل میں" اذا بشر احد هم بالانثیٰ الخ" کہ جب ان میں سے کسی کو خبر دی جاتی کہ تیرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو اس کا منہ کالا ہو جاتا تھا یہ سن کر، لوگوں سے چھپتا پھرتا شرم کے مارے تاکہ لوگوں کو پتہ نہ چلے گا کہ میرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے، اتنی قدر تھی تمہاری والدین کے ہاں دوسرے معاشرے میں، کوئی سوچتا ہے کہ میں اس کو مٹی میں دفن کردوں یا اس کو ذلیل کر کے گھر میں رکھوں یہ قرآن کریم نے معاشرے کا نقشہ کھینچا ہے کہ اس وقت کا معاشرہ کیا تھا۔

اسلام کی نظر میں عورت کا مقام:

اس معاشرے میں اسلام نے عورت کو عزت دی عورت کو ماں کا درجہ دیا اور ماں کے حقوق بتائے، عورت کو بہن کا درجہ دیا اور بہن کے حقوق بتائے، عورت کو بیٹی کا درجہ دیا اور بیٹی کے حقوق بتائے، عورت کو بیوی کا درجہ دیا اور بیوی کے حقوق بتائے،

چار حصوں میں عورت کو تقسیم کر کے عزت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا ماں کا مقام ایسے واضح کیا کہ ماں کے قدموں میں جنت ہے اور جو نافرمان ہوگا وہ جنت سے محروم رہے گا۔

بچیوں بیٹیوں بہنوں کے سارے کے سارے حقوق بتائے اور معاشرے میں عزت عورت کو اسلام نے دی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے کردار کے ساتھ اس کو واضح کیا ہے۔

موجودہ دور میں عورتوں کی عزت کی پامالی:

اور آج جو نظریے اسلام کے خلاف پیش کیے جارہے ہیں یہ صرف اور صرف عورتوں کو ذلیل کرنے کے لیے ہیں ان کو بازاری جنس بنا کے رکھ دیا ہے جو عورت گھر میں دو بچوں کی خدمت کرنے سے کتراتی ہے وہ ایئر ہوسٹس بن کے پانچ پانچ سو آدمیوں کی خدمت کرتی ہے جہاز میں اور پانچ پانچ چھ چھ گھنٹے دوڑی پھرتی ہے کسی کو پانی پلاتی اور کسی کو کھانا دیتی ہے کسی کی کوئی ضرورت پوری کرتی ہے اور پھر دماغ میں یہ لیے پھرتی ہے کہ اب تم آزاد ہوگئی ہو، اب تم باعزت ہوگئی ہو، مردوں کے ساتھ درجہ برابر ہوگیا اس پروپیگنڈا نے اس قسم کی گمراہی پھیلائی بچیاں تو ایسی نازک مزاج اللہ نے بنائی تھیں کہ کسی کی جھڑک برداشت نہیں کرسکتی تھیں۔

لیکن آج کل دفتروں میں افسروں کی جھڑکیں کھاتی ہیں اور صبح سے شام تک ان کو سلام کرتی ہیں اور ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کرتی ہیں پھر یہ سمجھتی ہیں کہ ہمیں عزت مل گئی تو جو عزت ماں کی گھر میں ہے جو عزت بہن کی ہے جو عزت بیٹی کی ہے وہ سب اس تعلیم کے ذریعے سے اس کو پامال کیا جارہا ہے۔

اور عورت کو صرف تماشائی چیز بنا دیا گیا ہم اس تہذیبی امور کے خلاف ہیں ہم بچیوں کو تلقین کرتے ہیں جہاں تک ہوسکے تم انہی امور خانہ داری کو سنبھالو، اور گھر کا

نظم ٹھیک کرو بچوں کی تربیت صحیح ہوتو انشاء اللہ العزیز معاشرے کی اصلاح ہوسکتی ہے جیسے تمہیں احکام بتائے گئے تمہیں یہ بھی بتایا گیا کہ باپ کے ساتھ کیسے رہنا ہے، بھائی کے ساتھ کیسے رہنا ہے، بیٹوں کے ساتھ کیسے رہنا ہے، خاوند کے ساتھ کیسے رہنا ہے، تمام چیزیں اس تعلیم کے ساتھ واضح ہوگئی ہیں ،تو جب ایک دوسرے کے حقوق کو پہچانو گی تو پھر انشاء اللہ اطمینان ہی اطمینان ہوگا۔

نصاب کی آخری حدیث کی تشریح:

اب یہ روایت جو آپ کے نصاب کے آخر میں ہے اس پر ذرا غور فرمائیں یہ ترجمۃ الباب کا پہلا حصہ جو ہے قول کے اوپر نون کا نشان اور لیلہ کے اوپر ائی کا نشان یہ آپ نے پڑھا ہے کہ یہ غصے کی علامت ہے تو یہ الفاظ بعض نسخوں میں ہیں بعض نسخوں میں نہیں ہیں۔

اور اصح یہی ہے کہ یہ الفاظ یہاں نہیں ہونے چاہئیں تھے کیونکہ یہ بے موقع بھی ہیں بے موقع ہونے کے ساتھ ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آگے جو روایت نقل کر رہے ہیں اس روایت میں بھی اس حصے کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے اور اس کے بارے میں کوئی روایت نقل نہیں کی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے، اگرچہ یہ مسئلہ بخاری میں دوسری جگہ مذکور ہے اگلا حصہ جو ہے کہ آدمی کا چوکا اپنی بیٹی کے پہلو میں غصے کے وقت جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بیٹی کوئی نامناسب حرکت کرے تو باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ بیٹی کے بدن پر وہ مکا مارسکتا ہے اور اسی طرح سے اس کو طعن کیا جاسکتا ہے۔

اس کے پہلو میں یوں ہاتھ مارا جاسکتا ہے باپ کو یہ حق ہے اور عورت کی تربیت چونکہ مرد کے ذمے ہے اور یہ پہلے دن سے تقسیم ہے اللہ کی جانب سے اور اجتماعی زندگی میں اصول یہی ہے کہ کسی ایک کو امیر بنایا جائے اور دوسرا مامور ہو

جہاں بھی اجتماع ہو وہ ایک کا حاکم ہونا باقیوں کا تابع بننا یہ دنیا کے اندر ایک مسلم اصول ہے تو گھر کا نظم بھی تب ٹھیک رہے گا جب مرد حاکم ہو اور عورت محکومہ ہو مرد کے احکام ہی چلیں تو عورتوں کی فطرت میں جو اللہ نے اپنی حکمت کے تحت تھوڑی سی سرکشی رکھی ہے اس کی اصلاح کے لیے ان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عورت کو تنبیہ کر سکتا ہے اور خود قرآن کریم میں اس کا ذکر ہے۔

تو یہاں جو شخص تنبیہ کر رہے ہیں وہ ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور جن کو تنبیہ کر رہے ہیں وہ ہے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو ام المومنین ہیں اور امت کی تمام عورتوں سے افضل ترین فرد ہیں، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی زوجہ مطہرہ ہیں ہم ان کو ام المومنین کہتے ہیں۔

تفصیلی واقعہ:

واقعہ تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے گزر چکا کہ سفر کے دوران ان کا ہار گم ہو گیا تھا اور ہار کے گم ہونے کا سبب ان کی لاپرواہی تھی گم ہونے کی صورت میں صحابہ کو وہاں ٹھہرنا پڑا، فجر کا وقت ہو گیا پانی موجود نہیں تھا، اب وضو کیسے کریں نماز کیسے پڑھیں بہت پریشان ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے جا کر بعض لوگوں نے کہا کہ دیکھو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیسی غلطی کی اس کی غلطی کی بناء پر سارے مسلمان پریشان ہو رہے ہیں وضو کے لیے پانی موجود نہیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غصے کے ساتھ گئے جا کے ان کو تنبیہ کی یہ تم نے کیا کیا رسول اللہ کو باقی سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کو روک کے بٹھا لیا تو نے اپنا ہار کیوں نہیں سنبھالا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے تنبیہ کی جاتی ہے۔

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے اتنی تکلیف ہوئی ایک روایت میں ہے کہ ایسا تھا جیسے عائشہ کی جان نکل رہی ہے، ابا کی اس تنبیہ کرنے سے لیکن میں نے چیخ نہیں ماری، میں نے شور نہیں کیا، میں نے حرکت نہیں کی، کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ

نہ کھل جائے آپ کے آرام کا خیال کرتے ہوئے میں نے ساری تکلیف کو اپنی جان پر برداشت کیا ہائے واویلا نہیں کیا تاکہ آپ کی نیند نہ خراب ہوجائے، کتنا خیال کیا حضور ﷺ کا تو جب آپ کی آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ سارے لوگ تو پریشان ہیں۔

تو اللہ کی جانب سے وحی آگئی کہ پانی موجود نہ ہو تو مٹی سے طہارت حاصل کرلیا کرو یہ تیمّم کی جو سہولت ہمیں بیمار ہونے کی حالت میں یا پانی کے نہ ملنے کی صورت میں حاصل ہوئی ہے یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اسی لغزش کے نتیجے میں ہے۔

آل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی برکات:

یہاں پھر اعلان ہوا ہے اس سے آپ اندازہ کریں کہ ان لوگوں کی بھول چوک بھی ہمارے لیے کیسے رحمت کا ذریعہ بنی ہے پھر صحابہ شکر ادا کرتے تھے۔

اسید بن حضیر یہ انصاری ہیں قبا کے رہنے والے ان کا قول حدیث میں آپ نے پڑھا ہے کہ اے ال ابی بکر یہ تمہارا پہلا احسان نہیں امت پر تمہاری یہ برکات امت کو نصیب ہوتی رہتی ہیں تو گویا کہ یہ بھی بہت بڑا احسان ہوا ال ابی بکر کی وساطت سے کہ اللہ نے مٹی کو قائم مقام پانی کے کردیا کہ اگر پانی نہ بھی ملے تو تیمم کرلیا کرو مٹی کے ساتھ اور اس کے ساتھ نماز پڑھی جاسکتی ہے غسل کے قائم مقام بھی یہ تیمم وضو کے بھی قائم مقام یہ تیمّم مٹی کے ساتھ اس کے ساتھ زندگی میں کتنی سہولت پیدا ہوگئی۔

ترجمۃ الباب کا مقصد:

اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب النکاح اور عورتوں کے حقوق اور معاملات کا خاتمہ اس روایت پر کرتے ہیں۔

جس میں یہ تاثر دینا بھی مقصود ہے کہ عورت کتنی ہی باکمال کیوں نہ ہوجائے لیکن بہرحال باپ کی بیٹی ہے، خاوند کی بہرحال بیوی ہے اس لیے اگر اس سے لغزش

ہو جائے تو باپ کو بھی تنبیہ کرنے کا حق ہے خاوند کو بھی تنبیہ کرنے کا حق ہے جس کے ساتھ عورت کی تربیت ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ گھر کا نظم ٹھیک ہوتا ہے یہ آزادی ایسی پھیلائی اس میڈیا نے ہمارے اس ٹی وی نے ، اور تاثر یہ دیا کہ کسی کا رعب ہم پر نہیں چل سکتا ہم اپنی جگہ پر آزاد ہیں۔

نہ بہن بھائی کی بات برداشت کرے، نہ بیٹی باپ کی بات کو برداشت کرے نہ بیوی شوہر کی بات برداشت کرے ذرا سی بھی بات ہو جائے تو خودکشی کرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہیں کتنے واقعات ہر روز اس قسم کے آتے ہیں اخباروں میں، یہ نئی تہذیب کے مقابلے میں یہ چھوٹی موٹی کوشش جتنی بھی ہے یہ اس کے سامنے بند باندھنے کے لیے ہے نیک بخت ہیں یہ بچیاں جو علم حاصل کر رہی ہیں ، اور گھروں میں جاکے اس جدید تہذیب کے اثرات سے اپنے بہن بھائیوں کو بچانے کی کوشش کریں۔

دینی تعلیم کے اثرات قبول کرو:

جاہلانہ رسموں سے اپنے گھروں کو پاک کریں اور یہ کافرانہ طرز زندگی، تصویروں کو گھروں میں لانا زیب وزینت کے طور پر اور ہر کوٹھی پر یہ کنجروں اور گانے کی آوازیں یہ سب کافرانہ تہذیب ہے۔

آپ کوشش کیجئے کہ گھروں کے اندر اسلامی تہذیب آئے اور اس عیسائی اور یہودی تہذیب کو مٹانے کی کوشش کریں ، اپنے لباس کا خیال کریں ،لباس شرعی پہنیں ایسا باریک کپڑا جس میں سے بدن چھلکتا ہو اس کے ساتھ نماز بھی نہیں ہوتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت بھی کی ہے، مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا ویسے جوتے پہننا، ویسے بال رکھنا، ویسے کپڑے پہننا، اس پر لعنت فرمائی رسول اللہ نے ،عورت کو اپنے دائرے میں رہنا چاہیے مرد کو اپنے دائرے میں رہنا چاہیئے۔

بہر حال اس تعلیم کے اثرات آپ پر نمایاں ہونے چاہئیں تو میں مبارک باد

دیتا ہوں سب بچیوں کو جو فارغ ہونے والی ہیں اور ان کے والدین کو بھی اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو آگے عمل کی توفیق دے اور یہ پورے عالم میں اسلام کی اشاعت کا باعث بنیں گھروں میں پھر رہی ہیں بدمعاش قسم کی عورتیں خاندانی منصوبہ بندی کے طریقے بتاتی پھرتی ہیں اور اس قسم کی دوسری باتیں پھیلاتی پھرتی ہیں ان کو گھروں میں گھسنے نہ دیں دھکے دے کر باہر نکال دیں تاکہ ان کے برے اثرات ہمارے گھروں میں نہ آئیں عیسائی عورتوں مرزائی عورتوں کو گھروں سے نکال دیں اور بتانا چاہیے کہ یہ کفر پھیلا رہی ہیں یہ برائی پھیلا رہی ہیں۔

اور مسلمانوں کا ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق رکھنا جائز نہیں ہے یہ آپ کی آنے والی زندگی کے اندر فرض ہوگا، جو آپ نے ادا کرنا ہے تب ہم سمجھیں گے کہ ہماری کوشش کامیاب ہے اور اللہ اسباب مہیا کرے تو اپنے مدارس بناؤ آپ قرآن مجید پڑھاؤ تاکہ نئی نسل جو ہے وہ اسلام سے واقف ہو اور یہ جدید تعلیم کے نتیجے میں عیسائیت یہودیت جو تیزی سے پھیلتی جارہی ہیں کم از کم اس کے سامنے رکاوٹ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے اور اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمالے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اولیاء کی گستاخی کی سزا

بموقع: اختتام بخاری شریف

بتاریخ: ۲۰۱۰ء

بمقام: دارالقرآن فیصل آباد

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ٹھنڈا کر دیا:

حدیث شریف میں یہ روایت موجود ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو مسجد میں منبر رکھ دیا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ حسان مشرکین کی حدیں توڑ و یعنی مشرکین کی برائیاں ظاہر کرو، ان کی برائی کرو مدح سے جس طرح خوبی کو ظاہر کیا جاتا ہے اور ھدی جو ہے وہ برائی ظاہر کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے مشرکین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ شعروں میں مذمت کے طور پر کرتے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کرتے تھے جب وہ مشرکین کی برائیاں ظاہر کرتے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ حدیث میں موجود ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ "**ھدیٰ حسان شفٰی واشتفٰی اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام**" حسان رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے متعلق شعر کہے اور ان کی برائی بیان کی اپنا دل بھی ٹھنڈا کیا اور ہمارا بھی ٹھنڈا کیا "**شفٰی واشتفٰی**" اپنے آپ کو بھی شفاء دی خود بھی شفاء پائی اور ہمیں بھی شفاء دی یہ شفاء اس غصے سے ہے جو مشرکین کی طرف سے سننے کے بعد اہل ایمان کے دل میں بھڑکتا ہے تو حسان رضی اللہ عنہ اس غصے کو ٹھنڈا کرتے تھے مشرکین کی برائی کر کے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اپنا بھی دل ٹھنڈا کیا اور ہمارا بھی دل ٹھنڈا کیا۔

قاری منصور صاحب نے ہمارا دل ٹھنڈا کر دیا:

آج قاری منصور صاحب کی جو تقریر سنی ہے تو جس طرح سے انہوں نے ان امریکیوں کا تذکرہ کیا ہے تو میں یہ کہنے پہ مجبور ہوں کہ "**شفٰی واشتفٰی**" ہمارا بھی دل ٹھنڈا کیا اور اپنا بھی دل ٹھنڈا کیا قرآن کریم میں شفاء کا لفظ ایسے موقع پر بولا گیا ہے سورۃ برأت میں ہے اللہ ان مشرکین کو رسوا کرے گا اور ان کو تمہارے ہاتھوں سے سزا دلوائے گا۔

’’ ویشف صدورقوم مومنین ‘‘ اور مومنین کے دل ٹھنڈے کرے گا تمہارے ہاتھوں سزا دلوا کر انہیں رسوا کر کے اللہ تعالیٰ ان مومنین کے دلوں کو ٹھنڈا کرے گا ’’ یشف صدورقوم مومنین ‘‘مومنین کے دلوں کو اللہ شفاء دے گا دشمن کی پٹائی جس وقت اپنے ہاتھ سے ہوتی ہے قدرتی عذاب سے وہ مرجائیں تو اس میں اتنا دل خوش نہیں ہوتا جتنا اپنے ہاتھوں سے پٹائی کر کے دشمن کو مارا جاتا ہے تو دل خوش ہوتا ہے۔

بہر حال ان کی باتیں جتنی بھی سننے میں آئیں الحمد للہ ایک ایک لفظ ایک ایک بات میرے دردِ دل کے جذبات کی ترجمانی ہے اور میں ان کی ہر بات کی تائید کرتا ہوں اور ان کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے، آئے دن وہ مومنین کے جوانوں کے دلوں سے غیر اللہ کا خوف نکالتے رہیں اور ان کے اندر غیرت ایمانی کو بھڑکاتے رہیں (آمین)۔

جامعہ دارالقرآن سے وابستگی:

ہمیشہ سے معمول ہے کہ چونکہ ختم صحیح بخاری کے موقع پر بہت سارے احباب جمع ہوتے ہیں تو حدیث شریف کے متعلق فنی ابحاث ذکر کرنے کی بجائے عوام الناس کی رعایت کرتے ہوئے کچھ سبق سے ہٹ کر بھی کبھی دو چار باتیں ہو جایا کرتی ہیں تا کہ عوام بھی فائدہ اٹھائیں ورنہ اگر حدیث کے مباحث پر ہی تقریر کو ختم کر دیا جائے تو طلبہ کو تو فائدہ ہوتا ہے عوام الناس اس مجلس میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

ان میں سے دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں ایک تو دارالقرآن میں آنے کے بعد دارالقرآن کا ماحول دیکھ کر ہر سال ہی کیونکہ سالہا سال سے قاری محمد یاسین صاحب شفقت فرماتے ہیں ان کی محبت ہے کہ اس مجلس میں اس خدمت کے لیے ہمیشہ مجھے مامور کرتے ہیں اور اس اختتامی مجلس میں میں حاضر ہوا کرتا ہوں میرے

خیال ہے جب سے طالبات میں دورہ حدیث شریف شروع ہوا ہے اور اس کے بعد جب سے طلباء میں دورہ حدیث شریف شروع ہوا مجھے یاد نہیں کہ درمیان میں کسی سال بھی ناغہ ہوا ہو بلکہ ہر سال اس خدمت پر مجھے ہی مامور کرتے ہیں تو ہر سال ہی آنا ہوتا ہے اور آج اس کا اظہار کر رہا ہوں کہ اس ماحول کو دیکھ کر بالکل وہی نقشہ سامنے آتا ہے جو کسی صاحب نے کہا۔

بہار عالم حسنش دلے راتازہ مے دارد
برنگ سعت صورت رابگوار باب معنیٰ را

کسی کے حسن کی بہار کو دیکھ کر دل اور جان تازہ ہوتے ہیں جو اہل ظاہر ہیں وہ اس کے ظاہری رنگ کو دیکھ کر ان کے دل اور دماغ تازہ ہوتے ہیں اور جو حقیقت شناس ہیں وہ اس کے باطن کی برکات کو محسوس کر کے دل ودماغ کے اعتبار سے خوش ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس رونق کو بحال رکھے، اور اس میں دن دگنی اور رات چگنی ترقی عطا فرمائے اور یہ قاری یاسین صاحب زید مجدھم اور ان کے صاحبزادے اور ان کے رفقاء ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ خاص طور پر نوازا ہوا ہے، میں آہستہ آہستہ بولتا ہوں اپنی مجبوری کی بناء پر اگر بات کوئی جذبات کی آجائے تو مجھے تکلیف ہو جاتی ہے سینے میں اس لیے مجھے ذرا اس لب ولہجے میں معذور سمجھیں۔

مناصب نبوت اور امت کی تقسیم:

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں اور اللہ نے ان کو جو بھیجا اور ان کے ذمے جو کام لگائے گئے ہیں تو قرآن کریم میں آتا ہے قرآن کریم کی تلاوت'' یتلوعلیھم ایٰتہ'' اور دوسری جگہ ذکر کیا ''ویعلمھم الکتاب والحکمة'' کتاب اور حکمت کی تعلیم اور تیسرا کام ذکر کیا ''ویزکیھم'' تزکیہ ان

مخاطبین کو صاف ستھرا کرنا، سرور کائنات ﷺ میں یہ باتیں کمال درجے کی موجود تھی اور آگے وقت چونکہ سرور کائنات ﷺ کی جانشینی کا ہے تو یہ تینوں کام امت کے اندر اکثر و بیشتر تقسیم ہو گئے۔

تلاوت کتاب، لفظوں کا پڑھنا ایک گروہ اس کام کے لیے متعین ہو گیا جن کو ہم قاری اور حافظ کے لفظ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، یہ تلاوت کتاب والا منصب ملتا ہے ان کو جنہوں نے قرآن کریم کے الفاظ کی تلاوت کی، اور اس کی حفاظت کی، زیر زبر اور اس کی ادائیگی کا لب ولہجہ سب محفوظ کیا تو وہ قرائے کرام کا گروہ ہے جنہوں نے سرور کائنات ﷺ کی تلاوت آیات کی نیابت کو سنبھالا اور جہاں تک تعلیم کتاب وحکمت کی بات ہے بالاختصار یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ علماء کا اور مفسرین کا گروہ ہے۔

انہوں نے حضور ﷺ کی اس شان "ویعلمهم الکتاب والحکمة" والا منصب سنبھالا اور تعلیم کتاب وحکمت ان کا منصب رہا اور تیسرا کام "ویزکیهم" تزکیہ اور تزکیہ جو صاف ستھرا کرنے کو کہتے ہیں تو یہ ہے ایک عملی درجہ کہ تعلیم دینے کے بعد پھر اس چیز کو بدن کے اندر رچا دیا جائے اور اس کا رنگ چڑھا دیا جائے اس کو تزکیہ کہتے ہیں۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ:

آپ نے سنا ہوگا اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ وہ یہ بات فرمایا کرتے تھے اور میں نے براہ راست ان کی زبان سے یہ بات سنی جو کہتے تھے یہ ایسا سمجھ لیجئے کہ دین ایک رنگ ہے جو اللہ نے بنایا " صبغة الله ومن احسن من الله صبغة " جیسے ایک رنگ ہوتا ہے اور پھر وہ رنگ دکانوں پر فروخت ہوتا ہے اس کو آپ رنگ فروش کہہ دیجئے وہ رنگ بیچتے ہیں ان کی دکان سے ہر قسم کا رنگ مل جاتا ہے جو رنگ چاہیں آپ اس کی پڑیا لے آئیں۔

اور ایک رنگ ریز ہوتا ہے جو کپڑے پہ رنگ چڑھاتا ہے اور اس ایک ایک تار کو رنگ سے ایسے بھر دیتا ہے کہ پھر کپڑے کا تصور رنگ کے بغیر رنگ کا تصور کپڑے کے بغیر مشکل ہو جاتا ہے اس طرح سے رنگ کپڑے میں سرایت کر جاتا ہے اس کو رنگ ریز کہتے ہیں۔

تو فرمایا کرتے تھے رنگ ساز کی طرح تو اللہ تعالیٰ ہے جس نے اس دین کو بنایا اور علماء جو ہیں یہ رنگ فروش ہیں دین پڑھاتے ہیں مسئلہ بتاتے ہیں اور تعلیم کتاب و حکمت کرتے ہیں اور آگے ایک گروہ ہے جو تزکیہ کرنے والا ہے جن کو ہماری اصطلاح میں صوفیاء کہتے ہیں صاحب خانقاہ لوگ جو خانقاہ میں بیٹھے ہیں ان کا کام ہے کہ اس دین کا رنگ چڑھاتے ہیں اپنے پاس آنے والوں پر جس کے ساتھ یہ دین اس کے اندر ایسے سرایت کر جاتا ہے کہ اب اس کی پہچان بھی اس دین کے ساتھ ہوتی ہے اس کے بغیر دین کا تصور، دین کا تصور اس کے بغیر، جدا کرنا ان کو علیحدہ علیحدہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے یہ کام صوفیاء کا ہے، صاحب خانقاہ لوگوں کا ہے اصل میں تو یہ تین گروہ ممتاز ہو گئے۔

قاری یٰسین صاحب پر اللہ کا فضل:

لیکن میں حضرت قاری یٰسین صاحب کی ذات کی طرف دیکھتے ہوئے بہت ہی زیادہ اس بارے میں رشک کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا ہے کہ سرور کائنات کی یہ شان جس کو ہم تلاوت کتاب کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں یہاں وافر مقدار میں بہت اچھے انداز میں یہ کام بھی ہو رہا ہے اور یہ ساری فوج آپ کے سامنے جو بیٹھی ہے بچوں کی یہ اسی شان سے تربیت یافتہ ہیں یعنی ان کو تلاوت کتاب کروائی اور انہوں نے کتاب کو محفوظ کیا۔

اور انہوں نے لفظوں کو رٹہ لگا کر یاد کیا اور ان میں قاری صاحب کی جھلک جو ہے تلاوت کتاب والی دیکھی جاسکتی ہے، اور دوسری طرف یہ طلباء ہیں جن کو وفاق کے نصاب کے مطابق کتابیں پڑھائی گئیں اور یہ آخری درجہ ہے جس میں حدیث شریف کے اوپر عبور کروایا جاتا ہے یہ سب تعلیم کتاب وحکمت کا حصہ ہیں تو طالبات میں بھی یہ درجہ مکمل، اور طلبہ میں بھی یہ درجہ مکمل، اللہ کے فضل وکرم سے دارالقرآن میں سردر کائنات ﷺ کی یہ شان نیابت بھی اللہ تعالیٰ نے قاری صاحب کو نصیب فرمائی اور جہاں تک تزکیہ کا تعلق ہے تربیت۔

جیسے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اس کا فرق سمجھانے کے لیے تعلیم اور تزکیہ کا کہ میرے پاس بسا اوقات ترجمہ پڑھنے کے لیے دورہ تفسیر پڑھنے کے لیے علماء کرام آتے ہیں اور حضرت فارغ التحصیل علماء کو ہی ترجمہ پڑھایا کرتے تھے رمضان شریف میں شروع کروایا کرتے تھے، عید الاضحیٰ پر ختم کروایا کرتے تھے فرماتے تھے کہ علماء کرام آتے ہیں تو میں دیکھتا ہوں کہ بعضوں کو نماز تک کی عادت نہیں ہوتی جماعت کی پابندی تو بہت بعد کی بات ہے، جماعت کی پابندی نہیں، نماز کی پابندی نہیں ان کے اندر، اس بارے میں کوتاہی ہوتی ہے۔

لیکن جب وہ میرے پاس آ کے دو چار مہینے گزارتے ہیں اور میں ان کو تزکیہ پہ لگاتا ہوں اور اللہ کی کتاب میں جو تزکیہ کے اصول ہیں جس طرح سے اللہ نے اصلاح نفس کی ہے جب کرتا ہوں تو اکثر و بیشتر طلبہ فارغ ہونے تک تہجد کے عادی ہو جاتے ہیں تہجد گزار ہو جاتے ہیں، باقی نوافل کی پابندی فرضوں کی پابندی تو ہوتی ہی ہے لیکن یہاں تھوڑی مدت رہنے کے بعد تہجد گزار ہو جاتے ہیں یہ رنگ قبول کر لیتے ہیں طلبہ تو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارے قاری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اس فن کے

اندر بھی کمال دیا مجھے جہاں تک یاد ہے کہ یہی قاری محمد یاسین صاحب حضرت نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے خلفاء کی فہرست جو شائع ہوئی ہے اس میں حضرت قاری صاحب کا نام بھی ہے تو شاہ صاحب نے ان کو خانقاہی سلسلے میں اور اس تزکیہ کے باغ میں بھی بہت نوازا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے ان کو اپنی خلافت کی سند بھی دی ہے اور جہاں تک ان کی اولاد کا تعلق ہے سارے ہی باکمال ہیں لیکن میرے ساتھ تعلق چونکہ ان کے صاحبزادہ عزیز الرحمٰن کا رہا ہے تو مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کو بھی اپنی خلافت سے نوازا ایسا اوقات مشائخ وقت اس امید پر خلافت دے دیا کرتے ہیں کہ اس کے اندر صلاحیت موجود ہے اور اگر یہ اسی راستے پر چلتا رہا تو انشاء اللہ کمال تک پہنچے گا ان کے ساتھ دعائیں شامل ہوتی ہیں تو مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کو بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت سے نوازا جہاں تک مجھے علم ہے، اللہ ان کو بھی پوری طرح سے اس دین کو اپنانے کی توفیق دے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمناؤں اور امیدوں کے مطابق اس کو بھی روحانی کمال تک پہنچائے باقی حضرت قاری صاحب کے دوسرے صاحبزادے وہ بھی اپنی اپنی جگہ کمال رکھتے ہیں۔

اور انتظامی امور میں مولوی جمیل الرحمٰن صاحب ہر لحاظ سے نائب ہیں حضرت قاری صاحب کے تو یہ خاندان اس اعتبار سے اللہ کی رحمت کا بہت ہی مستحق ہے اس بات پر خوشی ظاہر کرنے کو میرا دل چاہ رہا تھا اس لیے میں نے اس انداز میں اس خاندان کے متعلق اپنی محبت اور عقیدت اور ان کے ساتھ اپنے تعلق کا اظہار کیا ہے اللہ تعالیٰ اس خاندان کو اس میں اور کمال پیدا کرنے کی توفیق دے اور یہ سلسلہ جو ہے

وہ جاری اور ساری رہے نظر بد سے اللہ ان کو محفوظ رکھے ایک یہ بات تھی جو میں سبق سے ہٹ کر کہنا چاہتا تھا۔

ملکی حالات کی خرابی کی وجہ:

اور ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں جو عوام کے کام کی ہے اور وہ یہ ہے کہ آج ہمارا ملک عام طور پر آفات کی آماج گاہ بنا ہوا ہے کسی جگہ برکت نہیں، مہنگائی کمر توڑ ہے، انتشار ہے، فساد ہے، سکون نہیں، اطمینان نہیں، ملکی سطح پر بھی افراتفری اور افراد کی سطح تک شہروں کی سطح تک بھی افراتفری، امن چین جو کچھ ہے وہ سب ختم ہو چکا، یہ نحوست زیادہ تر تو ہے ان کی طرف سے جن کا تعارف آپ کو قاری صاحب نے بہت اچھے الفاظ میں کروایا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک چیز کی طرف آپ کی توجہ دلانے کے لیے کہتا ہوں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ایک روایت کا یہ حصہ ہے روایت تو لمبی ہے۔

لیکن اس کا ایک حصہ یہ ہے ''من عادلی ولیا'' جو کوئی میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھے میرے سے اس کو اعلان جنگ ہے، ولی کے ساتھ عداوت رکھنے والے کو میری طرف سے اعلان جنگ ہے ساری شریعت میں دو باتیں ایسی ہیں جن کے اوپر اللہ نے اعلان جنگ کیا ہے ایک یہ سودی نظام ہے۔

اور ایک ہے اولیاء اللہ سے عداوت سودی نظام کے متعلق تو آپ جانتے ہیں جس طرح سے یہ لوگوں میں سرایت کیے ہوئے ہے نہ کوئی چھوڑنے کے لیے تیار نہ کوئی بدلنے کے لیے تیار وہ مستقل عداوت کا ذریعہ ہے اور جہاں تک اولیاء اللہ سے عداوت کا تعلق ہے، وہ آپ سب حضرات کی ذرا توجہ کرنے کی بات ہے پہلے میں یہ عرض کر دوں کہ اللہ سے عداوت کا مطلب کیا ہے اور اگر کسی کے متعلق اللہ کی عداوت کا اعلان ہو جائے تو کیا ہوتا ہے؟

اولیاء کے خلاف زبان درازی کا نقصان:

اس کو آپ ایک واقعہ سے سمجھ لیجئے ایک وقت میں یہ فتنہ شروع ہوا تھا پاکستان میں ایک گروہ نمایاں ہوا، جنہوں نے فقہاء کے خلاف زبان درازی شروع کی اور پھر خصوصیت کے ساتھ حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق صبح و شام رات دن وہ بدزبانی کرتے تھے، یہ بات ہے حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے اور ہم تک یہ بات پہنچی ہے حضرت غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے اور یہ ترجمان الاسلام کے اندر بھی واقعہ شائع ہوا تھا اور اس نسبت کے علاوہ اور نسبت سے بھی میں نے یہ واقعہ سنا کہ ایک نوجوان مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی یہ داؤد غزنوی کے والد تھے یہ اہل حدیث تھے۔

لیکن بہت معتدل قسم کے اور یہ تصوف اور خانقاہی اعمال کے بھی قائل تھے ان کے ہاں پیری مریدی بھی تھی حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہیں ان کے پاس بیٹھے تھے ایک نوجوان آیا اور آ کے اس نے مولانا کے سامنے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کوئی نازیبا الفاظ استعمال کیے جب اُس نے نازیبا لفظ استعمال کیے تو مولانا عبدالجبار صاحب نے اس کو ٹھکرایا اور کہا کہ اٹھ کے چلا جا مجھے تجھ سے بے ایمانی کی بو آتی ہے یہ الفاظ بولے حضرت مولانا عبدالجبار صاحب نے چند دنوں کے بعد پتہ چلا کہ وہ نوجوان مرزائی ہوگیا، اور ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا تو حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں مجھے جہاں تک یاد ہے کہ مولانا عبدالجبار سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ بات کیسے کہہ دی تھی کہ مجھے تجھ سے بے ایمانی کی بو آتی ہے اور آپ کا اندازہ ٹھیک ہوا کہ وہ شخص ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا بے ایمان ہوگیا اور وہ مرزائی ہوگیا آپ نے فرمایا کہ جب اس نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف زبان درازی کی تھی تو فوراً میرے ذہن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان آیا کہ جو میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھے میری طرف سے اس کو اعلان جنگ

ہے اور ذہن میں فوراً یہ بات آئی کہ جب ایک کے خلاف اعلان جنگ کردیا ہے تو دشمنی کے طور پر ہر شخص دوسرے کی قیمتی سے قیمتی چیز کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کائنات میں ایمان سے زیادہ اچھی اور قیمتی چیز کوئی نہیں ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی کے متعلق اعلان جنگ کرے گا تو اس کا پہلے ایمان نہیں رہے گا اور ایمان سلب ہوجائے گا، یہ واقعہ گویا کہ اس روایت کی تشریح کے طور پر آپ کو سنا رہا ہوں کہ اولیاء اللہ سے عداوت انسان سے ایمان کو سلب کرلیتی ہے اور انسان بے ایمان ہو جاتا ہے اللہ کی عداوت کے بعد انسان کے اندر روحانی طور پر برکت باقی نہیں رہ سکتی۔

زبان درازی کرنے والے مختلف گروہ:

بدنصیبی ہماری یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ "یلعن آخر هذه الامت اولها" یہ بھی علامات قیامت میں سے ہے کہ اس امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں کو برا بھلا کہیں گے ان پر لعنت کریں گے اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور یہ سلسلہ جو اس امت میں شروع ہوا شروع تو بہت قریب عرصے سے ہوگیا تھا لیکن وہ اب انتہاء کو پہنچ گیا کوئی گروہ تو ایسا ہے جو براہ راست سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی گستاخی کرتا ہے، کوئی گروہ ایسا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی کرتا ہے، کوئی گروہ ایسا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد جو فقہاء کا طبقہ پیدا ہوا وہ فقہاء کے خلاف زبان درازی کرتا ہے، کوئی طبقہ ایسا ہے جو محدثین کے خلاف زبان درازی کرتا ہے، اور حدیث کا انکار کرتا ہے۔

اور محدثین کے اوپر وہ برے برے الفاظ بولتا ہے، حتیٰ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ امام المحدثین ہیں ان کے متعلق پاکستان میں پچھلے دنوں بھی کتاب چھپی جس میں

ایسی ایسی زبان درازی کی گئی اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق وہ کچھ کہا گیا جو کسی شریف آدمی کی زبان سے نقل ہوتا ہوا بھی اچھا نہیں لگتا۔

محدثین کے خلاف بدزبانی اور ایسے لوگ بھی پیدا ہوگئے جو صوفیاء اور خانقاہی لوگوں کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں اور ایسے لوگ بھی کثرت سے پیدا ہوگئے جو عام علماء اور طلباء کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں تو یہ سارے طبقات ایک ہی ترازو کے باٹ ہیں اور یہ سب اہل اللہ کے ساتھ عداوت رکھنے والے گروہ ہیں اور یہ پاکستان کے اندر بہت زیادہ وافر مقدار میں موجود ہیں۔

ایمان کی حفاظت کا طریقہ:

تو جب یہ سارے کے سارے اس طرح کریں گے، اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ ہوگا تو پھر آپ بتایئے کہ ان آبادیوں میں کس طرح سے برکات آسکتی ہیں اور کس طرح سے ایمان بچ سکتا ہے، تو یہ بہت خوف اور خطرے کی بات ہے ہمارے ذمہ ہے کہ ہم سب ۔ کے شکر گزار ہوں، ہمارے ایمان کا حصہ ہے محدثین کا احترام اور ہمارے ایمان کا حصہ ہے فقہاء کی تعظیم، ہمارے ایمان کا حصہ ہے صوفیاء کی تعظیم، ان سب طبقات کے ساتھ محبت رکھو اور ان کے ساتھ تعلق رکھو اور کبھی بھی ان طبقات کے بارے میں زبان درازی کی کوشش نہ کرو، اور نہ زبان درازی کرنے والوں کے ساتھ کوئی تعلق رکھو تب جا کے ایمان محفوظ رہے گا ورنہ ایمان خطرے میں ہے۔

طالبان کو بھائی کہنے والا:

پھر یہ ذہنی انتشار ہمارے ملک میں اتنا پیدا کردیا گیا یہ بھی ایک دجالی

تہذیب کا حصہ ہے انتشار پیدا کر دیا گیا، اب ایک آدمی کے منہ سے ایک بات نکلی کہ طالبان ہمارے بھائی ہیں پتہ نہیں نادانستہ کہہ دیا یا جان بوجھ کر کہی بس ایک شریف آدمی کے منہ سے ایک فقرہ نکل گیا کہ طالبان ہمارے بھائی ہیں تو ایک طبقے نے شور مچایا کہ طالبان جو ہیں وہ تو ایسے ہیں ایسے ہیں جو طالبان کو اپنا بھائی کہتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی اندر سے ان کے ساتھ ہے۔

آپ حضرات نے اخبار میں پڑھا ہوگا کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے کوئی نئی بات نہیں کہہ رہا، سنی ہوگی بات آپ حضرات نے، اسمبلی تک یہ بات زیر بحث آئی کہ جو طالبان کو بھائی کہتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اندر سے ان کے ساتھ ہے، پھر یہ مجھے یاد نہیں ہے کہ سال کے آخر میں آپ پڑھنے والے لوگ جانتے ہیں مدرسین کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ اخبار بینی کریں، دوسری باتوں کا مجھے نہیں معلوم کہ اس نے بھائی کہنے سے توبہ کر لی تھی، رجوع کر لیا تھا یا نہیں کیا تھا یہ آپ حضرات کو معلوم ہوگا اگر کسی کو پتہ ہے تو بتادے توبہ کر لی تھی یا یہ بات ان کی باقی تھی معلوم نہیں ہے۔

بہر حال یہ شور مچا تھا ملک میں اور یہ کہا جا رہا تھا کہ طالبان جو ہیں وہ تو دہشت گرد ہیں اور جس نے ان کو بھائی کہا معلوم ہوتا ہے وہ بھی ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں لہذا وہ بھی دہشت گرد ہیں۔

مرزائیوں کو بھائی کہنے والا:

وقت تھوڑا ہی گزرا تھا کہ ایک دوسرا شریف آدمی بولا وہ کہتا ہے کہ مرزائی ہمارے بھائی ہیں جب انہیں تکلیف پہنچتی ہے تو مجھے تکلیف پہنچتی ہے میرا دل دکھتا ہے اب اس واقعہ کو اگر سامنے رکھیں کہ بھائی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اندر اندر سے یہ ان کے ساتھ ہیں۔

اب ایک طبقہ اگر یہ بات کہتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شریف آدمی اندر اندر سے مرزائیوں کے ساتھ ہے ان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ان کا دل دکھتا ہے اب اس سے مطالبہ کیا جارہا ہے توبہ کرنے کا اب یہ معلوم نہیں ہے کہ اس نے توبہ کی ہے یا نہیں کی اب اندازہ کریں کہ اس ملک کے اندر ذہنی انتشار کتنا ہے ورنہ تم تو پھر یہی سمجھو گے کہ جیسے طالبان کو بھائی کہنے والا اندر سے دہشت گرد ہے اسی طرح سے مرزائیوں کو بھائی کہنے والا اندر سے ان کے ساتھ ہی ہے تو اس لیے ہمارے حضرات مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کو تو توبہ کر لینی چاہیے۔

مرزائیوں سے برأت کا اعلان کرو:

کیونکہ ہم تو سمجھتے ہیں کہ طالبان واقعی ہمارے بھائی ہیں اس جرم میں تو ہم بھی ساتھ شریک ہیں ہاں البتہ یہ جو جرم ہے یہ ناقابل معافی ہے کیونکہ مرزائی ایک ایسا طبقہ ہے جو نبی کا باغی، دین کا باغی حتی کہ ملک کا باغی، اور کتنے فساد ان کے ذریعے سے ہوتے ہیں، ان کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنا جو ہے یہ خطرناک ہے ایسے لوگوں سے ہم سب کو برات کا اعلان کرنا چاہیئے کہ جیسے ہم کسی مرزائی کو برداشت نہیں کرتے اسی طرح اگر یہ توبہ نہ کریں تو آنے والے الیکشن میں اس کی بو بھی نہیں آنی چاہیئے ،یہ ضروری ہے یہ بات میں اس لیے کہنا چاہتا تھا کہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔

لیکن حقیقت کے اعتبار سے ان کا تعلق بھی انسان کے ایمان کے ساتھ ہے جہاں حب فی اللہ قابل تعریف ہے اتنی ہی ضروری بغض فی اللہ بھی ہے اگر ایسے لوگوں سے آپ دل میں نفرت نہیں رکھیں گے تو ہمارے ایمان کی کمزوری ہے۔

وزن اعمال کا عقیدہ قطعی ہے:

اس کے بعد توجہ دلاتا ہوں آپ کی اس حدیث کی طرف جو کتاب میں پڑھی

گئی چونکہ ہر سال ہی یہ روایت پڑھی جاتی ہے ہر سال ہی اس کے اوپر تقریر ہوتی ہے یہ مضامین نئے نہیں ہوتے جیسے ختم قرآن پر اگر تقریر ہو تو وہی تقریر ہوگی ہر سال اور یہاں ختم بخاری پر روایت بھی وہی ہے، الفاظ بھی وہی، تقریر بھی وہی اس لئے اس بارے میں زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخری باب رکھا ہے وزن اعمال پر اور یہ عقیدہ قطعی ہے جیسے توحید کا عقیدہ ضروری رسالت کا عقیدہ ضروری مرنے کے بعد جی اٹھنا جس کو ہم معاد کہتے ہیں اس کا عقیدہ ضروری یہ بھی اسی طرح سے ضروری ہے۔

- توحید کا منکر کافر،
- رسالت کا منکر کافر،
- معاد کا منکر کافر،

تو معاد کے حالات سارے کتابوں میں ہیں اس میں ایک وزن اعمال بھی ہے جس کو یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر آخر میں ذکر کیا ہے انسان کے اعمال بھی تولے جائیں گے اقوال بھی تولے جائیں گے، اس لیے یہ ذہن میں بات ڈالنا مقصود ہے کہ اپنے عمل کو اور اپنے قول کو یوں نہ سمجھو کہ یہ ضائع ہو جائے گا۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں بھی ریکاڈ کیا ہے قرآن کریم میں موجود ہے جو کام آپ کریں گے وہ آپ کے چمڑے میں آپ کے اعضاء میں بھی محفوظ ہے یہ بھی قرآن کریم میں موجود ہے یہ زندگی بھر کی فلم بنتی جاتی ہے جو انسان اعمال کرتا ہے اور اس کا اظہار اگر ضروری ہوگا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے زمین بھی بولے گی اور انسان کے اعضاء بھی بولیں گے صراحت کے ساتھ یہ بات قرآن کریم میں آئی ہوئی ہے اور پھر خیر شر جس وقت سامنے آئے گا تو اعمال تولیں گے تو پتہ چل

جائے گا خیر غالب ہے کہ شر یہ بحث ایک علیحدہ ہے کہ کیا سب کے تولیں گے یا کسی کے تولیں گے کسی کے نہیں تولیں گے یہ تفصیل طلب باتیں ہیں اور طلباء ان کو جانتے ہیں اس لیے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بلاحساب جنت میں جانے والے:

بعض لوگ ایسے ہوں گے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ستر ہزار آدمی ایسے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ بغیر حساب جنت میں بھیج دیں گے بلکہ ایک روایت میں پھر یہ اضافہ بھی ہے کہ ایک ایک ہزار کی برکت سے ستر ستر ہزار اور بھیج دیئے جائیں گے ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھنی چاہیئے، اور وہ بلاحساب کون لوگ جائیں گے اس کی تفصیل بھی سب روایات میں موجود ہے۔

لیکن ایک ہلکی پھلکی سی بات آپ کو میں بتاتا ہوں کہ آپ اگر اس کا اہتمام کریں گے تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس گروہ میں شامل ہو جائیں جن کو اللہ تعالیٰ بلاحساب جنت میں بھیج دیں گے، مشکوٰۃ شریف میں روایت موجود ہے احوال قیامت میں کہ مخلوق جب اللہ کے سامنے موجود ہو گی اور حساب کتاب کا دور چلے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا۔

”این الذین تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً وطمعاومما رزقنٰھم ینفقون ”کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو اپنے بستروں سے علیحدہ رہتے تھے لیٹتے نہیں تھے” تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع ”اللہ کو پکارتے تھے امیدیں رکھتے ہوئے بھی، اللہ سے ڈرتے ہوئے بھی، اور جو مال ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ بھی کرتے ہیں این یہ کہاں ہیں جب یہ اعلان ہوگا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اٹھ کے کھڑے ہوجائیں گے،” وھم قلیل” ہونگے تھوڑے سے۔

جب یہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ تم تو جاؤ بلا حساب جنت میں اور باقیوں کا حساب بعد میں شروع ہوگا تو یہاں یہ جو فضیلت بیان کی گئی، پہلو بستر سے علیحدہ رکھنا اس کا اعلیٰ مصداق ہیں تہجد گزار کیونکہ رات کا آخری حصہ جو ہوتا ہے وہ اتنی میٹھی میٹھی نیند کا ہوتا ہے اس وقت اٹھ کے اللہ کو پکارنا اللہ کی عبادت کرنا یہ کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔

لیکن اگر کوئی شخص آخرت کی کامیابی کو آگے رکھ کے یہ عادت ڈال لے تو مشکل بھی کوئی نہیں ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم رات کو جلدی سوتے نہیں، حدیث میں آتا ہے کہ عشاء کے بعد جلدی سو جاؤ تا کہ صبح اٹھنا آسان ہو جو ہمارا سونے کا وقت ہے اس میں ہم جاگتے ہیں اور جو ہمارے جاگنے کا وقت ہے اس میں ہم سوتے ہیں تو یہ ہماری محرومی ہے۔

رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ کی پکار:

اس لیے اگر اس روایت کو پیش نظر رکھیں تو رات کو اٹھا کرو رات کے وقت میں رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ خود متوجہ ہوتے ہیں مخلوق کی طرف جیسے حدیث شریف میں آتا ہے۔

کون ہے، جو مجھے پکارے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں،

کون ہے، جو مجھ سے عافیت مانگے میں اسے عافیت دوں،

کون ہے، جو مجھ سے رزق طلب کرے میں اس کو رزق دوں، کون ہے جو مجھ سے معافی مانگے اور میں اس کو معاف کردوں۔

سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ رات کے آخری ثلث میں یہ اللہ کی طرف سے دعوت شروع ہوتی ہے، طلوع فجر تک یہ اللہ کی طرف سے جاری رہتی ہے اس وقت بندے کو اٹھ کر اللہ کے سامنے متوجہ ہونے سے بڑا سکون ملتا ہے بڑا اطمینان ہوتا ہے

تو یہ اللہ کا انعام ہوگا اگر صبح کو عادت ڈال لی جائے تو اس لیے کہتے ہیں کہ لیلۃ القدر کی تلاش کرنے کے بارے میں ایک بزرگ کا قول آتا ہے کہ اے خواجہ شب قدر کی نشانیاں کیا پوچھتے ہو ہر رات شب قدر ہے اگر تو قدر جانے کیونکہ اللہ کے ساتھ رابطہ ہر رات کو ہوسکتا ہے۔

''ومما رزقنٰھم ینفقون '' اپنی استعداد کے مطابق اللہ کے راستے میں خرچ کرنا وہ بھی اس کا حصہ ہے، بہر حال بہت سارے خوش قسمت ہونگے۔

حدیث کی مباحث:

تو یہاں وزن اعمال کا تذکرہ کر کے گویا کہ فکر آخرت کی طرف متوجہ کردیا اپنے منہ سے نکلنے والے لفظ کا بھی خیال کرو اور جو کام کرتے ہو اس کا بھی خیال کرو، آگے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو مجاہد کے حوالے سے اس کا معنیٰ نقل کیا ہے تو یہ ترجمۃ الباب میں حضرات تابعین کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں تو میں ہمیشہ طلبہ کو متوجہ کیا کرتا ہوں کہ یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ قرآن حدیث کے علاوہ کوئی چیز حجت نہیں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسلک نہیں ہے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسائل کو ثابت کرنے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال سے بھی استدلال کرتے ہیں، تابعین کے اقوال سے بھی استدلال کرتے ہیں تو فکر آخرت اس وزن اعمال کے عقیدے سے پیدا ہوگا۔

آگے وہ روایت نقل کی وہ بطور دلیل کے بھی ہے جس میں '' ثقیلتان فی المیزان '' کا لفظ جو ہے وہ ترجمۃ الباب سے مطابقت رکھتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ تولے جائیں گے اور الفاظ اور اعمال کیونکہ ان میں فرق نہیں تو جو دلیل اعمال کو تولنے کی ہے وہی اقوال کو تولنے کی ہے، جو اقوال کو تولنے کی ہے وہی اعمال کو تولنے کی ہے، تو وزن اعمال کا اس میں ذکر آگیا تو ربط قریب باب سے اس روایت کا یہ ہے اور پھر یہ کتاب التوحید کی آخری روایت ہے۔

تو یہاں توحید کیسے ثابت ہوتی ہے وہ بھی پھر آگے لمبی بات ہے، اور پھر اس کا ابتداء کتاب سے بھی تعلق ہے کہ ابتدا میں ''انما الاعمال بالنیات '' آیا تھا جس میں اخلاص کی تعلیم دی تھی تو اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کے ساتھ عمل میں وزن پیدا ہوتا ہے یوں اول اور آخر کتاب کی آپس میں مطابقت بھی ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص بھی نصیب فرمائے اور فکر آخرت بھی نصیب فرمائے اور ہمارا خاتمہ بھی اللہ کے ذکر پر ہو۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اللہ اکبر کی قوت

بموقع:

بتاریخ:

بمقام:

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ،مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ،

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمِ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

اعلان توحید اور مشرکین کا ردعمل:

سرور کائنات ﷺ نے جس وقت توحید کا اعلان کیا اور قوم سے کہا" قولوا لا الله الا الله تفلحوا" تو ساری کی ساری قوم بگڑ گئی، آپ کو صادق اور امین کہنے والے ایک ہی جملہ پر آپ کو کاہن اور مجنون کہنے لگ گئے، اور قرآن کو صفائی دینی پڑی کہ آپ کاہن اور مجنون نہیں ہیں، بتانا یہ چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ اعلان جو تھا "قولوا لاالٰہ الااللہ" اس میں کون سی ایسی بات تھی کہ جس پر یہ ساری قوم بھڑک اٹھی، پینتالیس سال تک تجربہ کیے بیٹھے ہیں، شاید مکہ میں اتنا عقل مند آدمی ان کے نزدیک بھی کوئی نہیں تھا، جتنے عقل مند حضور ﷺ تھے آخر آپ نے سنا ہوگا کہ جس وقت بیت اللہ کی تعمیر انہوں نے کی ہے تو حجر اسود کو رکھنے کے لیے سب سے آگے آپ ہی آئے تھے اور آپ نے پوری عقل مندی کے ساتھ سارے قبائل کو ساتھ جوڑا تھا۔

اور ایسے معاملات میں قوم آپ کے اوپر اعتبار کرتی تھی سارے مکہ والوں سے زیادہ سمجھ دار تھے،

- تجارت میں آزمائے بیٹھے تھے،
- دوسری چیزوں میں آزمائے بیٹھے تھے،
- دیانت میں آزمائے بیٹھے تھے،
- امانت میں آزمائے بیٹھے تھے،
- عقل میں آزمائے بیٹھے تھے،

لیکن یہ" قولوا لاالٰہ الااللہ" سننے کے بعد جو حضور ﷺ پر الزام لگائے گئے یہ ٹھیک ہے کہ آپ کو شاعر بھی کہا گیا، اور یہ ٹھیک ہے کہ آپ کو ساحر بھی کہا گیا، جادو گر بھی کہا گیا اور یہ ٹھیک ہے کہ آپ کو کاہن بھی کہا گیا اور یہ ٹھیک ہے کہ آپ کو مفتری

بھی کہا گیا شاعر ہے، ساحر ہے ،کاہن ہے ،آپ کو کذاب بھی کہا لیکن سب سے بڑا آپ پر جو الزام لگایا انہوں نے اور جس کی قرآن کریم نے بار بار صفائی دی ہے وہ ہے کہ یہ پاگل ہے مجنون ہے۔

قرآن کریم کا جواب:

آپ بتائیں'' لاالہ الاالله ''میں کون سی پاگلوں والی بات تھی کہ ساری قوم کہتی ہے کہ یہ پاگل ہوگیا، مجنون کسے کہتے ہیں؟ دیوانہ کو اردو میں ترجمہ ہے اس کا پاگل کئی آیتوں کے اندر یہ تذکرہ آیا ہوا ہے'' ماانت بکاھن ولامجنون ''اللہ کہتا ہے کہ نہ تو کاہن ہے اور نہ تو مجنون ہے اور یہ جو آیت میں نے پڑھی ہے سورۃ ن سے تو یہاں اللہ تعالیٰ نے یہی صفائی دی ہے ن سے مراد دوات قلم سے مراد قلم'' مایسطرون ''جو کچھ لوگ لکھیں گے قلم دوات یعنی جو کچھ لوگ لکھیں گے تاریخ جو مرتب کریں گے قلم اور دوات کے ذریعے سے ان سب کو گواہ بنا کر حضور ﷺ کو کہا ہے۔

'' ماانت بنعمت ربك بکاھن ولا مجنون ''تجھ پر تیرے رب کا احسان ہے تو پاگل نہیں ہے تجھے تو ایک ایک عمل پر اجر ملے گا پاگل کے عمل پر اجر کہاں ہوتا ہے، تو تو خلق عظیم کا مالک ہے ،پاگل خلق عظیم کے مالک نہیں ہوتے '' فستبصر '' پس تو بھی دیکھ لے گا عنقریب اور یہ بھی دیکھ لیں گے'' بایکم المفتون '' کہ پاگل یہ ہیں یا تم دیکھ لیں گے عنقریب کتنی بڑی بات ہے جو قرآن میں یہاں کی گئی وہ جو حضور ﷺ کو مجنون کہتے تھے پاگل کہتے تھے ،تو اس میں پاگل ہونے والی بات کون سی تھی یہ بات ہے تو ذرا پیچیدہ اور ہے بھی سمجھانے کی۔

حضور ﷺ کو دیوانہ کہنے کی وجہ:

لیکن میں جو اس کو لے کر بیٹھ گیا ہوں صرف اس لیے لے کر بیٹھ گیا ہوں کہ

" العلماء ورثة الانبیاء " آج سب سے زیادہ علماء پر تبصرہ کرنے والے اپنے آپ کو عقل مند قرار دیکر مولویوں کو پاگل کہتے ہیں کہ ان کو تو عقل ہی نہیں اور ان کو پتہ ہی نہیں کہ دنیا میں رہنا کیسے ہے؟ یہ ٹیکنالوجی والے جو ہیں یہ عقل مند ہیں، اور اللہ اکبر والے پاگل ہیں ان کو پتہ ہی نہیں کہ اللہ اکبر کا دور ختم ہوگیا اب ٹیکنالوجی کا دور ہے ان کو دنیا میں رہنا ہی نہیں آتا۔

اور حضور ﷺ میں ان لوگوں نے کیا پاگل پن دیکھا تھا، تفصیل ساری موجود ہے روایات میں اور قرآن کریم کی آیات میں اشارے موجود ہیں مکے کی ساری معیشت کا دارو مدار تھا تجارت پر یہ بھی جاتے تھے باہر اور باہر کے لوگ دھڑا دھڑ آتے تھے اپنے بتوں کی وجہ سے وہاں آکے طواف کرتے تھے نذرانے چڑھاتے تھے اور ان کے آنے جانے کے ساتھ مکہ کی تجارت چلتی تھی اور ان کے نذرانے جمع ہوتے تھے جو مکہ کے لیے خوشحالی کا باعث تھے۔

اور یہ باہر جاتے تھے لوگ ان کو پیر سمجھتے تھے پیروں جیسا احترام کرتے تھے کیونکہ یہ ان کے بت خانوں کے مجاور تھے پورے کا پورا نظام معیشت مکہ کا جتنا بھی تھا وہ سارا ان بتوں سے متعلق تھا تو انہوں نے کہا کہ "لاالہ الا اللہ" پڑھنے کا مطلب ہے کہ بت غلط ہیں جب ہم بتوں کو چھوڑ دیں گے تو مکہ میں آئے گا کون اور یہاں چڑھاوے کہاں چڑھیں گے اور ہم تو مریں گے بھوکے اور ہم جو پیر بنے بیٹھے ہیں نذرانے وصول کرتے ہیں باہر جانے کے بعد لوگ ہمیں احترام سے دیکھتے ہیں اور وہ کہتے "قالو أنومن كما ا من السفهاء" گویا کہ ایمان لانے والوں کو صحابہ کو کہتے تھے " سفهاء "سفهاء سفیه کی جمع ہے سفیہ کہتے ہیں بے عقل کو ہم ایسے ایمان لائیں جیسے یہ بے عقل ایمان لائے ہیں وہ صحابہ کو بھی سفہاء سمجھتے تھے وہ کہتے تھے کہ مصلحت کا تقاضہ یہ ہے۔

" ومن الناس من یقول "سے رکوع شروع ہوتا ہے منافقین کا تذکرہ شروع ہوتا ہے منافقت کے بغیر کام چل نہیں سکتا مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان سے بھی بنا کر رکھو ان سے بھی بنا کر رکھو یہ ہے عقل مندی کا تقاضہ تم ہر کسی کے ساتھ ہی لڑائی چھیڑ بیٹھے ہو یہ کون سی عقل کی بات ہے یہ تو نادانوں والی بات کر رہے ہو۔

اب مجھے یہ بتاؤ کہ پاکستان کے ان اقتدار والے لوگوں میں اور منافقین میں کیا فرق ہے کوئی فرق نظر آتا ہے آپ کو؟ یہ بھی کہتے ہیں بنا کر رکھو انتہائی درجے کی منافقت ہے کہ اپنے آپ کو مسلم کہلانے کے باوجود اندر اندر سے یہ سب ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، انتہائی درجے کی منافقت اور یہ منافقت ہی آخری دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے، اس لیے ان کو خالی ایمان لانے والے ہی بے وقوف معلوم ہوتے تھے۔

اللہ اکبر والوں نے روم وفارس کے چھکے چھڑا دیئے:

لیکن اللہ نے وہ دن بھی دکھادیا لکھنے والے نے لکھ دیا، تاریخ مرتب کرنے والے نے تاریخ مرتب کردی اس وقت دنیا کی دو بڑی سلطنتیں تھیں ایک روم کی سلطنت ایک فارس کی اور یہ دونوں ٹیکنالوجی والے تھے پوری دنیا کے اوپر حاوی تھے مرتب ان کی فوجیں، خوشحال قسم کے لوگ، ہر قسم کے اسلحہ کے مالک، پوری دنیا کے اوپر ان دو سلطنتوں کا دبدبہ تھا۔

درمیان سے یہ اٹھے اللہ اکبر والے مساکین کا طبقہ، جن کی تلواروں پر نیام بھی نہیں ہوتے تھے، کپڑے لپیٹے ہوئے ہوتے تھے، جن کے پاؤں میں جوتے نہیں تھے، زخمی پاؤں پر بھی کپڑے لپیٹے ہوئے ہوتے تھے، جن کو کھانے کے لیے ایک ایک کھجور ملتی تھی۔

لیکن دنیا جانتی ہے اور تاریخ بتاتی ہے کہ اللہ اکبر والوں نے دونوں سلطنتوں

کا ستیاناس کر دیا، فارس اور روم ایک دوسرے کو آپس میں مٹا نہیں سکے ان اللہ اکبر والوں نے مٹا دیا یہ ہے اللہ اکبر کی طاقت ٹیکنالوجی کے مقابلے میں اس وقت بھی لوگ یہی کہتے تھے یہ ڈنڈے لے کر آگے گئے ہیں اتنی بڑی فوجوں کے مقابلے میں یہ کیا کریں گے ان کے پاس نہ تلواریں ہیں نہ ان کے پاس گھوڑے اور نہ کچھ اور ہے سوائے اللہ اکبر کے کچھ تھا ہی نہیں اور یہ اللہ اکبر نے ہر کسی کے چھکے چھڑا دیے، روم کی سلطنت بھی گئی اور فارس کی بھی گئی اور لے دے کر یہی حاوی ہو گئے۔

اللہ اکبر والوں نے روس کی ٹانگیں توڑ دیں:

کہتے ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دھراتی ہے جب ہم اپنے دین سے غافل ہو گئے تو کفر نے پھر سر اٹھایا اور دنیا دو بلاکوں میں بٹ گئی ایک بلاک روس کا تھا اور ایک بلاک امریکہ کا تھا، پوری ٹیکنالوجی ان کے پاس، پورے اسباب سے مسلح روس اور امریکہ کا آپس میں اختلاف کہتے تھے کہ روس کے پاس اتنی طاقت ہے کہ پوری دنیا کو وہ تیس دفعہ تباہ کر سکتا ہے یعنی ایک دفعہ ساری دنیا تباہ ہو پھر دنیا آباد ہو پھر تباہ ہو اتنی قوت روس کے پاس ہے کہ پوری دنیا کو تیس دفعہ تباہ کرنے کے لیے کافی ہے۔

اور اس کے مقابلہ میں امریکہ بہادر تو بہت ہی ٹیکنالوجی کا مالک تھا کہتے ہیں کہ یہ ایک سو تیس دفعہ دنیا کو تباہ کر سکتا ہے اس کے پاس اتنی قوت اور طاقت ہے اتنی ٹیکنالوجی ہے ان کے پاس دور ٹیکنالوجی کا آ گیا۔

دیکھ لیا اب پھر ان کے درمیان میں سے اللہ اکبر والے اٹھ کھڑے ہوئے ملاں لوگ نہ ان کے پاس عقل ہے اور نہ ان کے پاس ٹیکنالوجی ہے آذانیں دیتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں ان کو تو پتہ ہی نہیں کہ دنیا میں رہنا کیسے ہے ساری عقل تو امریکہ کے پاس ہے یا روس کے پاس تھی۔

دنیا پاگل ہے پہلے ایک آیا اپنی ٹیکنالوجی کے زور پر جو کہتا تھا کہ اتنی ٹیکنالوجی ہمارے پاس ہے کہ تیس دفعہ دنیا کو تباہ کیا جاسکتا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ روس کہیں آجائے تو واپس بھی جائے ممکن نہیں لوگ کہتے تھے سولہ سال تک ماری انہوں نے اور آخر آپ نے دیکھا کہ یہ ریچھ ٹانگیں تڑوا کر واپس چلا گیا اور یہ ٹانگیں توڑنے والے ملاں لوگ تھے، اللہ اکبر والے اور ان کے پلے کیا تھا۔

آخری آخری سپاہی جس وقت یہاں سے نکل رہا تھا آپ میں سے شاید بعض لوگوں کو یاد ہو دس گیارہ سال پہلے کی بات ہے تو ایک کارٹون ایک اخبار والے نے دیا تھا بڑا اچھا کارٹون دیا تھا کہ ریچھ کا رسہ مداری نے پکڑا ہوا ہے اور وہ پکڑ کر جارہا ہے ڈگ ڈگی اس کے ہاتھ میں ہے ایک ہاتھ میں ریچھ کا رسہ ہے اور دوسرے میں ڈکڈگی ہے جو بجاتا جاتا ہے اور نیچے لکھا ہوا تھا تماشا دکھا کر مداری گیا۔

یہ ٹیکنالوجی والوں کا حال تھا اللہ اکبر کے مقابلے میں ان کا یہ حال ہوگیا مقابلے میں کون لوگ تھے ملاں لوگ جن کے پاس رہنے کے لیے مکان اور نہ کھانے کے لیے کچھ، وہ واپس گیا ٹانگیں تڑوا کے وہ کہتے ہیں کہ خدا کا قائل نہیں تھا لیکن افغانیوں نے ان کو خدا بھی یاد دلا دیا وہ بھی سوچنے لگ گئے کہ غیبی طاقت ہے تو اتنی ٹیکنالوجی اور اتنے مہلک ہتھیار اور اتنے ہمارے پاس سارے کے سارے کارنامے اور یہ جاہل اجڈ قسم کے لوگ اور انہوں نے ہمارا یہ حال کردیا وہ سوچنے پر مجبور ہوگئے ہوسکتا ہے کہ ان میں سے بہت سارے لوگ اللہ کے قائل بھی ہوگئے ہوں اور لازماً ہوگئے ہونگے۔

ایک سو تیس مرتبہ دنیا کو تباہ کرنے والے کا کیا حال ہوا؟

وہ گیا تو اس کے بعد ایک سو تیس والے کو خیال آگیا کہ میرے پاس اتنی قوت ہے کہ میں تو ایک سو تیس دفعہ دنیا کو تباہ کرسکتا ہوں، روسی تو تھوڑی طاقت والے تھے اب قسمت کا مارا یہ بھی آگیا۔

اب آپ نے اگر کل کا ضرب مومن دیکھا ہے دیکھا ہوگا لوگوں نے ضرب مومن رسالہ دیکھا ہے، آج میں نے اس کا رنگین صفحہ دیکھا ہے رنگین صفحہ کے اوپر امریکی فوجیوں کو جہاز کے اوپر چڑھتے ہوئے دکھایا گیا ہے کہ اب یہ وطن واپس جارہے ہیں اور اسلحہ اٹھاتے ہوئے دکھائے گئے ہیں، کہ اب یہ ٹیکنالوجی بھاگی جارہی ہے ،اور اللہ اکبر والے پھر کامیاب ہوگئے ہیں، وہ روس اگر ٹانگیں تڑوا کے گیا تھا تو امریکہ دم کٹوا کر جارہا ہے۔

اب کس میں ہمت ہے کہ مسلمان کے مقابل آئے:

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ روس تو چلو اکیلا تھا، امریکہ بہادر تو اپنے ساتھ پینتالیس ملک لے کر آیا تھا پینتالیس ملک دنیا کا سارا کفر اکٹھا ہو کے افغانستان آیا ہے ذرا توجہ فرمائیں دنیا کا کفر جو تھا اکٹھا ہو کے افغانستان آیا، روس تو پھر بھی سولہ سال گزار گیا یہ تو دس سال کے اندر اندر بھاگ رہے ہیں میری طرف دیکھو کیا ہوگیا ہے کون آیا ہے پینتالیس ملکوں کی قوت اگر ان اللہ اکبر والوں کو دبا نہیں سکی تو اس کے بعد کون سی قوت ہے جو ان کے مقابلے میں آئے گی حوصلہ ہوگا کسی کا مقابلے میں آنے کا اب یہ لڑائیں تو مسلمانوں کو آپس میں لڑائیں گے ورنہ کفر میں حوصلہ ہی نہیں رہا کہ ان کے مقابلے میں آئیں اپنے ایجنٹ اٹھائیں گے کہیں سے منکرین حدیث اٹھائیں گے، کہیں سے منکرین فقہ اٹھائیں گے، کہیں سے منکرین نبوت اٹھائیں گے، آپس میں لڑائیں گے ان کو جیسے کہ اب ہو رہا ہے اور اسی کو وہ آگے شدت دیں گے۔

اللہ اکبر کی قوت کا اندازہ کرو:

لیکن اللہ نے تماشا دکھا دیا کہ اللہ اکبر میں کتنی قوت ہے ٹیکنالوجی کے مقابلے میں تو یہ جن کو پاگل سمجھتے تھے کہ ان کو عقل نہیں اتنی بڑی بڑی قوتوں کے مقابلے میں

آ رہے ہیں آج دیکھو انہی پاگلوں نے ہی دنیا کو اپنا عقل مند ہونا منوالیا ہے یہ ہے اللہ اکبر کے نام کی قوت جس کے متعلق ہمارے وزراء کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی وہ ابھی تک بھی ٹیکنالوجی کے بت کو پوج رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بغیر ٹیکنالوجی کے اور بغیر ٹیکنالوجی والوں کی حمایت کے شاید زندہ رہ ہی نہیں سکتے، یہ مولوی پاگل ہیں ان کو پتہ ہی نہیں کہ دنیا میں حکومت کیسے کی جاتی ہے؟ اور دنیا میں رہا کیسے جاتا ہے؟ عقل تمہاری تمہیں مبارک ہو ہمیں یہ جنون ہی پسند ہے جس جنون کے ساتھ کفر کے ساتھ ٹکرائیں اور کفر کو ریزہ ریزہ کردیں ہمیں یہ جنون ہی پسند ہے تم ہمیں جاہل سمجھو جو چاہو سمجھو انشاء اللہ العزیز جس وقت تک ''لاالہ الا اللہ'' کی قوت مسلمانوں میں موجود ہے اس روئے زمین کے اوپر اس وقت تک ان کو کوئی نہیں ہلا سکتا۔

حضور ﷺ نے ٹھیک فرمایا تھا'' قولوا لاالہ الااللہ تفلحوا '' لاالہ الااللہ'' کہو فلاح پا جاؤ گے یہ راز ان کی سمجھ میں نہیں آیا ابھی تک شاید سمجھ گئے ہوتے، لیکن مانتے نہیں ہیں کہ ان کے اندر یہ قوت کیا ہے یہ خالی ہاتھ بھی ٹینکوں سے ٹکرا جاتے ہیں یہ خالی ہاتھ بھی اتنی بڑی فوجوں سے ٹکرا جاتے ہیں تو یہ سارے کا سارا ان کو سمجھ آنا چاہیئے کہ یہ سارے کا سارا شوق شہادت ہے جان دینے کا جذبہ ہے اور جو قوم مرنے کے لیے تیار ہو جائے اس کو کوئی نہیں مار سکتا اور جو بزدل ہوگا اس کے اوپر سارے چڑھ جاتے ہیں۔

ہمارے نبی کی تعلیم:

آخر ہمارے نبی کی تعلیم ہے''والذی نفسی بیده انی لوددت ان اقتل فی سبیل الله ثم احیٰ ثم اقتل ثم احیٰ ثم اقتل ثم احیٰ ثم اقتل ''قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے میرا تو جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل ہو جاؤں مجھے دوبارہ زندگی ملے پھر قتل ہو جاؤں پھر زندگی ملے پھر قتل ہو جاؤں

پھر زندگی ملے پھر قتل ہو جاؤں، بار بار اللہ کے راستے میں جان قربان کرنے اور اللہ کے راستے میں شہادت کی تمنا یہ ہمارے نبی نے قسمیں کھا کھا کر بتائی ہے، جس نبی کا یہ ذوق ہے تو کیا اس کی امت کا یہ ذوق نہیں ہوگا۔

کالجوں اور یونیورسٹیوں نے ہمیں کیا دیا:

اور اس ذوق کو باقی کس نے رکھا ہے؟ کالجوں نے یونیورسٹیوں نے یہ جو بکواسات کر رہے ہیں کہ ٹیکنالوجی کا دور ہے تمہاری ٹیکنالوجی نے سوائے فقر وفاقہ کے کیا دیا ہے تمہاری ٹیکنالوجی نے تو ہم سے سب کچھ ہی چھین لیا ہے، ماں کا احترام چھین لیا، بہن کی عزت چھین لی، بیٹی کی محبت چھین لی تم نے تو عورت کو کھلونا بنا کر ہمارے سامنے تحفہ دیا ہے تمہاری اس ٹیکنالوجی کے دور میں تم نے ہمیں رشوت خور افسر دیئے، تم نے ہمیں کلاشنکوف بردار ڈاکو دیے، بلکہ کلاشنکوف سے بدتر ڈاکہ ڈالنے والے افسر دیے کہ ڈاکو تو اسلحہ کان پٹی پر لگا کر پیسے وصول کرتا ہے اور تمہارے کالج یونیورسٹیوں کے پڑھے ہوئے کرسیوں پر بیٹھ کر قلم کے زور سے تم سے پیسے وصول کرتے ہیں اور تم خوش ہو کے دیتے ہو یہ تمہاری ٹیکنالوجی دور کا نتیجہ ہے۔

اصل قوت لا الہ الا اللہ ہے:

اس لیے اس فریب میں نہ آئیں یہ دور اللہ اکبر کا ہی ہے اور انشاء اللہ العزیز غلبہ اسی " لاالہ الا اللہ " کا ہے قیامت تک بس اپنے دین پر مضبوط ہو جاؤ اور ان یہود ونصاریٰ کی عظمت اپنے دل ودماغ سے نکال دو، اور یہ ٹیکنالوجی والوں کی عظمت اپنے دل سے نکال دو کیونکہ فتح ہمیشہ دیانت اور امانت کی ہے، حیاء اور شرم کی ہے، اخلاق کی ہے، اللہ اکبر کے عقیدے کی ہے۔

باقی کسی کافر کے ہاتھ میں کچھ نہیں، تو تم بے تیغ بھی پوری کی پوری فوج کے

مقابلے میں دیکھ لوڈٹ گئے، اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ دن دکھا دیئے تو یہ ہے اصل کے اعتبار سے آج کی سارے کشاکشی کا نتیجہ کہ ایک طرف ساری عقل اور ٹیکنالوجی اکٹھی ہوئی ہے اور یہ دیوانے ایک طرف ہیں اور ان دیوانوں نے پہلے قیصر وکسریٰ کو تباہ کیا اب یہی پاگل جو ہیں لوگوں کی نظر میں جن کو عقل نہیں یہ ساری کی ساری قوت کا چشمہ قرآن وحدیث کا ہے۔

اور سرور کائنات ﷺ کا یہ نعرہ ہے " لااله الا الله " اللہ کے علاوہ کسی کے ہاتھ کچھ نہیں نہ یہ توپیں کسی کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نہ یہ بم کسی کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں آخر فتح انہی کی ہے جن کے پاس" الله اکبر " ہے اور " لااله الا الله " اللہ تعالیٰ ہمیں اس ایمان کی عظمت سمجھنے کی توفیق دیں اور یہ پاور ہاؤس جہاں سے عقیدے کو پانی ملتا ہے جہاں سے یہ عقیدہ اجاگر ہوتا ہے یہ پاور ہاؤس ہیں ہمارے مدارس جہاں سے یہ نہر چلتی ہے شوق شہادت کی اور جہاد کی اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے تو انشاء اللہ العزیز کفر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا منافقت نے ہی خراب کیا ہے پس منافقت سے اللہ تعالیٰ بچائے آج دور منافقت کا ہے منافقین کی ایک ایک عادت کا آج انطباق کیا جا سکتا ہے بات لمبی ہے۔

منافقین کی علامات:

لیکن دو نشانیاں آپ کو بتاتا ہوں منافقین کی بہت واضح طور پر، المنافقون کے نام سے پوری سورت ہے قرآن میں اٹھائیسویں پارے میں یہ سارے بچے جانتے ہیں جنہوں نے ابھی حفظ کیا ہے یہ سارے اپنی زبان سے " لااله الا الله " پڑھنے والے تھے قرآن کہتا ہے"اذا جاء ك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله " لیکن دل میں یہ جھوٹے تھے آگے دو باتیں ان کی نقل کی ہیں وہ میں سوچتا ہوں اور میرے دماغ میں کبھی ہجوم ہوتا ہے کہ شاید میں اپنے جذبات سمجھا نہیں سکتا جتنا میرے دل دماغ کے اندر یہ طوفان اٹھتے ہیں۔

کہ منافقوں کا جذبہ ہے " لیخرجن الا عزمنھا الاذل " مدینے میں جو باعزت ہے وہ اذل کو نکال دے گا اب اعز سے مراد وہ باغ و بہار والے اور اذل سے مراد حضور ﷺ اور آپ کی جماعت بلکہ اول مصداق حضور ﷺ ہیں، اور رئیس المنافقین نے کہا تھا کہ واپس جاکر مدینے سے عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے اہل اللہ کو ذلت کی نگاہ سے دیکھنا یہ منافقین کی پہلی علامت ہے اور پھر ان کا یہ کہنا کہ" لاتنفقوا علیٰ من عند رسول اللہ " رسول اللہ کی جماعت پر خرچ نہ کرو یہ بھاگ جائیں گے ان مدرسوں کے چندے بند کردو ان کو خیر خیرات نہ دو جب ان کے چندے تم بند کرو گے تو یہ کھائیں گے کہاں سے بھاگ جائیں گے پہلے کے جواب میں اللہ نے کہا کہ عزت تو ہے ہی اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور مومنین کی لیکن ان منافقوں کو پتہ نہیں۔

اور جو دوسری بات تھی، جوانہوں نے اپنی جماعت کو کہا کہ خرچ کرنا چھوڑ دو چندے دینے چھوڑ دو ان کو " لاتنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا" حتیٰ کہ بھاگ جائیں گے سارے کے سارے جب کھانے کو نہیں ملے گا تو اللہ نے فرمایا کہ خزانے تو زمین اور آسمان کے سارے کے سارے اللہ کے پاس ہیں ان منافقوں کو پتہ ہی نہیں۔

اب چندے بند کرنے کی تحریک اور چندے دینے والوں پر سختیاں کر کے دیکھ لیں، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مدرسوں کی عمارتیں پہلے سے اچھی، مدرسوں میں طلباء کی تعداد پہلے سے اچھی، مدرسہ کی آبادی دس گنا نہیں بلکہ سو گنا بڑھی ہوئی ہے اب بھی اگر منافقوں کی آنکھیں نہ کھلیں تو کس طرح سے کھلیں گی ان کی آنکھیں، مدارس کے مٹانے پر جتنا زور لگایا اتنی ہی اللہ نے آبادی بڑھا کر دکھادی۔

عزت کس کو ملی؟

باقی جہاں تک عزت کا سوال ہے اس کا پوچھنا ہی کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی عزت دی ہے، آخری بات کر کے بات کو ختم کرتا ہوں کہ سرور کائنات ﷺ جب پیدا ہوئے آپ سنتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پیدا ہونے سے پہلے یتیم کر دیا تھا، یتیمی کی چادر آپ پر ڈال دی تھی والد کی وفات کے چھ ماہ بعد حضور ﷺ کی ولادت ہوئی والد فوت ہوگئے جب والد فوت ہوگئے تو اس زمانے میں رواج تھا کہ دیہاتی عورتیں آتی تھیں اور آکے جو بچے نئے پیدا ہوئے ہوتے تھے ان کو لے جایا کرتی تھیں ان کو وہ پالتیں ان کی پرورش کرتیں تو بچوں والے ان کو انعام واکرام سے نوازتے تھے اور یہ رواج تھا۔

بچوں کی پرورش دیہاتوں میں کرواتے تھے شہر کی بجائے شہر کی آب و ہوا سے دور رکھتے تھے بچوں کو بلکہ کسی جگہ میں نے دیکھا ہے ایک ان کی حکمت یہ بھی تھی کہ مکہ چونکہ بین الاقوامی شہر تھا، اور ہر بولی بولنے والا ہر علاقے کا آدمی وہاں آتا تھا اور جب مختلف زبانیں بولنے والے ایک جگہ جمع ہوں تو زبانیں خلط ملط ہوجاتی ہیں۔

جیسے ہم آدھے الفاظ اردو کے بولتے ہیں اور آدھے سرائیکی کے بولتے ہیں کوئی درمیان میں پشتو کا لفظ آ گیا کوئی کیسا آ گیا گڑبڑ ہو جاتی ہے اور وہ دیہاتی تھے خالص عربی زبان والے تو ان کی خواہش تھی کہ ہمارے بچے جو ہیں عربی لب ولہجہ اور عربی لغات خالص سیکھیں اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ ان کو شہری فضاء سے دور دیہات میں پرورش کے لئے رکھا جائے عورتیں شوق سے آتی تھیں۔

اس موقع پر بھی آئیں پورے کا پورا گروپ آیا اور اس میں بنو سعد بنو بکر کے قبیلہ کی عورتیں تھیں جو اکثر و بیشتر خوشحال گھرانے کی تھیں جن کے گھر میں بکریاں تھیں

جن کے گھر میں اونٹنیاں تھیں، اور ان میں سے ایک ایسی بھی تھی بچاری غربت کی ماری ہوئی جس کے پاس کوئی آسائش کا سامان تھا ہی نہیں۔

اب مکہ میں آ گئی آ کے ڈھونڈتی پھرتی ہیں، خوشحال گھرانوں کے بچے خوشحال عورتوں نے اٹھا لیے اور بچوں کے وارثوں نے بھی ان کو خوشحال دیکھ کر بچے ان کے سپرد کر دیئے، وہ تو خوشی خوشی ان بچوں کو لے کر آ گئیں اس خیال سے کہ جب ہم ان کی خدمت کریں گی تو ہمیں انعام واکرام سے نوازا جائے گا، یہ دنیا کی ہوس کہ جب ہم ان کی خدمت کریں گی، یہ خوشحال گھرانے کے لوگ ہیں اور ان کے وارث جو ہیں بچوں کے ہمیں یہ نوازیں گے اور یہ مسکین پھرتی ہے کوئی خوشحال گھرانہ بچہ دیتا نہیں اور ادھر یتیم پڑا ہوا تھا اس کو کوئی لیتا نہیں تھا، یعنی خوشحال عورتیں جو دولت کی ہوس میں آئیں تھی وہ لیتی نہیں تھیں کہ یہ یتیم ہے اس کو پالنے کا کیا فائدہ اس کے پیچھے کون ہے جو ہمیں نوازے گا، کون ہمیں انعام واکرام دے گا؟ یہ تو بے سہارا بچہ ہے یعنی اس بے سہارا کو کوئی لیتا نہیں اور اس غریب کو کوئی دیتا نہیں، بتاؤ یہ نقشہ تھا کہ نہیں تھا؟ تو گھر والوں نے اس یتیم کو اس مسکینہ کے سپرد کر دیا، ایسے ہی ہوا اس نے اٹھا کر اس یتیم کو سینے سے لگا لیا۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں بلکہ آپ سے کیا اسٹیج کے اوپر اہل علم بیٹھے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جو خوشحال عورتیں آئیں تھیں خوشحال بچوں کو لے گئیں نتیجتاً ممکن ہے ان کو دولت کے انبار ملے ہوں اس میں کوئی شبہ کی بات نہیں۔

لیکن آنے والی عورتیں جو مال اور دولت کے لالچ میں آئیں تھیں خوشحال بچوں کو لے کر گئی تھیں اس قافلے میں سے کسی ایک عورت کا نام اگر یاد ہے تو بتاؤ؟ مجھے ستاون سال پڑھاتے ہوئے ہو گئے مجھے نہیں یاد، آپ میں سے کسی کو پتہ ہے تو میرے

علم میں اضافہ کرو کہ فلانی عورت بڑی خوشحال تھی اور فلانے خوشحال گھرانے کا اس نے بچہ لیا تھا اور اس بچے کے نتیجے میں اس کو اتنا انعام اور اکرام ملا تھا بڑی خوش نصیب عورت تھی۔

ایک نام بتاؤ سارے قافلے میں سے لیکن جس نے اس یتیم کو اٹھا کر سینے سے لگایا، اس کا نام کیا ہے حلیمہ اور جس نے اس کو اٹھا کر سینے سے لگایا عزت آخر اسی کو ملی۔

یہ کھائے گا کہاں سے؟

کسی خوشحال خاندان کے بچے کے والد کو کہو کہ اس بچے کو دین پڑھا لے وہ فوراً سوچتا ہے کھائے گا کہاں سے؟ یہ ایک عام سوال ہے کھائے گا کہاں سے ہمارے دوست تھے مرحوم، اللہ ان کے درجات بلند کرے میں ان کا نام لے کر ہی لطیفہ سنایا کرتا ہوں مولوی عبدالمجید انور رحمۃ اللہ علیہ، وہ کہا کرتے تھے کہ جب یہ مجلس میں بیٹھتے ہیں تو تبصرے کرتے ہیں کہ مولوی کھاتے بہت ہیں مجلس میں بیٹھ کر تذکرے کرتے ہیں کہ مولوی کھاتے بہت ہیں ارے بھائی کھاتے تبھی ہیں جب ملتا ہے اور جب ان سے کہو کہ کسی بچے کو مولوی بنالو تو کہتے ہیں کھائے گا کہاں سے؟ ادھر مانتے بھی ہیں کہ جتنا مولوی کھاتے ہیں کوئی نہیں کھاتا۔

لیکن جب ان سے کہا جائے تو کہتے ہیں کہ کھائے گا کہاں سے؟ لیکن آج اللہ کے نام لینے والے اس یتیم دین کی اس یتیم نبی کے یتیم دین کو سینے سے لگانے والے جتنے آج امن واطمینان کے ساتھ آپ کو نظر آتے ہیں میرا خیال ہے کہ کوئی طبقہ اتنا امن واطمینان میں نہیں ہے اب جتنی عزت واحترام اللہ نے ان کو دیا ہے کسی سرمایہ دار کو نہیں ملا، کسی دوسرے کو نہیں ملا کس طرح مجمع میں گھسے ہوتے ہیں لوگ آگے پیچھے پھرتے ہیں ذرا بڑے حضرات کو کہو نہ کہ ایک دفعہ مجمع میں آ کے دکھائیں تمہیں پتہ چلے

کہ کتنی عزت ہے تمہاری لوگوں کے دلوں میں تو جب کہیں آنا ہوتا ہے جلسہ ہوتا ہے
تو آپ تو میرے متصل بیٹھے ہیں، تو انہوں نے دور تک فاصلہ رکھا ہوا ہوتا ہے اور عوام
کو دور بٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔

کیونکہ اگر کوئی جوتا پھینکے تو یہاں تک آئے گا نہیں اتنا فاصلہ رکھنا ضروری ہے
یہ تو عزت ہے ان لوگوں کی، باقی یہ بات کہ ان کے آنے پر لوگ کھڑے ہوتے ہیں، حکیم
الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مثال دیا کرتے تھے تم اس مجمع میں دیکھو کہ یہاں سانپ نکل
آئے تو ایک دم تم سارے کے سارے کھڑے ہو جاؤ گے اور وہ سانپ سمجھتا ہوگا کہ دیکھو
میری کتنی عزت ہے دیکھو میرے احترام میں سارے کھڑے ہو گئے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے دین کی برکت سے جو عزت دی ہے، دین کی برکت سے
اللہ نے خوشحالی دی ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے اس کو اس حلیمہ کے واقعات کے
ساتھ جوڑ کر دیکھو، کہ یتیم کو سینے سے لگانے سے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں کیا دیتا
ہے اس لیے مبارک ہے ان بچوں کے لیے جنہوں نے یہ دین پڑھا حفظ کیا اللہ ان کو
قدر کرنے کی توفیق دے اور ان کے والدین کے لیے بھی مبارک ہے اور میری
درخواست یہ ہے کہ ان بچوں کو آگے دین پڑھائیں تبھی جا کے یہ قرآن کریم محفوظ رہے
گا اگر ان کو کسی اور طرف لگا دیا تو قرآن کریم ان کے دل و دماغ سے نکل جائے گا
یہ انگریز کے دور میں ہم اتنے مرعوب نہیں تھے۔

اب ہم سمجھتے ہیں کہ جو انگریزی بولتے ہیں وہ بڑے باعزت ہیں جس مدرسے
میں انگریزی پڑھائی جاتی ہے بڑی دین کی خدمت ہو رہی ہے جب ہم پڑھتے تھے انگریز
کے دور میں پاکستان بننے سے پہلے میں نے بھی پڑھی ہے چار پانچ سال انگریزی، ضلع
لدھیانہ میں پاکستان بننے سے پہلے وہاں پانچویں جماعت سے شروع ہوتی تھی،
آج انگریزی کا عشق یہ ہے کہ پہلی جماعت سے شروع ہو رہی ہے وہ جو اس وقت شروع

ہوتی تھی وہ یہاں سے شروع ہوتی تھی مجھے آج تک یاد ہے، بی اے ٹی کیٹ، بلی، آر اے ٹی، ریٹ چوہا، وغیرہ وغیرہ ابتداء یہاں سے ہوتی ہے۔

جن کی زبان پر اللہ نے قرآن دیا ہے، جن کی زبان پر اللہ نے حدیث دی ہے وہ ان چیزوں کو یاد کر کے اپنی زبانوں پر جاری کریں ان کو رہنے دو ان لوگوں کے لیے جو انگریز کے پجاری ہیں جن کے دل و دماغ میں انگریز کی عظمت ہے۔

ہم ٹیکنالوجی والے نہیں ہیں ہم اس پاگل گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جو اللہ اکبر والا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ دے اور حقیقت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اولیاء اللہ کی گستاخی
اور
عذاب الٰہی

بموقع:

بتاریخ:

بمقام:

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

میرے مخاطب طلباء اور طالبات ہیں:

آپ حضرات کو معلوم ہے یہ سالانہ تقریب اسی نام سے ختم صحیح بخاری تعلیمی سال کے اختتام پر منعقد ہوا کرتی ہے اور میرے ان بزرگوں کی یہ شفقت اور عزت افزائی ہے کہ ہر سال مجھے اس پر رونق محفل میں حاضری کی یہ دعوت دیتے ہیں اور میں اپنی سعادت سمجھ کر اس میں حاضر ہوا کرتا ہوں۔

اسٹیج پر بہت سارے علماء اور اہل دل صوفیاء اکابر موجود ہیں اگلی صف میں بیٹھنے والے ہمارے اکابران کی خدمت میں میں نے یہ درخواست کی ہے اور درخواست کر کے میں ادھر آیا ہوں کہ آپ حضرات اپنے دل کو متوجہ رکھیں اور روحانی طور پر متوجہ ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے کچھ کہنے کی توفیق دے اور آپ کی توجہ ہی میرے لیے تقویت کا باعث ہوگی۔

اور جو اہل علم موجود ہیں ان کا یہاں موجود ہونا یقیناً اللہ کی رحمت کے نزول کا باعث ہے اس لیے میں جو کچھ عرض کرونگا اس کے مخاطب نہ تو یہ اولیاء اللہ ہیں اور نہ یہ علماء کرام ہیں میرے مخاطب ہونگے طلباء اور چونکہ طالبات کی جماعت بھی ساتھ شریک ہے بلکہ طلباء کے مقابلے میں طالبات کی جماعت زیادہ بڑی ہے ان کا بھی چونکہ یہی آخری سبق ہے تو اس لیے خیال ہے کہ اللہ نے توفیق دی تو دو چار باتیں اپنی ان بہنوں اور بیٹیوں کی خدمت میں بھی آخر میں عرض کرونگا تا کہ اس تقریب میں ان کا بھی صراحتاً حصہ ہو جائے۔

عوام الناس کی رعایت:

اور اس بات کی وضاحت میں ہر سال کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس اگر چہ طالب علموں کے لئے ہوتی ہے، لیکن چونکہ اس بابرکت محفل میں شرکت کرنے کے لیے عوام

کی بھی ایک کثیر تعداد موجود ہوتی ہے، دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں، ان کی رعایت رکھتے ہوئے یہ معمول بنا رکھا ہے، اس مجلس میں صرف فنی مباحث پر اکتفاء نہیں کیا جاتا

- کہ صرف سند پر بحث ہو،

- ترجمۃ الباب کے اغراض پر بحث ہو،

- مطابقت پر بحث ہو،

- اس روایت کو ترجمۃ الباب سے کیا مطابقت ہے؟ اس سے ترجمۃ الباب کیسے ثابت ہوتا ہے؟ اور یہ کتاب کا عنوان جو کتاب التوحید ہے اس کے ساتھ اس کی کیا مناسبت ہے؟ اول سے لے کر آخر تک ابواب کی کیا ترتیب ہے؟ اس روایت کا کیا درجہ ہے؟ خبر واحد ہے متواتر ہے کیا ہے کیا نہیں ہے؟ یہ فنی مباحث جو ہوا کرتی ہیں یہ طلباء کے کام کی ہوا کرتی ہیں اگر ان پر ہی ہم لفظی بحث کر کے ترجمۃ الباب کے الفاظ پر اور روایت کے ان مختلف گوشوں پر گفتگو ہم ختم کر دیں تو طلباء تو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

لیکن عوام جو ہوتے ہیں وہ ٹھیک ہے کہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے، ثواب بھی ان کو ملتا ہے اور دعا میں بھی شریک ہو جاتے ہیں لیکن خاص علمی فائدہ یہ لوگ نہیں اٹھا سکتے۔

اس لیے عادت یہی ہے کہ اس موقع پر سبق سے ہٹ کر دو چار باتیں موقع محل کے مطابق اللہ تعالیٰ جو ذہن میں ڈال دیں تو وہ ہمیشہ معمول ہے کہ میں وہ ابتداءً عرض کر دیتا ہوں تو آج بھی ارادہ کچھ ایسے ہی ہے مسلسل سوچنے کے بعد کوئی مضمون ذہن میں نہیں آیا کیا بیان کروں، اکابر کے بیان ہوئے ماشاء اللہ جوانوں کی اور مجاہدین کی پرجوش تقریریں ہوگئیں جو لازماً ایمان کی تازگی کا باعث ہوتی ہیں، اور آپ حضرات کے ایمان کو وہ چمکاتے ہیں، جوش ایمان پیدا ہوتا ہے، اور ایک نئی زندگی لے

کر آپ لوٹتے ہیں، اور ابھی آپ کے سامنے بہت اچھے اچھے مضامین آنے والے ہیں، اس لیے کوئی ایسا مسلسل مضمون سوچنے کے بعد ذہن میں نہیں آیا اس لیے خیال آیا کہ دو تین باتیں متفرق اس مجمع میں عرض کردوں۔

دوطبقوں کے ساتھ اللہ کا اعلان جنگ:

ان میں سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے قرآن وحدیث کی روشنی میں دوگناہ ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لڑائی کا چیلنج ہے، دوگروہ ایسے ہیں اللہ کہتا ہے کہ ایسا کرنے والوں کے ساتھ میری لڑائی ہے اب آپ اندازہ کرلیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ لڑائی کا چیلنج دے دیں تو اس جرم کے ارتکاب کرنے والوں کا کیا بچے گا، اوران کو کیا نقصان ہوگا، جب لڑائی کا اعلان اللہ کی طرف سے ہوجائے۔

سود کھانے والے:

ان میں سے قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ جس بات کی نشاندھی کی گئی ہے وہ ہے یہ سود کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام ٹھہرایا اور یہ فرمایا کہ اگر لوگ باز نہیں آئیں گے'' **فاذنوا بحرب من اللّٰہ**'' اللہ کی طرف سے پھر جنگ کا اعلان سن لو۔

ایک تو اللہ کے ساتھ جنگ سے بچنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ سودی کام سے بچا جائے اور قوم ساری کی ساری چونکہ شدت کے ساتھ اس معاملے میں لگی ہوئی ہے تو یوں سمجھ لیجئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اعلان جنگ کا اثر بھی ہے قرآن کریم میں اس کو صراحت کے ساتھ ذکر کیا گیا اور غالباً آپ نے یہ بات بار بار سنی بھی ہوگی۔

اولیاء سے عداوت رکھنے والے:

دوسری بات صراحت کے ساتھ حدیث شریف میں ہے لیکن اس کا اصل جو ہے وہ کتاب اللہ میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ'' **من عادلی ولیافقد آذنتہ**

بالحرب'' یہ حدیث قدسی ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جو میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھے گا میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے جو میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھے **من عادلی ولیا الخ** میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے ولی کے ساتھ عداوت رکھنے والے کے ساتھ اللہ کا کس لیے اعلان ہے؟

اور قرآن کریم میں اس کا ماٰخذ پہلے پارے میں موجود ہے جب کہ یہود نے کہا تھا، جبرائیل علیہ السلام ہمارا دشمن ہے تو دشمنی تو اپنی جگہ رہی لیکن وہ بات تو میری ہے جب میں نے اتاری ہے، جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس لے کر آیا دیکھو تو سہی وہ بات کیا ہے وہ ہدایت ہے رحمت ہے۔

پہلی باتوں کے لیے مصدق ہے پہلے تو یہ مضمون ہے اس آیت میں اور آگے پھر اللہ کی طرف سے یہ اعلان ہے جس کا اصل یہ ہے'' **من کان عدوا للّٰہ وملائکتہ ورسولہ وجبریل ومیکل الخ**'' یہ آیت ماخذ ہے اس مضمون کا جو اللہ سے عداوت رکھے، یا اللہ کے فرشتوں سے عداوت رکھے یا اللہ کے رسولوں سے عداوت رکھے یا جبرائیل علیہ السلام سے عداوت رکھے یا میکائیل علیہ السلام سے عداوت رکھے۔

آگے لفظ ہے اللہ کافروں کا دشمن ہے جس کا مطلب عبارت کے تسلسل کے طور پر یہ ہے کہ ایسے لوگ کافر ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ایسے کافروں سے عداوت ہے اللہ کو ایسے کافروں سے دشمنی ہے اللہ نے اپنا ذکر کیا، انہوں نے عداوت جبرائیل علیہ السلام کا ذکر کیا تھا تو عداوت جبرائیل علیہ السلام یہ اللہ سے عداوت ہے، عداوت جبرائیل علیہ السلام یہ ملائکہ سے عداوت ہے، عداوت جبرائیل علیہ السلام یہ رسل سے عداوت ہے، اور پھر آگے جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کا صراحتاً تذکرہ کر کے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور ایسے کافروں کا اللہ دشمن ہے اس میں وہی مضمون آگیا جو اس روایت کے اندر تھا کہ جو میرے دوست کے ساتھ عداوت رکھتا ہے تو میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔

تو گویا کہ اللہ نے ان لوگوں کو اپنا دشمن قرار دیا جو اللہ کے دوست کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں حاصل اس عنوان کا یہ ہے تو پھر جس وقت اللہ کی دشمنی ہوجائے اللہ دشمن ہوجائے تو اس بات کو سمجھانے کے لیے، آپ کے سامنے ایک چھوٹا سا واقعہ ذکر کرتا ہوں۔

مجھے تجھ سے بے ایمانی کی بو آتی ہے:

بہت پہلے کی بات ہے جمیعت علماء اسلام کا رسالہ آیا کرتا تھا ترجمان الاسلام اس میں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کا ایک مضمون شائع ہوا تھا کوئی تقریباً پینتالیس، اڑتالیس سال پہلے کی بات ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات سنی تھی حضرت مفتی محمد حسن حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور جامعہ اشرفیہ کے مہتمم تھے، ان سے، تو مفتی صاحب فرمارہے تھے کہ میں مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جو اہل حدیث بزرگ تھے ان کے پاس بیٹھا تھا تو ایک نوجوان آیا اور اس نوجوان نے آکر جس طرح سے نوجوانوں کی عادت ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق الٹی سیدھی باتیں کرنا شروع کردیں جیسے جذباتی نوجوانوں کا طریقہ ہوتا ہے، تو مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ڈانٹ دیا اور یہ کہا کہ یہاں سے اٹھ کر چلا جا مجھے تجھ سے بے ایمانی کی بو آتی ہے تو بے ایمان ہوجائے گا مختصر کرتا ہوں بات کو چند دنوں کے بعد وہ نوجوان مرزائی ہوگیا ایمان سے محروم ہوگیا کہتے ہیں کہ مولانا عبدالجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ محسوس کیسے کرلیا تھا کہ تجھ سے بے ایمانی کی بو آتی ہے۔

وہ فرمانے لگے کہ اس کی باتیں کرنے سے فوراً میرے ذہن میں اس ترتیب کے ساتھ بات آئی کہ اللہ کہتا ہے کہ جو میرے ولی سے عداوت رکھے میری طرف سے

اعلان جنگ ہے اور میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا مقبول بندہ اور اللہ کا ولی جانتا ہوں اور یہ شخص اس کے ساتھ عداوت کا اظہار کر رہا تھا اس عداوت کے نتیجے میں لازماً اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے اور جب جنگ ہوا کرتی ہے تو ہر شخص اپنے دشمن کی قیمتی سے قیمتی چیز کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے، اور اللہ کے نزدیک انسان کے ایمان سے زیادہ کوئی چیز قیمتی نہیں تو میرے دل میں فوراً یہ آیا کہ اللہ اس سے ایمان سلب کرلے گا اس کے پاس ایمان نہیں رہے گا، چنانچہ وہ نتیجہ سامنے آیا کہ چند دنوں کے بعد وہ مرزائی ہو گیا۔

ملک میں فساد کی بڑی وجہ:

لیکن اس وقت یہ قصہ جو میں آپ کے سامنے لے کر بیٹھ گیا ہوں اور یہ عنوان میں نے رکھا ہے، یہ کوئی سننے کے لیے تیار، نہ کوئی ماننے کے لیے تیار، ملک کے اوپر یہ آفات جو ساری کی ساری آئی ہوئی ہیں، میں تو یہاں تک سمجھتا ہوں کہ یہ بھی اللہ کی طرف سے ہماری اس قوم کے خلاف اعلان جنگ کا نتیجہ ہیں اور اللہ کی طرف سے اعلان جنگ کیوں ہے؟ اس لئے کہ اس ملک میں اللہ والوں اور اولیاء اللہ کے متعلق لوگوں کے جذبات بہت غلط ہیں۔

اور اولیاء اللہ کو اللہ والوں کو نہایت برے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے اور ان کے خلاف باقاعدہ مسلح جدو جہد کے ساتھ ان کا نام ونشان مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے اور یہ تعلیمی ادارے، اور ان کے اندر پڑھنے والے طلباء، پڑھانے والے علماء، اور اللہ کے راستے میں جدو جہد کرنے والے لوگ یہ سارے کے سارے اللہ کے اولیاء ہیں، اگر یہ اللہ کے ولی نہیں تو پھر زمین کے اوپر اللہ کا ولی کون ہے ہماری حکومت نے اسی طبقے کے ساتھ جنگ مول لے رکھی ہے۔

مدارس کے خلاف، علماء کے خلاف، طلباء کے خلاف، اور دینی کام کرنے والوں کے خلاف، جس طرح سے زبانیں کھلتی ہیں اور ان کو ختم کرنے کے جس طرح کے اعلانات ہماری حکومت والوں کی طرف سے ہوتے ہیں اور آئے دن آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے محرومی کے نتیجے میں کس طرح سے ملک تباہ ہوتا جارہا ہے اور کس طرح سے قوم تباہ ہوتی جارہی ہے اور یہ دن بدن اس معاملے میں تیز ہوتے جارہے ہیں اور ان کو اپنی غلطی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ انہیں یہ توفیق دے کہ ان اولیاء اللہ کا احترام کریں ان کے ساتھ یہ محبت کریں تو انشاء اللہ العزیز اللہ کی رحمت ہوگی ورنہ اللہ کی طرف سے اعلان جنگ کے نتیجے میں یہ آئے دن تباہی بڑھتی جائے گی یہ دہشت گردی کا لفظ بول کر دہشت گردی ختم کرنے کے لیے جتنی جدوجہد کرتے چلے جاتے ہیں دن بدن خود زیادہ سے زیادہ تباہ ہوتے چلے جارہے ہیں تو نتیجہ بڑا خطرناک نکلے گا۔

ملک میں امن کیسے قائم ہوگا؟

اس لیے یہ سوچنے کی بات ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ اہل دین اہل اصلاح، اہل علم، اور ان قرآن وحدیث کو پڑھنے پڑھانے والوں کے ساتھ جو عداوت ہے اس ملک میں جب سے یہ ملک بنا ہے یہ حاکم لوگ اسی راستے پر چل رہے ہیں اور دن بدن ان کی تباہی جو ہے قریب سے قریب تر ہوتی چلی آرہی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے معلوم نہیں انجام کیا ہونے والا ہے۔

یہ بات میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ اگر کسی تک یہ آواز پہنچ سکے تو یہ سوچنے پر تو مجبور ہوں کہ ہمیں اپنے طرز عمل پر غور کرنا چاہیئے جن کو مار کے ہم کامیابی حاصل کرنا

چاہتے ہیں کہ امن وامان قائم ہوگا ان کو مار کر نہیں ان کے پیار کے ساتھ امن وامان حاصل ہوگا طلباء سے محبت اور علماء سے محبت اور اولیاء اللہ سے محبت یہ چیز ہے کہ جو ملک میں امن وامان لائے گی اور اللہ کی رحمت آئے گی تو جان ومال عزت کا تحفظ حاصل ہوگا ورنہ دن بدن یہ نقصان بڑھتا ہی چلا جائے گا یہ بات میں کہہ رہا ہوں اس طبقے کو جو بااقتدار ہونے کے ساتھ ساتھ علماء اہل علم اور اہل اصلاح کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں اور یہ دنیاوی بربادی تو ہمارے سامنے آ ہی رہی ہے۔

اولیاء کی دشمنی کا انجام:

لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم میں آخرت کی بربادی کی طرف بھی اشارہ ہے وہ تو ویسے بھی ثابت ہوگی کہ جب ایمان ہی سالم نہیں رہے گا تو آخرت میں پھر نجات کی کیا صورت ہے لیکن قرآن کریم میں ایک آیت میں اور بھی صراحت کے ساتھ اشارہ ہے سورہ مومنون اٹھارویں پارے میں ہے اس کے آخری رکوع میں جہنمیوں کی چیخ وپکار کا تذکرہ ہے جہاں وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہوئے کہیں گے" ربنا غلبت علينا شقوتنا وكنا قوما ضالين " بڑی چیخ وپکار ہے ان کی یا اللہ ہم پر بدبختی غالب آ گئی ہم غلطی میں تھے غلطیاں کرنے والوں میں تھے۔

اب ہمیں معاف کردے اور ایک دفعہ ہمیں واپس لوٹادے اگر پھر ایسی غلطی کریں گے تو پھر ہم قصور وار ہیں، ایک دفعہ ہمیں واپس لوٹادے یہ درخواست ہے جہنمیوں کی " ربنا " کے لفظ کے ساتھ ہے، اے ہمارے رب، یہ درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں جو کچھ فرمایا وہ اگلی آیت میں مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ کہے گا" اخسئوا فيها ولا تكلمون " یہ اس ارحم الراحمین کی طرف سے ہے ذلیل ہو کے پڑے رہو جہنم میں مجھ سے بات نہ کرنا " اخسئوا فيها

ولا تکلمون ’’ مجھ سے بات نہ کرو اتنی ناراضگی اور اتنے غصے کا اظہار کہ بات سننے کے لیے تیار نہیں، بات کرنے کی اجازت نہیں، غصے کا اظہار ہے، کس بناء پر ہے باقی وجہ تو بہت ساری ہونگی لیکن اس آیت میں جو وجہ بیان کی گئی ہے اللہ کے غصے کی اللہ نے خود بیان کی وہ اگلے الفاظ میں مذکور ہے’’ انه کان فریق من عباد ی ‘‘ میرے سے بات نہ کرو دفعہ ہو جاؤ میرے بندوں میں سے ایک گروہ تھا جو کہتے تھے’’ ربنا امنا فاغفرلنا وارحمناو انت خیر الراحمین ‘‘ میرے بندوں کا ایک گروہ تھا جو اپنے ایمان کا اظہار کرتے تھے کہ اے اللہ! ہم ایمان لے آئے تو ہماری غلطیاں معاف کر دے ہم پر رحم فرما تو رحم کرنے والوں میں سے سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

- میرے بندوں میں ایک گروہ تھا،

- جو برملا ایمان کا اظہار کرتا تھا،

- اور برملا مجھے بڑا مان کر میرے سامنے لجاجتیں کرتا تھا،

- مجھ سے رحم مانگتا تھا،

- مجھ سے مغفرت مانگتا تھا،

تو ’’ فاتخذتموهم سخريا ‘‘ تم نے ان کا مذاق اڑایا تھا اور پھر آگے ہے’’ کنتم منهم تضحکون ‘‘ تم ان پر ہنسا کرتے تھے اور انکا مذاق اڑایا کرتے تھے تو ان بندوں کے ساتھ استہزاء اور ان بندوں کے اوپر ہنسنا آج اللہ تعالیٰ کے غصے کی سب سے بڑی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بات سننے کے لیے تیار نہیں کہ دفعہ ہو جاؤ جہنم میں پڑے رہو مجھ سے بات نہ کرو تم نے میرے بندوں کا مذاق اڑایا تھا اس آیت میں یہ وجہ بیان کی گئی ہے۔

اولیاء کی دشمنی اور دنیاوآخرت کی تباہی:

تو اہل اللہ کے ساتھ استہزاء یا ان کی باتوں کا مذاق اڑانا جو ہمارے ہاں ان کنجروں کا عام مشغلہ بن گیا ہے،فلموں کے اندر، ٹی وی میں دوسری جگہ علماء اور صلحاء کا مذاق اڑانا اور ان کے اوپر تبصرے کرنا اور ان کی ہنسی اڑانا تاکہ عوام کا رابطہ ان سے ٹوٹ جائے۔

یاد رکھیے! یہ صرف دنیاوی تباہی کا باعث نہیں بلکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس طرح سے ذلیل کریں گے اور بات سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہونگے ،اور وجہ یہی بیان کی ہے کہ میرے کچھ بندے تھے جو کہتے تھے ہم ایمان لائے اور میرے سامنے درخواستیں کرتے تھے، مغفرت مانگتے تھے، رحم مانگتے تھے اور تم ان کا ٹھٹھہ مذاق اڑایا کرتے تھے اور ان کی باتوں پہ تم ہنسا کرتے تھے اس لیے طلباء علماء صلحاء صوفیاء ان کا مذاق اڑانا یا ان کے ساتھ استہزاء کا معاملہ کرنا یہ آخرت کی بربادی کا باعث بھی ہے۔

دنیا میں تو جو بربادی آرہی ہے وہ تو ہے ہی اور آخرت میں بھی اس طبقے کے ساتھ عداوت کے عقیدے میں یہ ذلت اور رسوائی آئے گی ،اس لیے ان باتوں کو سوچ کر اس بارے میں احتیاط کرنی چاہیئے کہ اہل اللہ کے ساتھ محبت کا معاملہ ہو، اکرام کا معاملہ ہو اور طلباء جو قرآن کریم پڑھنے والے یا اساتذہ جو پڑھانے والے جیسے میں نے عرض کیا'' خیر کم من تعلم القرآن و علمه '' یہ نہیں اللہ تعالیٰ کے زیادہ محبوب اور ان کا مذاق اڑانا، ان کی تحقیر اور ان کا استہزاء یہ دنیا اور آخرت دونوں کی بربادی کا باعث ہے ،ایک بات تو یہ ہے جو میں نے آپ کے سامنے کچھ واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

تمام مؤمن جسد واحد کی طرح ہیں:

دوسری بات وہ ہم سب کے لیے ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے اپنی امت، کے

بارے میں فرمایا کہ ایمان لانے والے لوگ یعنی آپ کی امت کے لوگ آپس میں الفت کے اعتبار سے تعاون کے اعتبار سے" کجسد واحد" ہیں یعنی ایک بدن کی طرح ہیں، یہ ہم سب کے لیے غور کی بات ہے، ایک بدن کی طرح ہیں" کجسد واحد" ایک بدن ہونے کی جو آگے وضاحت فرمائی" ان اشتکی رأسه اشتکی کله ان اشتکی عینه اشتکی کله" ایک آنکھ بیمار ہو جائے سارا بدن بیمار ہو جاتا ہے، سر بیمار ہو جائے سارا بدن بیمار ہوتا ہے دوسرے الفاظ میں ہے کہ بدن کے اگر کسی حصے میں درد ہو، تو سارا بدن موافقت کرتا ہے جاگنے میں اور تکلیف محسوس کرنے میں، ایسا نہیں ہوتا کہ درد آنکھ میں ہے اور باقی بدن کہے کہ دکھتی ہے تو دکھتی رہے میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، درد سر میں ہے تو باقی بدن کہے کہ دکھتا ہے تو دکھتا رہے میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ سارے کے سارے مومن آپس میں "کجسد واحد" ایک جسم کی طرح ہیں اگر ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے اس میں یہ ہمیں احساس دلایا گیا ہے کہ مومن سارے کے سارے ایک دوسرے کے دکھ اور درد میں شریک ہوں۔

کیا مسلمان کے منصب کا تقاضا یہی ہے:

آج ہمیں اس غلط تہذیب نے اس انداز میں ڈال دیا ہے کہ یہ سندھیوں کا مسئلہ ہے ہم کیا جانیں، یہ پنجابیوں کا مسئلہ ہے ہم کیا جانیں، یہ بلوچستان کا مسئلہ ہے ہم کیا جانیں، یہ خیبر پختون خواہ کی بات ہے ہم کیا جانیں یہ وزیرستان کی بات ہے، یہ عرب کی ہے، یہ عجم کی ہے، یہ ایران کی ہے، یہ فلاں کی ہے، ہم اس طرح سے کر کے اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں، جیسے اس طبقے کے ساتھ کوئی کسی قسم کا تعلق ہی نہیں ہے ،کیا مسلمان کے منصب کا تقاضہ یہی ہے۔

جسم کے مختلف اعضاء اور ان کا نکتہ اتحاد:

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بات بھی ذہن میں رکھیں کہ ہمارا یہ جو جسم ہے آپ جانتے ہیں کہ اس میں مختلف اعضاء ہیں اس میں ہاتھ بھی ہے، پاؤں بھی ہیں، آنکھ بھی ہے، کان بھی ہیں، سر بھی ہے، مختلف اعضاء ہیں تو اگر ہم یہ کہیں کہ مختلف اجزاء کا مجموعہ ہے تو یہ واقعہ کے مطابق ہے کہ بدن ہمارا مختلف اجزاء کا مجموعہ ہے۔

لیکن اس میں روح ہے جس نے سب کو کنٹرول کر رکھا ہے یا کہو کہ قلب ہے جو سب کا بادشاہ ہے جن نے سب کو کنٹرول کر رکھا ہے،

- ہاتھ سے بھی وہ کام لیتا ہے،

- اور پاؤں سے بھی وہ کام لیتا ہے،

- اور ناک سے بھی وہ کام لیتا ہے،

- کان سے بھی کام لیتا ہے،

- آنکھوں سے بھی کام لیتا ہے،

مختلف اجزاء ہونے کے باوجود ایک جگہ جا کر یہ متحد بھی ہیں اگر آپ اس کا عنوان رکھ لیں کہ مختلف ہونے کے باوجود ایک نکتہ پر متحد بھی ہیں پاؤں اپنا کام کریں گے، ہاتھ اپنا کام کریں گے، ہاتھ جو ہے وہ پاؤں کے کام پر اعتراض نہیں کرتا، پاؤں جو ہے وہ ہاتھ کے کام پر اعتراض نہیں کرتا، کان جو ہے وہ اپنا کام کرتا ہے اس کو آنکھ پر اعتراض نہیں، آنکھ اپنا کام کرتی ہے اس کو کان پر اعتراض نہیں، اپنے اپنے دائرے کے اندر سارے کے سارے اجزاء کام کرتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ کوئی کسی قسم کی لڑائی نہیں ہے۔

ہاں ایک نکتہ ہے جس پر یہ سب جمع ہوتے ہیں جو سب کو کنٹرول کرتا ہے ہمارا جسم مختلف ہونے کے باوجود متفق بھی ہے اعضاء کے مختلف ہونے کے باوجود ہم ایک جگہ جا کر متحد بھی ہیں۔

دینی جماعتیں اور ان کا نکتہ اتحاد:

اسی طرح ہمارے اندر جتنی جماعتیں ہیں جتنے طبقات ہیں ان کو آپس میں یونہی رہنا چاہیئے کہ ہر ایک کا موضوع اپنا ہے صوفیاء خانقاہوں کو آباد کیے بیٹھے ہیں وہ اپنی جگہ اہم، مدارس والے مدرسوں کو آباد کیے بیٹھے ہیں وہ اپنی جگہ اہم ہیں، مبلغین اپنی جگہ تبلیغ کرتے ہیں وہ اپنی جگہ اہم ہیں۔

اور اسی طرح مختلف طبقات مجاہدین اپنی جگہ جہاد کرتے ہیں وہ اپنی جگہ اہم ہیں ان میں کسی کو دوسرے کے کام کے اوپر انکار کرنے کی بجائے اس بات کو سامنے رکھنا چاہیئے کہ سارے حضور ﷺ کے امتی ہیں اور مختلف شعبے انہوں نے سنبھال رکھے ہیں سارے دین کی خدمت کر رہے ہیں، کسی کے ساتھ لڑائی کا کوئی قصہ نہیں ہے اس روایت کا یہ تقاضہ بھی ہے۔

ہم سارے دین کے خادم ہیں:

ایک دفعہ کی بات ہے ایک مجلس میں بیٹھے تھے تو وہاں ایک قصہ چل پڑا مجاہدین کی مجلس تھی کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے ہماری مخالفت کرتے ہیں، جہاد کے خلاف اور تبلیغی جماعت والے جو ہیں وہ مجاہدین کو اچھا نہیں سمجھتے، اس مجلس میں صرف مجاہدین تھے جنہوں نے تبلیغی جماعت والوں کی شکایت کی۔

تو میں نے ان سے کہا کہ بھائی، بات سنو، اہل مدارس ہوں یا اہل تبلیغ ہوں یا اہل جہاد ہوں یہ تینوں ہی ہمارے حصے ہیں ان کی آپس میں کوئی لڑائی نہیں اگر کوئی

لڑائی کرتا ہے تو غلط کرتا ہے لیکن نکتہ یہ ہے درمیان میں کہ ہم سارے کے سارے خادم ہیں دین کے۔

جہاں تک ہے دین کا بچاؤ ہے وہ تو مدارس کی وجہ سے ہے، مدارس کے ذریعہ سے ہے، کیونکہ مدارس ہی حفاظ بناتے ہیں اور یہ سارے کا سارا کام جو ہے یہ دین کی بقاء کا ذریعہ ہے تو دین کا بچاؤ جو ہے وہ تو ہے مدارس کے ذریعے سے۔

جہاں تک بات ہے تبلیغ دین کی وہ تبلیغی جماعت والوں نے دنیا کے کونے کونے تک پہنچادی، کوئی ملک ایسا نہیں جہاں انہوں نے دین کی بات نہ پہنچائی ہو تو دین کا پھیلاؤ جو ہے وہ تبلیغ کے ساتھ ہے دین کا بچاؤ جو ہے وہ مدارس کے ساتھ ہے اور دین کا پھیلاؤ جو ہے وہ تبلیغ کے ساتھ ہے، مجاہدین کا کام ہے رکاوٹیں دور کرنا اہل مدارس کے سامنے کوئی رکاوٹ ہے تو دور کریں گے اہل تبلیغ کے سامنے کوئی رکاوٹ آئے گی تو دور کریں گے، یہ مجاہدین رکاوٹیں دور کرنے کے لیے ہیں۔

ہر شخص اپنے کام کو اہم سمجھتا ہے:

لیکن ساتھ ساتھ یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کام میں لگا ہوا ہوتا ہے لازماً اس کو اس کام کے ساتھ ایسا عشق ہوتا ہے اور اپنی اس جماعت کے ساتھ ایسا عشق ہوتا ہے کہ دوسروں پر گفتگو کرتے ہوئے اس کو ذرا غیر اہم قرار دیتا ہے، اتنا سا ہمیں برداشت کرنا چاہیئے، کھیتی باڑی کرنے والا صنعت کار کو، صنعت کار کھیتی باڑی کرنے والے کو بسا اوقات گفتگو ایسے کریں گے کہ یہ بھی کوئی کام کرنے کا ہے کام تو اصل یہ ہے۔

جب کسی کام کے ساتھ عشق اور محبت ہوتی ہے تو اس قسم کی اونچ نیچ گفتگو میں ہو جایا کرتی ہیں اس کو برداشت کرنا چاہیئے میں نے کہا کہ ہمارے بھائی جو تبلیغ میں لگے

ہوئے ہیں اللہ نے ان کو توفیق دی ہے وہ اتنا مست ہوتے ہیں کہ ان کے نزدیک اس کام کے علاوہ دوسرا کوئی کام اتنی اہمیت نہیں رکھتا جتنا یہ کام اہمیت رکھتا ہے۔

اولیاء کا مقام:

اب تھوڑا سا خانقاہوں کے متعلق بھی ذکر کر دیں تو میں نے کہا ساتھیوں سے کہ آپ نے کبھی چکی دیکھی ہوگی جو آٹا پیستی ہے اور اس کے درمیان میں ایک کلی کھڑی ہوتی ہے وہ جو کلی درمیان میں کھڑی ہوتی ہے عربی میں اسکو قطب کہتے ہیں اصل نام اس کا قطب ہے عربی میں اس کو قطب کہتے ہیں حماسہ کے اندر پڑھا ہوگا طلبہ نے ابتداء ابتداء میں نظم آتی ہے کہ ہم اپنی قوم کے قطب ہیں اور ہماری قوم کی چکی ہمارے اردگرد گھومتی ہے۔

میں نے کہا کہ پتھر گھومتا ہے نیچے والا پتھر رگڑ کھاتا ہے اوپر والا پتھر گھومتا ہے آٹا پیا جاتا ہے اور وہ کلی اپنا سر اٹھائے اپنی جگہ کھڑی ہے اب اگر پتھر اس کو طعنہ دے کہ تیرا ہمیں کیا فائدہ تو تو ایک جگہ کھڑی رہتی ہے ،کوئی حرکت بھی نہیں کرتی، سارا کام تو ہم کرتے ہیں ،تو کیا اگر وہ کلی اپنی جگہ سے ہلنے لگ جائے تو پتھر آٹا پیس لیں گے؟ بالکل یہی حال اہل مدارس کا ہے ، اور تمہیں نظر آتے ہیں کہ یہ حرکت نہیں کرتے اگر یہ بھی تمہاری طرح حرکت کرنے لگ جاتے تو حافظ کیسے تیار ہوتے؟ اگر یہ بھی کلاشنکوف اٹھا کر پہاڑیوں میں چلے جاتے تو یہ علماء کیسے تیار ہوتے؟ یہ جم کے بیٹھے رہنے کی بات ہے جس کی بناء پر یہ حافظ بھی تیار ہو رہا ہے، عالم بھی تیار ہو رہا ہے، اور صوفیاء جم کے بیٹھے ہیں تو روحانیت کا دور چل رہا ہے اور پوری روحانیت جو ہے وہ ان کے اردگرد گھومتی ہے۔

آپ کے ہاں ٹیوب ویل چلتا ہے پنکھا تیزی سے چلتا ہے اور پانی اٹھا

کے باہر پھینکتا ہے، اب وہ پنکھا باقی ساری مشینری کو کہے کہ پانی تو میں نکالتا ہوں کام تو سارا میں کرتا ہوں اور قابلے کو کہتا ہے کہ تو اپنی جگہ چوکڑی مار کر بیٹھا رہتا ہے تیری حرکت ہی نہیں ہے، تو قابلے کو اگر اللہ تعالیٰ زبان دے تو قابلہ اس کو کہے گا کہ تو تو بھول میں ہے تیرا پانی نکالنا میرے بیٹھنے کا نتیجہ ہے اگر میں اپنی جگہ سے ہلنے لگ گیا تو تو چل کے دکھا آپ جانتے ہیں کہ اگر ایک قابلہ ڈھیلہ ہو جائے تو انجن سارے کا سارا رک جاتا ہے۔

تو یہ روحانی دنیا کے جو لوگ ہیں یہ اسی طرح سے جو خلوت میں بیٹھتے ہیں رات کی تاریکیوں میں اٹھتے ہیں امت کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور علماء کی پشت پناہی کرتے ہیں ان کی مثال بالکل اس طرح سے سمجھیں آپ کہ جس طرح سے کسے ہوئے قابلے ہیں جن کی برکت کے ساتھ ساری مشینری حرکت کرتی ہے اس لیے ان کی اپنی جگہ اہمیت ہے، اولیاء اللہ کی اپنی جگہ اہمیت ہے، ان کی خلوت ہم سب کے لیے جلوت کی رونقیں مہیا کرتی ہے ان کا اندھیروں میں اٹھنا اور اللہ کو یاد کرنا اور اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلانا پوری امت کے لیے رونق اور بہار کا نتیجہ بنتا ہے، اور ویسے بھی دین میں جان پڑتی ہے تو اسی خلوت کے ساتھ اور خلوت کے ذکر و اذکار، مراقبوں کے ساتھ اس کی تعبیر اکبر الٰہ آبادی نے کی ہے اکبر الٰہ آبادی کہتے ہیں کہ

خدا کی قدرت دیکھئے کیا پیچھے ہے کہا پہلے
نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غار حرا پہلے

غار حرا پہلے ہے بدر بعد میں ہے، غار حرا کے اندر ہی بدر کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، اس لیے پہلے روحانی تربیت اور اخلاص اور خلوص کا پیدا کرنا انہی خانقاہوں کے ذریعے سے ہوتا ہے پھر اس کے بعد جب انسان میدان جہاد کے لیے نکلتا ہے تو اس کے اچھے نتائج نکلتے ہیں۔

طالبات سے خطاب:

بہر حال یہ مضمون بہت مفصل ہے میں نے موٹے موٹے عنوان کے ساتھ یہ دو باتیں آپ کی خدمت میں عرض کی ہیں اس کے بعد کیونکہ یہ طالبات کا سبق بھی ہے جیسے میں نے عرض کیا تھا کہ ایک آدھی بات ان کی خدمت میں بھی عرض کردوں تو پھر میں روایت کا ترجمہ کرتا ہوں یہ بات میں طالبات کو خطاب کر کے کہہ رہا ہوں ایک بات کا آپ نے خیال رکھنا ہے اس علم کے ساتھ آراستہ ہو جانے کے بعد اپنے اخلاق اپنی عادات میں اتنا انقلاب برپا کرنا ہے کہ دوسری عورتیں بھی دیکھ کے یہ سمجھیں کہ واقعی دینی تعلیم حاصل کرنے والی بچیاں باقی بچیوں کے مقابلہ میں بہت اچھی ہیں اپنے عمل کے ساتھ یہ ثبوت دینا ہے۔

خوش اخلاقی نفل عبادت سے افضل ہے:

اس کے لیے آپ ایک روایت ذہن میں رکھیں سردر کائنات ﷺ کے سامنے تذکرہ آیا ایک عورت کا کہ یارسول اللہ فلانی عورت

 بہت نوافل پڑھتی ہے،

 بہت نمازیں پڑھتی ہے،

 بہت روزے رکھتی ہے،

 بہت خیرات کرتی ہے،

اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے، بہت شہرت ہے، بس اس میں ایک گڑبڑ ہے کہ زبان کی اچھی نہیں، اپنے پڑوسیوں کے ساتھ لڑتی بہت ہے، بدزبانی کرتی ہے، پڑوسیوں میں ساتھ والے پڑوسی ہوتے ہیں تو گھر والے تو بطریق اولی زیادہ پڑوسی ہیں

گھر میں رہنے والے افراد جو ہیں وہ تو اول نمبر والے پڑوسی ہیں، دیوار کے ساتھ متصل دوسرے نمبر پر محلے والے تیسرے نمبر پر جہاں جہاں تعلق ہوتے جائیں گے سب جار کا مصداق ہیں۔

آپ نے جس وقت یہ بات سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''**ھی فی النار**'' یہ تو جہنم میں جائے گی۔

دوسری عورت کا تذکرہ ہوا اور اس کی قلت صلوۃ قلت صدقہ کا تذکرہ ہوا کہ کوئی زیادہ نفل نہیں پڑھتی، کوئی زیادہ روزے نہیں رکھتی، خیرات نہیں کرتی لیکن منہ کی بڑی میٹھی ہے کہ ہر کسی کے ساتھ بات بڑے سلیقے کے ساتھ کرتی ہے اپنے ملنے والے کو اپنی زبان سے تکلیف نہیں پہنچاتی۔

آپ ﷺ نے فرمایا ''**ھی فی الجنة**'' یہ جنت میں جائے گی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوش اخلاقی اور اپنے ساتھ ملنے والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ یہ نفل عبادت کے مقابلے میں افضل ہے، اور یہ انقلاب ہماری اس تعلیم کے نتیجے میں بچیوں میں آنا چاہئے، گھروں کے اندر زیادہ تر لڑائی اسی زبان کی بے احتیاطی کی وجہ سے ہوتی ہے اگر زبان میں احتیاط شروع ہو جائے تو گھروں کی اکثر لڑائیاں ویسے ہی ختم ہو جاتی ہیں۔

جہنم میں عورتوں کی کثرت:

ایک اور روایت ذکر کردوں جو بہت معروف ہے اور آپ سنتے رہتے ہیں کہ ایک دفعہ عورتوں کے مجمع میں جلسہ تھا زنانہ اور یہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ عورتوں نے خود فرمائش کی تھی کہ یارسول اللہ! مردوں میں تو آپ کی باتیں ہوتی رہتی ہیں کبھی ہمارے ساتھ بھی باتیں کیا کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے فلاں وقت فلاں گھر میں

جمع ہو جانا میں تمہیں وعظ کروں گا تو وہاں معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو بلا کے وعظ کرنا اس کا ثبوت حدیث میں ہے تو ایک زنانے جلسے میں آپ ﷺ نے بیان فرمایا کہ اے عورتو! صدقہ بہت کیا کرو صدقہ اور خیرات ''انی اریتکن اکثر اھل النار'' اور یہ روایت اکثر وبیشتر زنانے جلسوں میں واعظ لوگ پڑھتے ہیں مجھے دکھایا گیا ہے کہ جہنم میں جانے والوں میں سے اکثریت تمہاری ہے عورتوں کے متعلق فرمایا۔

انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو عیب تمہارے اندر ہیں۔

- ایک تو تم خاوند کی ناشکری ہوتی ہو۔
- اور ایک تم لعنت بہت کثرت سے کرتی ہو۔

پھر خاوند کی ناشکری کی تفصیل آگے صلوۃ کسوف کے اندر یہی ہے روایت اس میں موجود ہے، فرمایا کہ ''لو احسنت الی احداھن الدھر ثم رأت منك شیاء اقالت ما رأیت منك خیر اقط (بخاری ج ۱ ۱۴۴)'' ساری زندگی اگر کسی کے اوپر احسان کرو اور بعد میں کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف ہو جائے تو فوراً کہہ دیتی ہے کہ جب سے تیرے گھر آئی ہوں یہی حال ہے سارا آگا پیچھا بھولا دیتی ہے ایک ہی لفظ کے ساتھ ساری نعمتوں کی ناشکری کر دیتی ہے ایک تو آپ کے اندر ناشکری کی مرض ہے اور دوسرا خاوند کے ساتھ نافرمانی کے ساتھ پیش آتی ہو۔

ناشکری اور لعنت بہت کرتی ہو لاکھ لعنت، پھٹے منہ، یہ تو زبان کے اوپر ایسے چڑھے ہوتے ہیں اور یہ بھی جہنم میں لے جانے والی بات ہے۔

ناقصات العقل ہونے کے باوجود عقلمند کو بے وقوف بنالینا:

پھر آپ نے ایک اور بات فرما دی بس مختصر سی بات عرض کرتا ہوں فرمایا کہ

میں نے نہیں دیکھا کہ خود تو ناقص العقل والدین ہوں اور عقل مند آدمی کی عقل مار لیں تمہارے مقابلے میں زیادہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

مطلب یہ ہے کہ تم ناقصات العقل والدین ہونے کے باوجود عقل مند آدمی کی عقل مار لیتی ہو، یہ بات آپ ﷺ نے فرمائی اور عام طور پر آپ وعظوں میں سنتے رہتے ہیں جب آپ ﷺ نے فرمایا تو سننے والی عورتوں میں سے بعض نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہماری عقل ناقص کیسے ہے؟ ہمارا دین ناقص کیسے ہے؟ یعنی اس میں اس بات کی طرف اشارہ نکلتا ہے کہ اس وقت کی بیگمات میں بھی یہ بات تھی اور آج کل تو بہت کھل کے یہ بات سامنے آگئی کہ یہ اپنے آپ کو ناقص العقل والدین جلدی جلدی ماننے کو تیار نہیں ہوتیں کہتی ہیں کہ جتنی ہم عقل مند ہیں مرد اتنے عقل مند ہی نہیں ہیں۔

اس لیے اب ہر وزارت عورتوں کی طرف، ہر ملازمت عورتوں کی طرف، دفتروں کی کاروائیاں عورتوں کی طرف، وہ اپنا حق منوا رہی ہیں جتنی سمجھ دار ہم ہیں مرد اتنے سمجھ دار ہی نہیں ہیں، انہوں نے بھی یہی سوال کیا تو اس کا رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا تو یہ سوال تو ان کی طرف سے ہے کہ ہماری عقل کا نقصان کیا ہے؟ اور ہمارے دین کا نقصان کیا ہے؟۔

لیکن یہ بات جو حضور ﷺ نے فرمائی تھی کہ تم مرد کی عقل مار لیتی ہو بے وقوف بنا لیتی ہو اچھے بھلے آدمی کو اس پر کسی عورت نے سوال نہیں کیا کہ یا رسول اللہ! یہ آپ نے کیا بات کہہ دی، ہم مردوں کی عقل کیسے مار لیتی ہیں کسی نے نہیں کہا، یہ سوال کسی نے نہیں کیا تو آپ نے یہ کہا کہ تم اچھے بھلے آدمی کی عقل کو مار لیتی ہو یہ کسی نے نہیں کہا، کہہ دیتیں کہ ہم تو ایسا نہیں کرتیں تو گویا کہ انہوں نے اس الزام کو مان لیا ہے الزام کو تسلیم کر لیا نقصان عقل ماننے کے لیے وہ تیار نہیں تھیں اس لیے انہوں نے اس کا سوال کیا ہے باقی باتیں اپنی جگہ رہیں۔

عورت بہت جلد انقلاب لاسکتی ہے:

لیکن میں اس میں سے ایک اپنے فہم کے مطابق حقیقتاً تو جو اللہ اور اللہ کے رسول کی کلام میں حقائق ہیں وہ تو اللہ اور اللہ کا رسول ہی بہتر جانتا ہے یہ اشارہ بھی نکالتا ہوں اور بچیوں کے جلسے میں میں کہتا ہوں کہ اس میں لوگ تمہارا نقص قرار دیتے ہیں کہ تم عقل مند کی عقل مارلیتی ہو لیکن مجھے اس میں بھی تمہاری خوبی نظر آرہی ہے خوبی تمہارے اندر یہ ہے کہ تم اپنے خاوند سے خلاف عقل بات بھی منوالیتی ہو اپنے الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ تم اپنے خاوند سے خلاف عقل بات بھی منوالیتی ہو اور وہ مجبور ہوتا ہے تمہاری بات ماننے پر اور میں تمہاری خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ اگر تم میں منوانے کی اتنی صلاحیت ہے کہ خلاف عقل بھی کوئی بات کہو تو خاوند مانتا ہے تو اگر تم عقل کے مطابق بات کہو گی تو خاوند کیوں نہیں مانے گا۔

اگر داڑھی منڈوا سکتی ہو تو ضد کر کے رکھوا بھی تو سکتی ہو، اگر ضد کر کے ٹی وی گھر میں منگوا سکتی ہو تو گھر سے نکلوا بھی تو سکتی ہو، بلکہ میں تو کہتا ہوں، کہ انقلاب جتنا جلدی عورتیں لاسکتی ہیں مرد لا ہی نہیں سکتے ساری حکومت زور لگالے کہ یہ لوگ رشوت لینا چھوڑ دیں رشوت لینا نہیں چھوڑیں گے، ہاں گھر کی بیگم ڈٹ کے بیٹھ جائے کہ خبردار گھر میں حرام کا مال نہ آئے نہ میں کھاؤں گی، نہ بچوں کو کھلاؤں گی، دیکھو کون سا افسر رشوت کا مال لے کر گھر جاتا ہے۔

اگر عورتیں ضد کر کے بیٹھ جائیں کہ رشوت کا مال گھر نہیں آنا چاہئے اس لیے اپنی اس پوزیشن کو یاد رکھو کہ منوانے کی جو تاثیر ہے یہ اچھے کاموں میں استعمال کرو غلط کاموں میں استعمال نہ کرو، یہ بات ہمیشہ آپ کے ذہن میں موجود ہونی چاہیے، بہر حال حضور ﷺ نے یہ باتیں جو ارشاد فرمائیں اس میں معاشرے کی اصلاح بھی ہے۔

حدیث کا درس:

باقی رہی یہ بات جو کچھ حدیث شریف میں ذکر کیا گیا وزن اعمال کے متعلق چونکہ روایت ہر سال ہی پڑھی جاتی ہے ہر مجمع میں پڑھی جاتی ہے، ہر مجمع میں اس کے اوپر تقریریں ہوتی ہیں جس کی زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں، ابتداء امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی "انما الاعمال بالنیات" کی روایت سے جس میں اخلاص عمل کی تلقین کی تھی اور اس سے پہلے باب بدؤالوحی رکھا جس میں دین کی بنیاد کی طرف اشارہ کیا کہ دین اصل وہی ہے جو وحی سے ثابت ہو، عقلی ڈھکوسلوں کے ساتھ دین ثابت نہیں ہوا کرتا دین اصل کے اعتبار سے وہی ہے جس کی نسبت وحی کی طرف ہو، اخلاص ہوگا تو دین صحیح معنوں میں آئے گا اور اعمال میں جان پڑے گی، اور صحیح نتیجہ جو اعمال کا نکلے گا وہ جا کے وزن اعمال کے ساتھ نکلے گا درمیان میں احکام کا ذکر کرتے کرتے آخر آپ نے دیکھا ہوگا کہ احکام کا جب باب ختم ہوتا ہے تو کتاب البیوع ختم ہوتی ہے تو آگے عنوان ہے کتاب الجہاد کا جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی دین کو آگے تحفظ جو دیا جاتا ہے وہ جہاد کے ساتھ دیا جاتا ہے۔

کتاب الجہاد میں اصول ہیں جہاد کے اور کتاب المغازی میں عمل ہے جہاد کے اصولوں پر اور رسول اللہ نے عمل کر کے دکھایا کہ جہاد میں کن اصولوں کی رعایت رکھی جاتی ہے اور ان اصولوں کو جتنا کوئی اپنائے گا اتنا ہی دنیا کے اندر بھی سرسبز ہوگا آخرت میں بھی اس بارے میں پوری وضاحت آپ کے سامنے قاری صاحب نے کردی تو وزن اعمال کا عقیدہ ہمارا اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے میزان بھی ٹھیک ہے اعمال تو لے جائیں گے اور یہ جو پرانے معتزلہ کے پرانے اعتراضات ہیں اب ان کو ذکر کرنے کی ضرورت ہے نہ اس کی اہمیت کیونکہ منہ سے

نکلے ہوئے الفاظ ہاتھوں کی حرکت پاؤں کی حرکت جس کو ہم عمل کہتے ہیں ان کا محفوظ ہونا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں انسان کی بنائی ہوئی مشینیں سب کچھ محفوظ کرلیتی ہیں اور دس بیس سال کے بعد بھی آپ دیکھنا چاہیں گے تو آپ کو وہ مجمع بھی نظر آئے گا، اقوال بھی سنیں گے، افعال بھی دیکھیں تو معلوم ہوگیا کہ منہ سے نکلا ہوا لفظ بدن سے صادر ہوئی ہوئی حرکت یہ ضائع نہیں جاتی زمین میں بھی اس کا ریکارڈ ہے جیسے قرآن کریم میں اشارہ ہے، ہمارے بدن کے اندر بھی اس کا ریکارڈ ہے جیسے قرآن کریم میں صراحت ہے تو یہ ساری کی ساری باتیں ایسی ہیں جس سے خوف آخرت پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو ہر حرکت کرتے ہوئے بولتے ہوئے سوچ کے بولنا چاہیے سوچ کے کرنا چاہیے کہ ان میں سے کوئی چیز ضائع ہونے والی نہیں تو خوف آخرت پیدا کرنے کے لیے یہ وزن اعمال کا ذکر کیا گیا اور آگے وہ معنیٰ بتایا کہ قسط انصاف کو کہتے ہیں مجرد سے استعمال ہو تو ظلم کے معنیٰ میں بھی آتا ہے ''اما القاسطون '' باب افعال سے ہو تو انصاف کے معنیٰ میں ہے ''ان اللہ یحب المقسطین '' یہ لفظ کی تحقیق امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے اور آگے جو روایت نقل کی ہے اس میں صراحت ہے کہ یہ اقوال جو ہیں ان کا وزن کیا جائیگا۔

دو کلمے ہیں جو بہت محبوب ہیں رحمٰن کو، زبان پر بڑے ہلکے ہیں اور میزان میں بڑے بھاری ہونگے اس کے ساتھ وزن اعمال ثابت ہوتا ہے اقوال کا لیکن اقوال اور افعال چونکہ دونوں کے متعلق عقیدہ ایک ہی ہے جو وزن کے قائل ہیں وہ دونوں کے قائل ہیں جو قائل نہیں دونوں کے قائل نہیں لعدم القائل بالفصل جیسے فقہ کی اصطلاح ہے کہ جو چیزیں ایسی ہوں آپس میں لازم ملزوم تو ایک کے لیے جو دلیل ہے وہی دوسرے کے لیے دلیل ہے تو اقوال کے وزن کا ذکر آیا تو اعمال کے وزن کی بھی

یہی دلیل ہے اور کلمے جو محبوب ہیں وہ یہی ہیں ''**سبحان اللہ وبحمدہ سبحان العظیم**'' تو یہ گویا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کو اللہ کے ذکر کے اوپر اللہ کی تسبیح وتحمید کے اوپر ختم کیا۔

آخری حدیث کی کتاب التوحید سے مناسبت:

ابتداء تھی وحی سے آگے اخلاص کی تعلیم تھی آگے اعمال کی تفصیل تھی اور آخر میں گویا کہ ذکر اللہ کے اوپر جا کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو ختم کیا قریب والے باب کے ساتھ تو مناسبت ظاہر ہوگئی ''**ثقیلتان فی المیزان**'' کے ساتھ اور کتاب التوحید کے ساتھ مناسبت ہوگی ''**سبحان اللہ وبحمدہ سبحان العظیم**'' ان الفاظ کے ساتھ **سبحان اللہ** کا مطلب یہ ہے کہ اللہ میں عیب کوئی نہیں **بحمدہ** کا مطلب یہ ہے کہ ساری خوبیاں ہیں، اور جس میں عیب کوئی نہ ہو ساری خوبیاں ہوں عظمت اسی کی ثابت ہوتی ہے، جب عظمت اسی کے لیے ہوگی تو **لاالہ الا اللہ** کا اثبات جو ہے وہ ضمناً خود بخود ہو جائے گا اس اعتبار سے گویا کہ کتاب التوحید کے ساتھ بھی اس روایت کی مناسبت ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سمجھ نصیب فرمائے۔

اجازت حدیث:

اور ان بچوں کو جو پڑھ کے فارغ ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے دین کے لیے قبول فرمائیں تو ہمارے ہاں طریقہ ہے کہ اصل کے اعتبار سے سند ہوتی ہے انہیں اساتذہ کی طرف سے جنہوں نے سبق پڑھایا ہے تبرکاً اجازت دینا یہ بھی اکابر میں معمول چلا آ رہا ہے سند کا مطلب اہل علم سمجھتے ہیں تفصیل کی ضرورت نہیں کہ ہمارے علم کی ایک ایک بات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلہ وار متصل سند کے ساتھ جاتی ہے تو یہ

بخاری کی ہے، سند اور یہ مسلم کی سند ہے، یہ صحاح ستہ کی سند ہے سب تفصیل کے ساتھ بتائی جاتی ہیں اصل سند وہی ہوگی جو آپ کے اساتذہ دیں گے اور میرے استاذ جو ہیں جن سے میں نے صحیح بخاری جامع ترمذی پڑھی وہ مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو دیوبند کے اساتذہ میں سے تھے۔

کبیر والہ مدرسے کے بانی ہوئے اور مسلم شریف میں نے حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی اور باقی کتابیں دوسرے اساتذہ سے پڑھی تھیں ان اساتذہ سے جو بھی اجازت ہے اس کے ساتھ ان طلبہ کو جو فارغ التحصیل ہو رہے ہیں اور طالبات کو روایت حدیث کی اجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس نسبت کو میرے لیے بھی اور ان کے لیے بھی باعث سعادت بنائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دولت قرآن

بموقع

محترم ڈاکٹر فیصل صاحب کراچی والوں نے اپنے بیٹے محمد ثمیر
اور بیٹی منھل کے ختم قرآن کے موقع پر دعوت کا اہتمام کیا
اس موقع پر حضرت حکیم العصر مدظلہ کا خصوصی خطاب ،

بمقام: کراچی

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ،

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ ۔

قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں:

جس سلسلہ میں آپ کا یہ اجتماع بلایا گیا ہے اور یہ نشست متعین کی گئی ہے یہ اللہ کی کلام اور اللہ کی کتاب کے بارے میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب اتاری ہے، پہلے پارہ کی یہ ابتدائی آیت ہے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی'' **ذلك الكتاب لاريب فيه**'' لفظی معنیٰ اس کا یہ بنتا ہے کہ یہ کتاب اس میں کوئی شک، کوئی تردد، کوئی شبہ والی بات نہیں ہے جس کو آپ کہہ سکتے ہیں کہ یقینی بات ہے۔

لیکن شبہ کس چیز میں؟ اس کتاب میں کوئی شک نہیں کس اعتبار سے؟ اس اعتبار سے کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ یہ منجانب اللہ ہے، یہ اللہ کی جانب سے ہے کسی انسان کی تصنیف نہیں ہے کسی نے اپنی عقل کے ساتھ اس کو مرتب نہیں کیا بلکہ بلا شک وشبہ یہ اللہ کی جانب سے آئی ہے۔

اگر کسی کے ذہن میں شک ہے تو اس طریقہ پر عمل کرے:

لیکن اس پر پھر خوامخواہ ایک سوال ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ یہ کیسے کہہ دیا کہ اس کے منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں کروڑ ہا انسان ایسے ہیں جو اس بات میں شک کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے یا نہیں؟ ہزاروں انسان اس میں شک کرتے ہیں اور ہم نے دعوے سے کہہ دیا کہ اس کتاب کے منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔

کیونکہ یہ سوال ذہن میں ابھرتا تھا تو اس کو صاف کرنے کے لیے قرآن کریم میں آگے چند آیتوں کے بعد ذکر فرمایا'' ان كنتم صادقين فان لم تفعلو ولن تفعلوا فاتقوا النار التى وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين '' جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم تردد میں ہو، تمہیں اس بارے میں کوئی شک وشبہ ہے۔

اور ایک ہے کہ تمہارا ذہن اس بات کو قبول نہیں کرتا اور تمہارے ذہن کے اندر اس بارے میں کوئی شک وشبہ ہے تو اس کو زائل کرنے کا ہم تمہیں ایک طریقہ بتاتے ہیں اپنے اس شک اور ریب کو اس دلیل کے ساتھ دور کر لیجئے " ان کنتم فی ریب ممانزلنا علیٰ عبدنا " جو کچھ ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے اگر اس کی طرف سے تم تردد میں پڑے ہوئے ہو، واقعہ کے اعتبار سے کوئی تردد کی بات نہیں ہے اگر تردد میں پڑے ہوئے ہو تو ہم تمہیں ایک طریقہ بتاتے ہیں اس کے ساتھ اس شک کو زائل کر لیجئے۔

وہ یہ ہے کہ اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو تو اس کتاب کی ایک سورت جیسی سورت بنا کے لے آؤ، قرآن کریم ایک سو چودہ سورتوں پر مشتمل ہے ایک جگہ چیلنج پورے قرآن کے ساتھ بھی ہے " قل " آپ کہہ دیں کہ سارے جن وانسان اکٹھے ہو جاؤ اس بات پر کہ تم اس قرآن کی مثل تیار کر لو تو " لایاتون بمثله " تو یہ سارے کے سارے جن وانسان مل کر بھی اس قرآن جیسی کتاب نہیں لا سکتے " ولو کان بعضهم لبعض ظهیراً " اگر چہ یہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔

وہاں پورے قرآن کا ذکر ہے اور یہاں " فاتو بسورة من مثله " کا ذکر ہے سورۃ ھود کے اندر " بعشر سور من مثله " کا ذکر ہے، پہلے پورے قرآن مجید کے ساتھ چیلنج کیا گیا پھر دس سورتوں کے ساتھ چیلنج کیا گیا آخر میں ایک سورت کے ساتھ۔

لیکن چیلنج کے ساتھ ساتھ پیش گوئی کر دی گئی " فان لم تفعلوا " اگر تم نے ایسا نہ کیا یعنی تم اس کی مثل نہ لائے اور ہم کہتے ہیں " لن تفعلوا " تم لا سکتے ہی نہیں، ہرگز یہ کام تم نہیں کر سکتے تو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو " فاتقوا النار التی وقودها الناس

والحجارۃ'' پھر ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اس کے ساتھ تم اپنے ریب اور تردد کو زائل کرلو۔

انسانی ایجاد کی مثل تیار کی جاسکتی ہے:

لیکن اس کو پھر زائل کس طرح کریں؟ اس کی آگے وضاحت کیا ہے؟ اس کی وضاحت یہ ہے کہ ایک چیز کسی انسان کی بنائی ہوئی ہو تو دوسرا انسان اس کی مثل تیار کرسکتا ہے بلکہ اس سے بہتر تیار کرسکتا ہے، وہاں یہ چیلنج نہیں کیا جاسکتا کہ ایسی چیز بنا کر دکھاؤ ایک آدمی نے جہاز بنایا دوسرے نے نہ صرف یہ کہ جہاز بنایا بلکہ اس سے بھی اچھا بنا کے دکھادیا۔

ایک کمپنی نے کار بنائی دوسری کمپنی نے ویسی یا اس سے بہتر بنا کے دکھادی، ایک آدمی نے موٹر سائیکل بنایا دوسرے نے ویسا یا اس سے بھی بہتر بنا کے دکھادیا دنیا میں کونسی ایسی چیز ہے کہ اگر کسی نے اس کو ایجاد کیا ہو اور بنایا ہو اور انسانی دنیا کے اندر اس کی نقل نہ تیار کرلی گئی ہو؟ ویسی یا اس سے بھی اچھی چیز تیار کرلی جاتی ہے اسی طرح ترقی ہوتی ہے ابتداء میں کچھ ہوتا ہے پھر اس سے اچھی چیز آگئی پھر اس سے بھی اچھی چیز آگئی بڑھتے بڑھتے اپنے عروج کو پہنچتی چلی جاتی ہے تو اس سے یہ ضابطہ نکلا کہ انسان کی بنائی ہوئی چیز کی نقل تیار کی جاسکتی ہے کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میری جیسی چیز کوئی بنا نہیں سکتا۔

اللہ کی بنائی ہوئی چیز کی مثل تیار نہیں کی جاسکتی:

لیکن جو چیز براہ راست اللہ نے بنائی ہو اور جس میں انسان کا واسطہ نہیں اس کی مثل نہیں تیار کی جاسکتی، اب اگر ساری دنیا اکٹھی ہوجائے کہ ہم بھی ایسا چاند بناتے ہیں، ایسے ہی زمین بنانے پر دنیا اکٹھی ہوجائے کہ ہم بھی ایسی زمین بناتے ہیں

تو انسان قادر نہیں ہوسکتا، یہ علامت ہے اس بات کی کہ یہ انسان کی مصنوعات میں سے نہیں ہے اگر یہ انسان کی مصنوعات میں سے ہوتی تو اس کی مثل تیار ہوسکتی تھی اسی طرح یہاں ذکر کیا گیا ہے کہ یہ کسی انسان کی ساختہ پرداختہ نہیں ہے اگر تم کہتے ہو کہ انہوں نے خود بنالیا ہے، خود گھڑ لیا ہے، یہ ان کی تالیف ہے، ان کی تصنیف ہے تو تم بھی اس کی مثل لے آؤ اگر تم اس جیسی بنا کر لے آؤ تو یہ علامت ہوگی کہ یہ انسان کا بنا ہوا ہے اور اگر تم اس کی مثل نہ لاسکے تو یہ علامت ہوگی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا براہ راست بنایا ہوا ہے۔

میرا گھوڑا چلے تو ایک ہی دن میں لندن پہنچے لیکن:

قرآن کریم میں ایک جگہ ایک مشرک کا قول ذکر کیا گیا ہے" لو نشاء لقلنا مثل هذاان هذا الا اساطير الاولين "وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسی کلام کہہ سکتے ہیں، کیا ہے یہ، حکایتوں کا مجموعہ تو ہے، یہ ایک مشرک کا قول نقل کیا گیا ہے اس پر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پیاری بات لکھی کہ بھائی قرآن تو اپنے صحیح اور غلط ہونے کا مدار اس پر رکھتا ہے کہ تم اس کی مثل لاؤ، اور تم ذہنی طور پر ٹکرائے ہوئے ہو اور تم کہتے ہو لاسکتے ہیں لاسکتے ہو تو پھر لاتے کیوں نہیں؟ کہتے ہیں اس کی مثال تو وہی ہے جیسے کوئی کہے کہ میرا گھوڑا چلے تو ایک ہی دن میں لندن پہنچے لیکن کیا کروں چلتا ہی نہیں ان کا قول بھی ایسے ہی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اس جیسی لاسکتے ہیں اگر تم کرسکتے ہو تو پھر کرتے کیوں نہیں؟

قرآن تو اپنے صحیح اور غلط ہونے کا مدار ہی اس بات پر رکھتا ہے چار جگہ قرآن کریم میں اس بارے میں چیلنج کیا گیا ہے اور چودہ سو سال سے پوری کائنات پر یہ آواز گونج رہی ہے، اور کثرت کے ساتھ اس چیلنج کو دوہرایا جارہا ہے، آج تک کسی میں ہمت نہیں ہوئی جو یہ کہے کہ میں نے قرآن کی مثل کتاب تیار کرلی ہے۔

یہ علامت ہے اس بات کی کہ بلاشک وشبہ یہ کتاب اللہ کی جانب سے ہے جس کی مثل نہیں لائی جاسکتی اس لیے اللہ کے انعامات میں سے یہ بہت بڑا انعام ہے اس امت پر کہ اس کے ہاتھ میں وہ کتاب ہے جس کا ایک ایک لفظ، ایک ایک نکتہ، ایک ایک حرکت اللہ کی جانب سے آئی اور اللہ نے اس کو مجموعہ ہدایت بنا کر ہماری طرف بھیجا ہے ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا انعام ہے اور جب یہ بنائی ہوئی اللہ کی ہے،

- تو کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا،
- کوئی اس کو مٹا نہیں سکتا،
- کوئی اس کو شکست نہیں دے سکتا،

چودہ سو سال سے اسی طرح محفوظ چلا آرہا ہے اور قیامت تک محفوظ ہی رہے گا۔

کتاب کے ساتھ معلم بھی بھیجا:

اور پھر اللہ نے صرف یہ کتاب ہی نہیں اتاری، اگر یہ کتاب صرف کتاب کی حد تک محدود ہوتی تو ایسا بھی ہوسکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس بنی بنائی کتاب کا مجموعہ بیت اللہ کی چھت پر اتار دیتا اور لوگوں کو کہہ دیتا کہ تم عربی پڑھتے بھی ہو اور سمجھتے بھی ہو، تم زبان بھی جانتے ہو میں نے کتاب اپنے گھر کے اوپر رکھ دی ہے اس کو اٹھا لو اور پڑھتے جاؤ اور اس کے اوپر عمل کرتے جاؤ، ایسا نہیں کیا۔

بلکہ کتاب کو بھیجا ہے تو کتاب کا معلم بھی ساتھ بھیجا ہے اس لیے قرآن کریم کو صرف لغات کی مدد سے حل کر کے نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے اس معلم کی جو اللہ نے متعین طور پر بھیجا ہے "لتبین للناس مانزل الیھم" جب تک اس کی تبیین اور وضاحت سامنے نہ ہو قرآن کریم کو سمجھا نہیں جاسکتا اس لیے قرآن سمجھ آنے میں حضور ﷺ کی تشریحات کا محتاج ہے حضور ﷺ کی تشریحات کے ساتھ ہم اس قرآن مجید کو سمجھیں گے۔

"اقیمو االصلوۃ "نماز قائم کرو، کیسے قائم کرنی ہے؟ وضاحت حضور ﷺ بتائیں گے " اتوالزکوٰۃ "زکوٰۃ دو، کس مال میں سے دینی ہے؟ کتنی دینی ہے؟ حضور ﷺ بتائیں گے اسی طرح ہر ہر چیز کی مثال ہے روزہ ہے، کب شروع ہوگا؟ کب تک رہے گا، کن چیزوں سے ٹوٹ جائے گا اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹے گا، یہ وضاحت حضور ﷺ کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن ہے:

اس لیے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان سے حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ جو ابوجہل کے حقیقی بھائی ہیں لیکن یہ مسلمان ہوگئے تھے اور فضلاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کا شمار ہے شاید یہ سوال ان کا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کہ "انبئینی عن خلق رسول اللہ ﷺ" مجھے سرور کائنات ﷺ کے خلق کے متعلق بتاؤ کہ آپ ﷺ کا خلق کیا تھا، خلق کی جمع اخلاق آتی ہے۔

آپ ﷺ کے خلق کے متعلق سوال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین کا جواب کتنا مختصر اور کتنا جامع، فرمایا "کان خلقہ القرآن" رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔

کیا مطلب اس کا؟ مطلب اس کا یہ ہے کہ قرآن کریم پڑھ قرآن کریم پڑھنے کے بعد جو تمہارے ذہن میں بات آئے قرآن ایسا انسان چاہتا ہے اور ایسی اللہ کی عبادت چاہتا ہے اور انسان کے ایسے جذبات ہونے چاہییں، ایسے جذبات نہیں ہونے چاہییں کردار گفتار جو کچھ بھی ہے قرآن کریم جس کا مطالبہ کرتا ہے اگر اس کو عملی شکل میں دیکھنا ہے تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لو تو گویا کہ قرآن یہ الفاظ ہیں اور سرور کائنات ﷺ کی سیرت ان الفاظ کا مصداق اور اس کی وضاحت ہے قرآن

بار بار کہتا ہے کہ انسان کو ایسا ہونا چاہیئے رسول اللہ ﷺ جیسا عملی قرآن جو ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔

منصب نبوت اور امت کی تقسیم:

سرور کائنات ﷺ کے قرآن کریم میں جو وظائف نقل کئے گئے ہیں کہ آپ ﷺ کے ذمہ کیا تھا؟ ان میں سے پہلی بات ہے "یتلو علیھم آیاتہ" اللہ کی آیات کو پڑھنا تلاوت آیات اور دوسری بات جو ذکر کی گئی " ویعلمھم الکتاب والحکمۃ" کتاب وحکمت کی تعلیم دینا تعلیم دوسرے نمبر پر آ گئی، اور تیسرے نمبر پر ذکر ہے" ویزکیھم "تزکیہ، تلاوت قرآن کا تعلق ہے اس کے الفاظ کے ساتھ ہے، الفاظ کا پڑھنا یہ رسول اللہ نے اپنی زندگی میں کیا اور پوری امت نے حضور ﷺ کی اس سنت کو نبھایا اور ایک مستقل گروہ ہے جس کو قاریوں کا گروہ کہتے ہیں وہ حضور ﷺ کی اس شان کا مظہر ہے۔

اس لفظ کو کیسے پڑھنا ہے؟ کس طریقے سے اس کی ادائیگی ہوگی؟ علم تجوید علم قرأت ایک مستقل فن ایجاد ہوگیا، جو اس فن کے اندر لگے ہوئے ہیں اور اس کی باریکیوں کو سمجھتے سمجھاتے ہیں، پڑھنے کا لب ولہجہ سکھاتے ہیں ان کو قراء کہا جاتا ہے، یہ سرور کائنات ﷺ کی تلاوت کتاب والی صفت کے نائب ہیں پوری صفت حضور ﷺ کی ان میں چمکتی ہے یہ لفظ کی بات ہے تجوید اور قرأت کا تعلق الفاظ کے ساتھ ہے اور یہ حضور ﷺ کی تلاوت کی صفت کا مظہر ہے۔

آگے آ گیا تعلیم، تعلیم کا معنی ہوگیا کہ اس کے مفہوم کو سمجھایا جائے وہ ایک مستقل فرقہ ہے الفاظ کی تلاوت اور پھر اس کے مفہوم کو سمجھانا یہ تعلیم ہے اور پھر اس کی باریکیوں میں گھس کر اسی میں سے مسائل کا استنباط کرنا یہ تعلیم حکمت ہے تو آپ نے

اس کا مطلب سمجھایا اور اس میں استنباط کا طریقہ سکھ کر اللہ کی مرضیات کے مطابق اس میں سے احکام نکالنے کی تعلیم دی اس منصب کو سنبھالا علماء نے اور فقہاء نے جو قرآن کریم کا مطلب بھی معلوم کرتے ہیں اور قرآن کریم کی حکمت کو بھی نمایاں کرتے ہیں اور اس میں استنباط کے ساتھ احکام اخذ کر کے امت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

تو تعلیم کتاب وحکمت یہ رسول اللہ ﷺ کا جو منصب تھا یہ آ گیا علماء اور فقہاء کے حصے میں تو جہاں تلاوت قرآن کا اہتمام ہوتا ہے اس کو کہہ لیجئے یہ دار القرآن بن گئے، اور جہاں تعلیم وحکمت کی بات ہوتی ہے آج کل کی اصطلاح میں وہ مدارس بن گئے، مدارس میں تعلیم کتاب وحکمت ہے اور دار القرآن میں قرآن کریم کے الفاظ کی بحث ہے جس پر پوری محنت ہوتی ہے۔

تزکیہ کی تعریف اور اس کے مراکز:

اور تیسری شان یہ آ گئی تزکیہ اور تزکیہ کیا ہوتا ہے؟ تزکیہ کا معنی سنوارنا، کانٹ چھانٹ کرنا صاف ستھرا کرنا تو تزکیہ سے مراد ہے اس علم کو جو کہ اترا ہے اور جس کی وضاحت آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں اس کو انسان کے اوپر طاری کر کے اس کے اندر سمونا اور انسان کے اوپر اس کو نمایاں کر دینا اور اس کے مطابق انسان کے ظاہر کو بھی سنوار دینا باطن کو بھی سنوار دینا اس کو تزکیہ کہتے ہیں۔

اب تزکیہ میں دونوں باتیں آتیں ہیں، ظاہر کو سنوارنا یہ تو فقہ کے مطابق اس حصے میں چلا گیا، مثلاً وضو کرنے کا طریقہ بتا دیا جائے گا، نماز پڑھنے کا طریقہ بتا دیا جائے گا۔

- یہ اس کا ظاہر کہ کپڑے پاک رکھنے ہیں،
- بدن پاک رکھنا ہے،

وضو یوں کرنا ہے،

نماز یوں پڑھنی ہے،

کاروبار یوں کرنا ہے،

صدقہ یوں کرنا ہے،

زکوۃ یوں دینی ہے،

یہ سارے کے سارے احکام جن کو احکام ظاہری کہتے ہیں اس کے ساتھ انسان کا ظاہر سدھرتا ہے۔

اور کچھ احکام ایسے بھی ہیں جن کا تعلق ظاہر کے ساتھ نہیں ہے باطن کے ساتھ ہے اور جو باطن کے ساتھ ہے وہ بھی دو قسم پر ہیں۔

ایک تو اصول کے درجے میں ہیں جن کو ہم عقائد کہتے ہیں، عقیدہ وہ اصل بنیاد ہے جو دل سے ہوتی ہے اس کا ظاہر سے تعلق نہیں ہے عقیدے کا تعلق قلب سے ہے اور بعض احکام ایسے ہیں جو عقیدے کے درجے کے نہیں ہیں۔

لیکن عملی درجے کے ہیں مثال کے طور پر

صبر کیا ہے؟
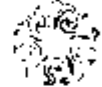
شکر کیا ہے؟
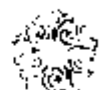
اللہ کی محبت کیا ہے؟

اللہ کے رسول کی محبت کیا ہے؟

ریا کاری کسے کہتے ہیں؟

اخلاص کیا ہوتا ہے؟ شکر کا کیا طریقہ ہے؟

یہ سارے کے سارے احکام ایسے ہیں جو انسان کے قلب سے تعلق رکھتے ہیں، اخلاص سے تعلق رکھتے ہیں تو تزکیہ کا معنیٰ یہ ہے کہ جو لفظوں میں بول کر بتایا ہے انسان کے اوپر اس کو طاری کر دیا جائے جن لوگوں نے اس میں دل چسپی لی یعنی عمل سکھانے میں اور انسان کے اوپر اس دین کے نمایاں کرنے کے اندر عملی درجے میں جن لوگوں نے محنت کی ان کے لیے عنوان عام طور پر امت میں ہے ''اولیاء اور صوفیاء کا'' اور جو اس کام کے مرکز بن گئے اس کو کہتے ہیں خانقاہ یہ خانقاہی نظام جو ہے یہ حضور ﷺ کی تزکیہ کی شان کا مظہر ہے، مدارس جو ہیں یہ حضور ﷺ کی شان تعلیم کتاب وحکمت کا مظہر ہیں، اور دار القرآن رسول اللہ کی لفظوں کی تلاوت کی شان کا مظہر ہیں۔

دین کی مثال:

ہمارے بزرگوں میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑی معروف شخصیت گزری ہے میں نے ان کی زبان سے یہ بات سنی تھی، سمجھانے کے لیے وہ ایک انداز اختیار کیا کرتے تھے فرماتے تھے، کہ دیکھو کہ ایک ہوتا ہے رنگساز، جو رنگ بناتا ہے اور ایک ہوتا ہے آگے جا کر جو رنگ بیچتا ہے اور ایک ہوتا ہے رنگ ریز جو رنگ چڑھاتا ہے یہ تین درجے ہو گئے، رنگ بنانے والا، رنگ بیچنے والا، اور رنگ چڑھانے والا۔

فرماتے تھے کہ اللہ نے دین جو بنایا ہے یہ ایسے ہے جیسے رنگ بنا دیا'' صبغة الله ومن احسن من الله صبغة '' اللہ سے زیادہ اچھا رنگ کس کا ہو سکتا ہے اور علماء اور فقہاء یہ رنگ فروش ہیں کہ آپ کو ضرورت ہے آپ جائیں گے رنگ لیں گے خرید لیں گے، وہ بتادے گا آپ کو، مسئلہ پوچھیں گے وہ آپ کو بتادے گا آپ لیکر آجائیں گے اور صوفیاء اور اولیاء کی مثال جو ہے وہ رنگ ریز کی ہے کہ جو اس رنگ کو چڑھاتے ہیں اور عملی زندگی کے اندر دین کو ایسے سرایت کر دیتے ہیں کہ پھر اس کپڑے کا اور رنگ کا امتیاز مشکل ہو جاتا ہے۔

آپ رنگ کا تصور کپڑے کے بغیر نہیں کرسکیں گے کپڑے کا تصور رنگ کے بغیر نہیں کرسکیں گے جب رنگ چڑھ جائے تو پھر کپڑا اور رنگ اسی طریقہ سے مکس ہوجاتا ہے اسی طرح سے عملی زندگی کے اندر دین کا سرایت کرجانا کہ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی، عقائد میں بھی ،اخلاق باطنہ کے درجہ میں بھی، یہ کام جو تھا جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تزکیہ جس کو کہتے ہیں کہ ایک مزکی اور پاک صاف جماعت تیار کردی جن کا باطن بھی ستھرا ہے اور ظاہر بھی ستھرا ہے اس شان کو محفوظ اگر رکھا ہے تو اس خانقاہی نظام نے محفوظ رکھا ہے اور اولیاء اللہ کی خدمات اس میدان کے اندر بہت نمایاں ہیں۔

مؤمنین کا راستہ اختیار کرو:

اور یہ سارا کا سارا علم اولین وراثت کے طور پر آگے منتقل ہوا جیسے قرآن میں وراثت چلی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پڑھا ،صحابہ رضی اللہ عنہم سے تابعین نے پڑھا ،تابعین سے تبع تابعین نے پڑھا ،محدثین نے تشریحات کو جمع کیا ،فقہاء نے احکام کا استنباط کیا، پورے کا پورا دین جس طرح سے وراثت کے طور پر چلا آرہا ہے اور دین محفوظ ہے تو اس محفوظ دین سے فائدہ اٹھانے کی صورت یہی ہے کہ انسان ہمیشہ دینی معاملات میں منقولات کو دیکھتا ہے کہ مومنین اور مسلمین نے قرآن کے اوپر عمل کرنے کے لیے کونسا طریقہ اختیار کیا ہے قرآن کریم نے خود اسی کو سبیل المؤمنین کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے تو صحیح طور پر دین وہی ہوگا جو اول سے لے کر آخر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے تحت سلسلہ بسلسلہ آیا اور اس وقت تک وہ اپنی اصل صورت کے اندر موجود ہے درمیان میں بہت لوگوں نے اپنی عقلیں دوڑا دوڑا کے کسی نے ادھر کو لائن نکال دی کسی نے ادھر کو لائن نکال دی وہ ساری کی ساری پگڈنڈیاں بنتی چلی گئیں۔

" لاتتبعوا السبل " کا لفظ جیسے قرآن میں ہے کہ چھوٹے چھوٹے راستے نکلتے چلے جاتے ہیں لغت کی کتاب ہاتھ میں لی ہوئی ہے قرآن کا ترجمہ لغات سے کرتے ہیں اور تشریحات کے لیے حدیث کی ضرورت نہیں ،استنباط کے لیے فقہاء کی ضرورت نہیں ،عقل اللہ نے دے رکھی ہے اس عقل سے کام لیتے ہوئے قرآن کو سمجھو اور سمجھنے کے بعد اس پر اپنی مرضی کے مطابق عمل کرو۔

یہ نظریہ گمراہی کا نظریہ ہے جس نے مختلف راستے بنائے جس کی بناء پر امت میں انتشار پیدا ہوا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو محفوظ رکھنا ہے اول سے لے کر آخر تک دین منقول ہوکر سبیل المومنین کے طور پر آیا ہے وہ بھی الحمدللہ آج صاف ستھرا اسی طرح سے موجود ہے مسلمان کی شناخت جس طرح سے ظاہر کے ساتھ باطن کے ساتھ ہے وہ اسی طریقے سے چلتی آرہی ہے" ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولیٰ ونصلہ جھنم ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین "جو اللہ کے رسول کے ساتھ ضد کرے مخالفت کرے ہدایت کے واضح ہونے کے بعد یا مومنین کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلتا ہے۔

تو جدھر جاتا ہے ہم جانے دیں گے اور وہ اس راستہ پر چلتا ہوا جہنم میں پہنچ جائے گا اس لیے سبیل المومنین کو اللہ تعالیٰ نے اسی طریقے سے محفوظ رکھا اس قوم کی ہدایت کے لیے۔

الفاظ کی تلاوت بھی باعث ثواب ہے:

جہاں تک لفظوں کی بحث ہے آج چونکہ مجلس وہی ہے اس کے بارے میں عرض کرتا ہوں قرآن کریم کے الفاظ چونکہ منجانب اللہ ہیں اس لیے ان الفاظ کی تلاوت عین عبادت ہے، الفاظ کی تلاوت بہترین عبادت ہے، سمجھ میں آئے یا نہ آئے سمجھ میں آئے تو عبادت ،نہ سمجھ میں آئے تو عبادت۔

یہ بات ذرا سمجھ لیں! بہت دفعہ اس قسم کی باتیں سننے میں آتی ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا تو پڑھنے کا کیا فائدہ؟ یہ کہتے ہوئے وہ یہ نہیں کہنا چاہتے کہ سمجھنے کی کوشش کرو بلکہ وہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ جب سمجھ نہیں آتا تو پڑھنا چھوڑ دو قرآن کریم ہاتھ سے چھڑوانا مقصود ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی حفاظت کے لیے یہ جو حفظِ کتاب کا سلسلہ شروع فرمایا یہ تو ہوتا ہی اس عمر میں ہے جس عمر میں بچہ سمجھ نہیں سکتا چھ سات سال کی عمر کے بچے قرآن کریم یاد کرکے بیٹھ جاتے ہیں اور وہ ایک آیت کا ترجمہ نہیں جانتے اور اگر کہہ دیا جائے کہ سمجھدار ہونے کے بعد جب سمجھ آنے لگ جائے تب پڑھنا چاہیئے تو بوڑھے ہوکر کیا قرآن کریم یاد کریں گے اور قرآن کریم کس طرح سے محفوظ ہوگا جو اس کے محفوظ کرنے کی عمر ہے وہ تو ہے ہی بے سمجھی کی اور جو بے سمجھی میں قرآن یاد کرتا ہے انہیں قرآن یاد رہتا ہے اور جو بڑے ہوکر یاد کرنے کی کوشش کرتے ہیں انہیں قرآن یاد نہیں رہتا۔

مثال سے وضاحت:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے کو سمجھانے کے لیے استنباط بہت شاندار کیا ہے میں نے مختصر موضوعات کی طرف اشارہ دیدیا جن میں سے ہر ہر موضوع تفصیل چاہتا ہے۔

لیکن آج تو الفاظ کی بات کر رہا ہوں فرمایا کہ یہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت پر ایک ایک حرف کے اوپر دس دس نیکیاں ملتی ہیں یہ مسئلہ بیان کرنے کے بعد پھر آگے مثال دی " لااقول الٓمٓ حَرْفٌ الف حرف ،لام حرف، میم حرف "میں یہ نہیں کہتا کہ " الٓمٓ" ایک حرف ہے بلکہ الف مستقل حرف ہے، لام مستقل حرف ہے اور میم مستقل حرف ہے تو گویا کہ الٓمٓ جس وقت آپ

نے کہا جہاں سے پہلا پارہ شروع ہوتا ہے آپ کے ہاں گویا کہ اس میں تیس (۳۰) نیکیاں آپ کو مل گئیں "الٓمٓ" کہنے سے، یہ بات نقل کر کے حضرت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مثال میں "الٓمٓ" کو کیوں لیا آگے "ذٰلك" بھی تھا اس میں "ذ" ہے "ل" ہے "ک" ہے ریب کو لے لیتے اس میں بھی تین حرف ہیں "الٓمٓ" سے جو مثال دی ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ حرف مقطعات ہیں، جن کو توڑ توڑ کر پڑھا جاتا ہے، الف، لام، میم، یہ حروف مقطعات کہلاتے ہیں اور یہ حروف مقطعات قرآن کریم کی بعض سورتوں کے شروع میں آئے ہوئے ہیں مستقل سورتوں کے شروع میں جس پر اتفاق ہے مفسرین کا اول سے لے کر آخر تک" واللہ اعلم بمراده بذلك الحروف " اللہ نے ان حروف کے بولنے سے کیا ارادہ کیا ہے اس کی مراد اللہ سمجھتے ہیں۔

بہر حال ہمارے سامنے اس کا معنیٰ واضح نہیں کیا گیا

- کوئی شیخ الحدیث پڑھے گا الٓمٓ کو تو بے سمجھے پڑھے گا،

- کوئی محدث پڑھے گا بے سمجھے پڑھے گا،
- مفسر پڑھے گا بے سمجھے پڑھے گا،
- فقیہ پڑھے گا بے سمجھے پڑھے گا،

الٓمٓ کا کوئی معنیٰ متعین کسی کے ذہن میں نہیں ہے، کسی نے کوئی تاویل کی ہے وہ تاویل کے درجے میں بات ہے، وہ متشابہات میں داخل ہے جس میں ہم غور وفکر کر کے اپنی طرف سے قطعی طور پر کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔

اشارے لوگوں نے کیے ہیں، بہت کیے ہیں، تفاسیر میں بھی ہیں تو الٓمٓ کو مثال میں پیش کرنا یہ بات دلیل ہے اس بات کی کہ تیس نیکیاں لینے کیلئے سمجھنا کوئی ضروری نہیں ایک ایک حرف میں دس دس نیکیاں لینے کے لیے سمجھنا کوئی ضروری نہیں یہ مثال بتائی۔

باقی آگے کہ اس کا پھر ترجمہ بھی جانیں آپ ترجمہ جاننے کے بعد پھر اس پر عمل بھی کریں آپ جتنا جتنا تعلق اس کے ساتھ بڑھاتے چلے جاؤ گے اس کا اجر جو ہے وہ بڑھتا چلا جائے گا۔

یہ خوشی شرعاً مطلوب ہے:

تو اسلام میں بچے کی ابتدائی تعلیم جو ہے وہ قرآن کریم سے ہے ہمارے مدارس میں بھی ایسے ہی ہے کہ سب سے پہلے ہم قرآن کریم پڑھاتے ہیں بچوں کی ابتداء یہاں سے ہوتی ہے، اب ہمارے لئے خوشی کا موقع یہ ہے اور اسی لئے یہ تقریب کروائی گئی کہ ہمارے محترم ڈاکٹر فیصل صاحب کے بچے اور بچی نے قرآن کریم ختم کیا ہے اور انہوں نے اس میں خوشی کے اظہار کے لیے آپ حضرات کی دعوت کی ہے اور یہ بھی یاد رکھئے کہ یہ خوشی شرعاً مطلوب ہے لوگ خوشیاں کرتے ہیں اور مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔

لیکن یہ خوشی اللہ کی اطاعت کی بناء پر ہے باقی خوشیوں کی طرح نہیں ہے بات لمبی ہوتی جارہی ہے اور اللہ کی توفیق سے کچھ بول رہا ہوں ورنہ رات کو بیان کرنے لگا تھا اور آدھا بیان مجھے چھوڑنا پڑا تکلیف کی بناء پر لیکن آپ حضرات کی کچھ توجہ اور اللہ کی رحمت ہے اس موقع پر اس موضوع کی برکت ہے کہ طبیعت ٹھیک ہے اس لیے میں نے پہلے لاؤڈ اسپیکر لے لیا کہ بعد میں جتنا وقت بچے گا مولانا نجم اللہ صاحب اس کو گھیر لیں گے۔

بعض شخصیات محاورہ بن گئی ہیں:

قرآن کریم نے ایک بہت بڑے سرمایہ دار کا تذکرہ کیا بعض بعض شخصیات

محاورہ بن گئیں حسن کے اندر یوسف محاورہ ہیں کہ جب کہا جائے کسی کو کہ فلاں تو یوسف ہے اس کا معنیٰ ہوتا ہے کہ بہت خوبصورت ہے جیسے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے ''یوسف ھذہ الامۃ'' اس امت کا یوسف ہے بہت خوبصورت تھے روایات میں آتا ہے مشکوٰۃ کے حاشیہ میں ہے، فرعون جو ہے متکبر کے لیے ایک محاورہ بن گیا جب ایک آدمی اکڑا ہوا ہو وہ دوسرے کی پرواہ نہ کرے اپنا حکم چلائے تو کہتے ہیں کہ یہ فرعون ہے یہ تشبیہا محاورہ بن گیا۔

یار غار یہ محاورہ بن گیا آپ کہتے ہیں کہ یہ میرا یار غار ہے اصل کے اعتبار سے یار غار تو ابوبکر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غار کا ساتھی تو کہنا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اعتماد تھا مجھے بھی اس پر ایسے ہی اعتماد ہے جو مخلص ساتھی ہوتا ہے اس کو یار غار کہہ دیتے ہیں۔

سرمایہ دار اپنی دولت پر خوشی نہ منائے:

ایسے ہی سرمایہ داری کے عنوان کے لیے قرآن کریم میں لفظ آیا ہے قارون کا قارون عنوان ہے سرمایہ دار کا، بہت بڑا دولت مند تھا، اس کی دولت کا نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے تفصیل میں میں نہیں جاتا صرف اختصار سے ذکر کرتا ہوں بڑا سرمایہ دار تھا بہت سرمایہ اس نے کمایا جب موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا ''احسن کما احسن اللہ الیک'' اللہ کی مخلوق پر احسان کر جیسے اللہ نے تیرے پہ احسان کیا اس قارون کا جواب یہ تھا۔

'' انما اوتیتہ علیٰ علم عندی '' اللہ نے کیا احسان کیا میرے اوپر؟ میں نے اپنی قابلیت سے کمایا جب میں نے اپنی قابلیت سے کمایا ہے تو میں کیوں خرچ کروں کسی پر؟ یہ ہے قارون کا مزاج '' انما اوتیتہ علیٰ علم عندی'' قابلیت سے

میرے پاس، کاروبار کی قابلیت ہے یہ جو کچھ بھی ہے میں نے اپنی قابلیت سے کمایا یہ اس کے مزاج کی عکاسی قرآن نے کی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نصیحت کرتے ہوئے یہ کہا تھا'' اذ قال له قومه لاتفرح '' اس سرمایہ کی بہتات پر اکڑ نہ، خوشیاں نہ منا'' ان الله لایحب الفرحین '' اللہ اس طرح خوشیاں منانے والے کو پسند نہیں کرتا جو سرمائے کی بناء پر اکڑے اور اکڑتا ہوا خوشیاں منائے اللہ اس کو پسند نہیں کرتا قرآن کے الفاظ ہیں جو پڑھ رہا ہوں آپ کے سامنے۔

ادھر سرمایہ دار کو سرمایہ دیکر خوشیاں منانے کی اجازت نہیں ہے'' لاتفرح '' کہ اپنی دولت کے اوپر وہ اکڑتا پھرے اور اپنی بڑائی ظاہر کرتا پھرے'' ان الله لایحب '' یہ بات اللہ کو پسند نہیں ہے۔

قرآن کی دولت پر خوشی مناؤ:

لیکن جہاں اس کتاب کا تذکرہ کیا'' یا ایھاالناس قد جاء تکم موعظة من ربکم وشفاء لمافی الصدور وھدی ورحمة للؤمنین قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فلیفرحوا'' تمہارے پاس ایسی کتاب آگئی جس میں وعظ و نصیحت بھی ہے اور جس میں دلوں کے لئے شفاء بھی ہے اور ہدایت بھی ہے جو رہنمائی کا کام دیتی ہے رحمت بھی ہے جو اس کے اوپر اللہ کی جانب سے حاصل ہوتی ہے آپ کہہ دیجئے'' بفضل الله وبرحمته فبذلك فلیفرحوا '' لوگ اس فضل اور اللہ کی رحمت حاصل ہونے پر خوشیاں منائیں'' ھو خیر مما یجمعون '' جو کچھ لوگ دنیا کے اندر اکھٹا کرتے ہیں سب کے مقابلے میں یہ کتاب بہتر ہے۔

یہاں پر یفرحوا امر کا صیغہ بولا گیا لاتفرح نہی کا صیغہ ہے لاتفرح کا معنیٰ فرح نہ کر فلیفرحوا کا معنیٰ فرح کرو خوشی مناؤ یہ دولت اگر کسی کو حاصل

ہو جائے تو اس کے اوپر مسلمان ہونے کی حیثیت سے خوشی منانا یہ گویا کہ قرآن کریم کا تقاضہ ہے یہ خوشی اللہ کو پسند ہے قرآن کریم کے تعلق کی بناء پر خوشی منانا، یہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

ایمان کی علامت:

اور ویسے بھی آپ جانتے ہیں حدیث شریف میں آتا ہے، ایک دفعہ ایک صحابی نے پوچھا کہ یارسول اللہ! حضرت امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "سأل رجل رسول الله ﷺ یا رسول الله ماالایمان" ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اذا سرتك حسنتك وساء تك سيئتك فانت مومن" ایمان کیا ہے اس کے اجزاء ترکیبی پوچھنا مقصود تھے کہ ہم کیسے پہچانیں کہ ہمارے اندر ایمان ہے کہ نہیں اتنا تو وہ جانتا ہے کہ ایمان نام ہے اس بات کا کہ اللہ کو مانو، رسول اللہ کو مانو، کتاب کو مانو، فرشتوں کو مانو، یہ ساری چیزیں ہیں۔

لیکن ہمارے اندر ہے یا نہیں اس کا پتہ کیسے چلے گا؟ آثار پوچھنے مقصود تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت نیکی کر کے دل خوش ہو اور گناہ ہو جائے تو دل پر غم طاری ہو جائے تو سمجھ لو کہ تم مومن ہو نیکی کر کے دل میں خوشی کا آجانا اور اگر کوئی غلطی ہو جائے تو دل پر غم کا طاری ہو جانا یہ علامت ہے کہ تم مومن ہو۔

ختم قرآن پر خوشی کا اظہار:

اب اگر اللہ نے توفیق دی ہے قرآن کریم کی تلاوت کی قرآن کریم پڑھنے کی اور خوشیاں منائی جارہی ہیں کہ بچوں نے قرآن پڑھ لیا یہ علامت ہے اس بات کی کہ دل میں قرآن کی عظمت ہے قرآن کی محبت ہے اگر دل میں عظمت قرآن کی نہ ہوتی تو اس کے پڑھنے کے اوپر لوگ آج کل کیا کچھ تبصرہ کرتے ہیں وہ آپ کے سامنے ہی ہے کہ خوشیاں اگر منائی جاتی ہیں تو ڈگریوں کے حاصل ہونے پر منائی جاتی ہیں اگر کوئی

قرآن کا حافظ ہوگیا، کوئی قاری ہوگیا، مولوی ہوگیا، عالم ہوگیا اس کو کوئی خوشی کا باعث نہیں سمجھتا یہ علامت ہے اس بات کی کہ دل میں عظمت نہیں ہے اور اس کے اوپر خوش ہونا یہ عظمت کی دلیل ہے۔

دعاء:

تو جیسے ابتداء سے قرآن کریم بچوں نے پڑھا تو آگے ان کو سمجھنے کی توفیق بھی دے اور عمل کرنے کی توفیق بھی دے اور اس کے ساتھ دوسروں کو بھی ترغیب ہو کہ اس چھوٹی سی عمر میں ہی اپنے بچوں کو قرآن کریم پڑھائیں تاکہ دل ودماغ کے اوپر قرآن کریم کے اثرات آجانے کی وجہ سے ایمان آخر تک محفوظ رہے بہت بڑی بات ہے اللہ تعالیٰ ان حضرات کی خوشی کو آخرت کا سرمایہ بنائے اور بچوں کو صحت وعافیت کے ساتھ قرآن کریم یادرکھنے کی توفیق دے اور آگے سمجھنے کی اور عمل کی توفیق دے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

شرور سے حفاظت

بموقع: تکمیل درس قرآن

بتاریخ:

بمقام: مسجد فردوس کہروڑ پکا

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ،

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

تمہید:

آج سے تقریباً پانچ سال پہلے قرآن کریم کے درس کا افتتاح اس مسجد میں میں نے ہی کروایا تھا، پانچ سال مسلسل یہ درس ہوتا رہا عشاء کے بعد آج اس کا اختتام ہو رہا ہے اس لیے آخری سورتیں پڑھی گئی ہیں جن کے اوپر قرآن کریم کو ختم کیا گیا ہے۔

قرآن کی ابتداء اور انتہاء:

قرآن کریم کی ابتداء ہوئی تھی ''الحمد لله رب العالمين '' سے وہاں سے یہ کتاب شروع ہوئی کبھی کبھی بعض لوگوں کو یہ مغالطہ لگ جاتا ہے کہ قرآن کریم کے تیس پارے ہیں اور پہلا پارہ شروع ہوتا ہے'' الٓمّٓ ذلك الكتاب لاريب فيه '' سے اور تیسواں پارہ ہے ''عم يتساء لون'' قرآن کریم کے تیس پارے ہیں تو سورت فاتحہ تو اس میں نہیں ہے'' الٓمّٓ ذلك الكتاب '' سے لے کر والناس تک سورت فاتحہ تو اس میں نہیں ہے پہلے پارے سے لے کر تیس پاروں تک سورت فاتحہ تو نہیں ہے تو سورت فاتحہ جو ہے یہ تیس پاروں سے باہر ہے تو کیا پھر قرآن تیس پاروں سے باہر بھی ہے؟

آپ کا ذہن کبھی ادھر نہیں گیا ہوگا ورنہ بعض لوگ اس کو جھگڑے کی بنیاد بناتے ہیں جس کی اس وقت تفصیل کرنا مقصود نہیں ہے، قرآن کریم شروع ہوتا ہے '' الحمد لله رب العالمين '' سے'' الٓمّٓ ذلك الكتاب '' سے نہیں اور قرآن کریم کی پہلی سورت ہے سورۃ الفاتحہ اس بات کو یاد رکھ لیں کہ قرآن کریم کی پہلی سورت ہے سورت فاتحہ اور قرآن کریم شروع ہوتا ہے'' الحمد لله ربِ العالمين '' سے۔

قرآن کو سیاروں اور منزلوں میں تقسیم کرنے کی وجہ:

باقی یہ کہ قرآن کو ہمارے بزرگوں نے بڑوں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے اور یہ کہلاتا ہے پہلا پارہ ،دوسرا پارہ، تیسرا پارہ، اور آپ اس کو بولتے ہیں ''سپارہ'' بچے کہتے ہیں کہ میں پہلا سپارہ پڑھتا ہوں میں دوسرا سپارہ پڑھتا ہوں۔

لیکن یہ لفظ سپارہ نہیں ہوتا یہ سی پارہ ہوتا ہے سی فارسی میں تیس کو کہتے ہیں ہیں اور پارہ کہتے ہیں ٹکڑے کو تو سی پارہ کا معنیٰ تیسواں ٹکڑا اب ایک پارہ اس قرآن کریم کا وہ تیسواں ٹکڑا ہوتا ہے قرآن کریم کا تیسواں حصہ ہوتا ہے فارسی کا لفظ ہے یہ عربی لفظ نہیں ہے عربی میں تو (پ) آتی ہی نہیں ہے اس لیے پارہ پارہ سپارہ جو بولتے ہیں یہ فارسی کا لفظ ہے تو یہ بات سمجھ میں آرہی ہے۔

قرآن کریم کے جو تیس پارے بنائے گئے ہیں وہ اس لیے بنائے ہمارے بڑوں نے کہ حدیث شریف میں آتا ہے مہینہ میں ایک دفعہ قرآن ختم ہونا چاہیئے تلاوت کے طور پر تو عامی آدمی کے لیے حصے متعین کرنا مشکل تھا تو ایک ایک حصہ متعین کرکے قرآن کو تیس حصوں میں تقسیم کردیا گیا آپ کی آسانی کے لیے تاکہ آپ ہر روز ایک پڑھیں تو تیس روز میں ختم ہوجائے یہ تیس نشان اس لیے لگائے گئے۔

اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ سات دن میں قرآن ختم کیا کرو اس میں ہمارے بڑوں نے جنہوں نے قرآن مرتب کیا تھا انہوں نے سات منزلیں متعین کردیں ایک منزل روز پڑھو تو قرآن سات دن میں مکمل ہوجائے گا، اس لیے پڑھنے والے بچے سے پوچھو گے کہ قرآن کے پارے کتنے ہیں وہ کہے گا تیس، منزلیں کتنی ہیں وہ کہے گا سات، تو سات منزلیں اس لیے ہیں کہ سات دن میں ختم ہوجائے اور تیس پارے اس لیے ہیں کہ مہینے میں ختم ہوجائے۔

سورت فاتحہ الگ رکھنے کی وجہ:

تو سورت فاتحہ یہ مہینے میں ایک دفعہ نہیں پڑھنی یہ تو آپ سارا دن پڑھتے ہی رہتے ہیں اس لیے اس کو تیس پاروں میں شامل نہیں کیا گیا اس کو علیحدہ رکھ لیا گیا، یہ تیس دن میں ایک دفعہ پڑھنے کی نہیں ہے بلکہ یہ تو روز پڑھی جاتی ہے، بار بار پڑھی جاتی ہے، اور نہیں تو دن میں جتنی آپ نمازیں پڑھتے ہیں سترہ رکعتیں تو فرض ہیں تو سترہ میں سورۃ فاتحہ تو لازماً پڑھتے ہیں تو سترہ رکعتیں تو یہی ہوگئیں، نفل آپ کتنے پڑھتے ہیں ہر نفل میں سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں اور دن میں بارہ سنت مؤکدہ پڑھتے ہیں تو بارہ دفعہ یہ ہوگئی، چار رکعتیں اشراق کی لے لیں، آٹھ رکعتیں تہجد کی لے لیں، اگر اللہ توفیق دے تو اور چھ نفل مغرب کے بعد کے اور چار نفل عشاء کے بعد کے تو میرا خیال یہ ہے کہ عام آدمی اگر ان نوافل کی بھی پابندی کرے تو پچاس رکعتیں بنتی ہیں تو پچاس دفعہ سورت فاتحہ پڑھے گا۔

تو یہ مہینے میں ایک دفعہ پڑھنے کی نہیں ہے بار بار اس کا تکرار ہوتا ہے اس لیے اس سورت کو ان سے الگ کر کے شروع میں رکھ دیا تو تیس پارے متعین کر دیے ہر روز ایک ایک پارہ پڑھ کر تیس دنوں میں قرآن ختم ہو جائے گا سات منزلیں متعین کر دیں کہ ہر روز ایک منزل پڑھو تو سات دنوں میں قرآن ختم ہو جائے گا۔

قرآن کریم کے رکوع اور بیس تراویح:

اور قرآن کریم کے پانچ سو چالیس رکوع ہیں ہمارے ماسٹر محمد امین صفدر صاحب کہا کرتے تھے کہ پانچ سو چالیس اس لیے ہیں کہ رمضان شریف میں ہر روز بیس رکوع پڑھیں گے بیس تراویح میں تو ستائیسویں رات کو پانچ سو چالیس رکوع ختم ہو جائیں گے ستائیس کو قرآن ختم ہو جائے گا یہ خود علامت ہے اس بات کی کہ ہر روز

بیس رکوع پڑھتے ہیں بیس تراویح پڑھتی ہیں یہ سیدھا سیدھا حساب ہے میری زبان پر آ گیا میں نے آپ سے کہنا شروع کر دیا ورنہ اس کا آپ کے درس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ابتداء بھی توحید سے اور اختتام بھی توحید پر:

قران کریم اپنے مضامین کے اعتبار سے جو مضمون قرآن کریم میں ذکر کئے گئے ہیں ان کے اعتبار سے قرآن کریم ختم ہوگیا '' قل هو الله احد '' پر یہ آخری آخری سورت ہے جو توحید کے عنوان پر مشتمل ہے، سورت فاتحہ میں توحید کا تذکرہ ہے اور قرآن کریم کے آخر میں بھی توحید کا ہی تذکرہ ہے مضامین کے اعتبار سے قرآن کریم کا اختتام سورۃ قل ھو اللہ پر ہوگیا، ابتداء میں بھی توحید تھی '' الحمد لله رب العالمين '' اب اس کی تفصیل میں کیا جاؤں اور آخر میں سورۃ الاخلاص میں بھی توحید کا ذکر ہے ابتداء بھی اسی مسئلے سے ہوئی اختتام بھی اسی مسئلے پر ہوتا ہے اور یہ اللہ کی حکمت پر مبنی ہے۔

گندم کا پودا دانے سے شروع ہوتا ہے اور جب کمال کو پہنچتا ہے تو پھر وہی دانہ ہوتا ہے، آم کا درخت گٹھلی سے شروع ہوتا ہے اور جب کمال کو پہنچتا ہے تو وہ گٹھلی ہی تیار ہوتی ہے۔

تو یہاں ابتداء سے توحید شروع ہوئی اجمال کے ساتھ آگے جا کر اس کی تفصیل آخر میں '' قل ھو اللہ '' میں توحید کو واضح طور پر بیان کر کے یوں سمجھو کہ قرآن کو ختم کر دیا۔

قرآن کریم کی پہرے دار سورتیں:

اور اگلی جو دو سورتیں ہیں ان میں کوئی نیا مضمون نہیں بیان کیا گیا جس طرح

کسی باغ کی حفاظت کے لیے دو پہرے دار کھڑے کر دیئے جاتے ہیں یوں سمجھو کہ یہ دونوں سورتیں پہرے دار ہیں جن میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی گئی ہے اور ہر قسم کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے اور ان کے مفہوم سے جہاں آپ سمجھیں گے کہ ہر برائی سے بچنے کے لیے یہ سورتیں کام آتی ہیں۔

جادو کا توڑ:

اس کے ساتھ ساتھ سرور کائنات ﷺ کا عمل بھی یہی تھا یاد رکھئے، روایات میں آتا ہے کہ ایک یہودی نے اپنی بچیوں کے تعاون سے رسول اللہ ﷺ کے اوپر جادو کر دیا تھا اور اس جادو کے اثر سے آپ بیمار ہو گئے تھے بیماری میں جس طرح سے ہوتا ہے طبیعت کے اوپر ایک غلبہ سا ہو گیا کام کیا ہوتا یاد نہ رہتا سمجھتے کیا نہیں، یا یہ کہ کام نہیں کیا ہوتا لیکن سمجھتے کہ کیا ہے، اس طرح سے آپ کے خیالات پر اثر پڑ گیا اس جادو کا، اور کسی قسم کی تفصیل نہیں ہے حدیث شریف میں یہ ایسے ہے جیسے انسان کو بیماری لگتی ہے بیماری کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔

تو سرور کائنات ﷺ نے بار بار اللہ سے دعا کی ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری بیماری کے بارے میں تفصیل بتا دی وہ یہ ہے کہ دو فرشتے آئے ایک سرہانے کھڑا ہو گیا ایک پائنتی کی طرف کھڑا ہو گیا آپس میں باتیں کرتے ہیں کہ اس شخص کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرا کہتا ہے کہ جادو ہو گیا ہے کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرا جواب دیتا ہے کہ لبید بن عاصم اور اس کی لڑکیوں نے جادو میں کونسی چیز استعمال ہوئی ہے؟ آپ کی کنگھی سے گرے ہوئے بال یا کھجور کا خوشہ اور اس طرح سے ایک دو چیزوں کا تذکرہ کیا کہ ان کو ملا کر جادو کیا گیا اور یہ جادو کہاں کیا گیا ہے۔

تو فرمایا بئر زروان کنواں ہے اس میں دفن کیا ہوا ہے یہ فرشتے آپس میں گفتگو کر رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سن رہے ہیں آپ اپنے ساتھ صحابہ کو لے کر گئے اور جا کر دیکھا اور یہ جادو کی خاصیت ہے کہ جس چیز میں وہ کیا گیا ہو اس کو منتشر کر دیا جائے تو جادو کے اثرات بھی ختم ہو جاتے ہیں جس چیز سے جادو کیا گیا ہے اس کو منتشر کردو منتشر کرنے سے اس کے اثرات ختم ہو جائیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے متنبہ کیا گیا آپ کو ان دونوں سورتوں کی طرف کہ آپ یہ پڑھا کریں، اس کے ساتھ یہ اثرات ہونگے نہیں اگر ہونگے تو ختم ہو جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل:

ان سورتوں کے اترنے کے بعد پوری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات تک اس کا اہتمام کیا کہ سوتے وقت آپ ”قل ھو اللہ“ کو بھی ساتھ ملا کر کے ”قل ھو اللہ“ پڑھتے ”قل اعوذ برب الفلق“ پڑھتے ”قل اعوذ برب الناس“ پڑھتے اور اپنے ہاتھوں کے اوپر پھونک مار کر سارے جسم پر پھیرتے جہاں تک ہاتھ پہنچتا پھر تینوں سورتیں پڑھتے پھر ہاتھ پھیرتے پھر تینوں سورتیں پڑھتے پھر پورے جسم پر ہاتھ پھیرتے، زندگی کے آخر تک آپ نے اپنے ہاتھ پر دم کرنے کا یہ معمول بنالیا جب کہ وہی منافق وہی یہودی وہیں مدینے میں موجود تھے لیکن اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی جادو اثر نہیں کر سکا۔

جادو کے توڑ کے لئے قرآنی نسخہ پر عمل کرو:

اس لیے یہ ہم بتایا کرتے ہیں لوگوں کو، ہم کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا عمل کرو تم ان چوڑھے پچماروں کے پیچھے کیوں لگے پھرتے ہو جادو کو ختم کروانے کے لیے ان کے پلے کیا ہوتا ہے نہ ان کو طہارت کی تمیز نہ یہ کچھ جانیں اور یہ

اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا عمل ہے قرآن میں آیا ہوا ہے تو تم صبح وشام یہ پڑھا کرو اور اپنے آپ پر اپنے جسم پر دم کرو کوئی جادو نہیں ہوگا، اور رسول اللہ ﷺ پر اس کے بعد کوئی کسی قسم کے جادو کا اثر نہیں ہوا جب سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے آپ پر ان سورتوں سے دم کرنا شروع کر دیا۔

اس لیے میں آپ سارے حضرات کو یہی تبلیغ کرتا ہوں کہ آپ عادت بناؤ رات کو سوتے وقت یا صبح وشام مغرب کے بعد پڑھ لیا اور فجر کے بعد پڑھ لیا صبح وشام تین تین دفعہ پڑھ کر اپنے آپ پر دم کر لو بچوں پر دم کرلو اور پانی پر دم کر کے گھر میں دیواروں پر چھڑ کاؤ کر دو ان شاء اللہ العزیز جادو کے اثرات نہیں ہونگے اگر ہونگے تو زائل ہو جائیں گے۔

حصول رحمت کے لئے اپنے گھروں کو لعنتوں سے پاک کرو:

لیکن شرط یہ ہے کہ گھر کو ان لعنتوں سے پاک کرو جن کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے رحمتوں سے محروم کر دیا، وہ لعنتیں کیا ہیں؟ وہ لعنتیں تصویروں والی ہیں گھر میں دیواروں پر تصویریں لگی ہوئی ہیں جانداروں کی، ٹی وی والی لعنت ہے، اور ہر گھر میں ٹی وی ہوتا ہے یہ سارے شیطانی کام ہیں اور جب تک یہ چیزیں ہونگی آپ کچھ پڑھتے رہو برکت نہیں ہوگی۔

جب ہم نے اللہ کے حکموں کو دھکے مار کر نکال دیا تو اب پریشانی نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگا اس لیے ان باتوں سے بچنا ضروری ہے، بچوں کے اخلاق برباد ہوتے ہیں، بچیوں کے اخلاق برباد ہوتے ہیں، اور اتنے فساد پیدا ہوتے ہیں جن کا حساب کوئی نہیں اور بچے اتنے مانوس ہو گئے اس کے ساتھ کہ جب تک وہ صبح اٹھتے ٹی وی کا بٹن دباتے نہیں اس وقت تک ان کو سکون نہیں آتا، جس گھر میں کتا ہوتا تھا

حضور ﷺ اس گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ رحمت کے فرشتے نہیں آتے اس گھر میں، رحمت کے فرشتے جو برکت کے لیے اور دعاؤں کے لیے آتے ہیں وہ فرشتے مراد ہیں اب یہ نہ خیال کرنا کہ کتا رکھ لو نہ فرشتہ آئے گا نہ جان نکالے گا اور ہم مریں گے نہیں کہیں اس مغالطے میں نہ آجانا کتا بھی تو مرتا ہے۔

اگر آپ کتے کے ذریعے بچنے کی کوشش کریں گے تو کتے کی موت مریں گے ورنہ آخر مرنا تو ہے، بات سمجھ آئی کہ نہیں، یہ جو کہا جاتا ہے کہ کتا ہو تو فرشتہ نہیں آتا اس سے رحمت کے فرشتے مراد ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے آتے ہیں اور آپ لوگوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں تاکہ اللہ کی رحمت شامل حال ہو یہ چیزیں ہمارے گھروں میں اتنی کثرت کے ساتھ آگئی ہیں کہ ایسا ہے کہ طاقت کے لیے آپ غذا بھی کھائیں اور ساتھ ساتھ زہر بھی کھائیں اب اس غذا کا کیا اثر ہوگا۔

پھر آپ کہیں گے کہ ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ اس سے بڑی قوت آتی ہے لیکن میں تو کھاتا ہوں قوت کی بجائے کمزوری سے گرتا جارہا ہوں یہ نہیں پتا کہ میں اس کے ساتھ ساتھ زہر کھا رہا ہوں تو اب دوائی کا اثر کیا ہوگا اور غذا کا اثر کیا ہوگا ساری مخلوق روتی ہے کہ آج کل گھروں میں برکت نہیں ہے گھروں میں لڑائیاں ہیں گھروں میں فساد ہے اور یہ پتہ نہیں کہ یہ سارا کا سارا کام ہمارے اپنے ہاتھوں سے کیا ہوا ہے تو سلامتی اور سکون کی زندگی کیسے نصیب ہوگی، بے چینی رہے گی، بے سکونی رہے گی۔

جہاں گندگی کے ڈھیر ہوں وہاں مکھیاں اور مچھر تو آئیں گے:

جہاں گندگی کے ڈھیر ہونگے وہاں مچھر آئیں گے، مکھیاں آئیں گی، کیڑے مکوڑے پیدا ہونگے، بچھو پیدا ہونگے اور اسی طرح اگر گلاب کا پھول ہوگا تو خوشبو آئے گی اور صحت کے لیے بھی مفید ہے، دماغ کے لیے بھی مفید ہے، تو ہم نے

جو اپنے گھروں کے اندر یہ سلسلے شروع کر دیئے یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میں نے تو آپ کو بتادیا کہ اللہ نے بتایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کرتے تھے آپ پڑھنا شروع کر دیں اور پھر کہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا پھر مجھے پوچھنا پڑیگا کہ کہیں آپ کے گھر میں تصویریں تو نہیں، کہیں آپ کے گھر میں ٹی وی تو نہیں چلتا، میں پہلے کیوں نہ بتادوں کہ بھائی اگر یہ کام ہو نگے تو پھر اس کا اثر نہیں ہوگا اس لیے پہلے بتادیا اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو گھروں کو ان نجاستوں سے پاک کرو ورنہ پھر جو چاہو کرو پریشانیاں آئیں گی، بہر حال ان سورتوں میں تاثیر ہے کہ ان کے پڑھنے کے ساتھ یہ جادو ٹونہ اور اس قسم کی جتنی چیزیں ہیں یہ سب ختم ہو جائیں گی۔

سورۃ فلق کی تفسیر:

سرسری سا آخری سورۃ کا ترجمہ کردوں ''قل اعوذ برب الفلق،'' قل تو اللہ کی طرف سے حکم ہے کہ آپ اپنی زبان سے پڑھو آپ کہیے'' اعوذ'' میں پناہ پکڑتا ہوں رب الفلق کی فلق سے یہاں صبح مراد ہے کیونکہ فلق پھاڑنے کو کہتے ہیں ''فالق الاصباح ''جو اندھیرے میں سے آگے صبح کو ظاہر کرنے والا ہے اس لیے فلق سے مراد صبح کی روشنی ہے، تو پناہ پکڑتا ہوں صبح کی روشنی کے رب کی، آگے معلوم ہوگا کہ جادو ٹونہ اکثر و بیشتر یہی راتوں میں ہوتے ہیں روشنی میں اتنے اثرات نہیں ہوتے جتنے اندھیرے میں ہوتے ہیں۔

جو جادو کرنے والے ہوتے ہیں اکثر راتوں میں کرتے ہیں اس لیے اللہ کی وہ صفت ذکر کی گئی ہے کہ وہ روشنی کا مالک ہے میں رب فلق کی پناہ پکڑتا ہوں کس چیز سے ''من شر ما خلق '' جو بھی چیز اللہ نے پیدا کی ہے، جو بھی اللہ کی مخلوق ہے اس کے شر سے میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں، اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں ما خلق میں ساری مخلوق آگئی۔

کیونکہ بعض بعض مخلوق ایسی ہے کہ جن کی فطرت ہے نقصان پہنچانا کسی دشمنی نہیں نقصان نہیں پہنچایا کرتیں ان کی فطرت ہے جیسے بچھو کاٹتا ہے تو وہ دشمنی کی بناء کی بناء پر نقصان نہیں کاٹتا اس کی ایک فطرت ہے کاٹنا، تو بعضے بعضے ایسے ہوتے ہیں ان کی فطرت ہوتی ہے نقصان پہنچانے کی چاہے کوئی عداوت ہو چاہے نہ ہو تو ماخلق کا مطلب پوری مخلوق کے شر سے بچنے کے لیے میں'' رب الفلق '' کی پناہ میں آتا ہوں'' ومن شر غاسق اذا وقب'' ، غاسق کہتے ہیں رات کی تاریکی کو غاسق کا معنی ہوجائے گا تاریکی اس کا معنی یہ بھی لیا گیا ہے غسقت الشمس سورج غروب ہوگیا غسقت القمر چاند کو گہن لگ گیا، غسق اللیل رات اندھیری ہوگئی یہ سارے اس کے معنی ہیں سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔

تاریکی اور اس قسم کے اثرات اکثر اندھیرے میں ہی ہوتے ہیں، چاہے سورج کے غروب ہوجانے کے بعد، چاہے تاریکی کے پھیل جانے کے بعد، چاہے گہن لگ جانے کے بعد اور میں پناہ پکڑتا ہوں تاریک ہونے والی چیز سے جس وقت وہ تاریکی میں داخل ہوجائے'' ومن شر النفثٰت فی العقد '' عقد عقدۃ کی جمع ہے عقدۃ گانٹھ کو کہتے ہیں آپ نے دیکھا ہوگا یہ گنڈہ کرنے والے دھاگے تعویز کرکے گانٹھ دیا کرتے ہیں گانٹھ دیکر پھونک ماردی وہ جو گانٹھ دیتے ہیں اس کو عقد کہتے ہیں اور جو پھونک ماردی اس کو نفثٰت کہتے ہیں۔

نفثٰت مؤنث کا صیغہ ہے کیونکہ وہ لڑکیاں تھیں پھونک مارنے والی وہ نفوس جو پھونکیں مارتے ہیں گانٹھوں میں یعنی گنڈے بناتے ہیں گانٹھیں دے دیکر پھونکے مارتے ہیں پھونکیں مار کر جادو کرتے ہیں ان کے شر سے بچنے کے لیے خصوصیت سے یہ بتلا دیا گیا کیونکہ اس طرح سے ہی بالوں کو گانٹھیں دی گئیں تھیں۔

آگے آگیا'' ومن شر حاسد اذا حسد '' اور میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں'' رب الفلق'' کی پناہ میں آتا ہوں حاسد کی برائی سے جس وقت کہ وہ حسد کرے اور یہود کو یہی حسد والی بیماری تھی۔

حسد کی تعریف اور اس کی ابتداء:

حسد کسے کہتے ہیں؟ کسی کے اچھے حال کو دیکھ کر جلنا کہ اس کو یہ اچھا حال کیوں نصیب ہوا؟ کسی کی دکان اچھی چل رہی ہے تو انسان جلتا ہے کہ اس کی دکان کیوں چل رہی ہے کسی کا کوئی اور اچھا حال ہے اس کو دیکھ کر جلنا اس کو حسد کہتے ہیں۔

اور یہودی اس بات پر حسد کرتے تھے کہ نبوت بنو اسرائیل میں آنی چاہیئے تھی بنو اسماعیل میں نبوت کیوں چلی گئی ان کو یہ حسد تھا اور حسد کی بناء پر وہ مسلمانوں سے جلتے تھے تو حسد کہتے ہیں جلنے والے کو کسی پر کوئی نعمت دیکھ کر تکلیف محسوس کرتا ہے اور جلتا ہے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ حسد ایک ایسی بیماری ہے کہ سب سے پہلے آسمان پر اللہ کی نافرمانی حسد کیوجہ سے ہوئی شیطان نے حسد کیا حضرت آدم علیہ السلام پر اور دنیا میں اللہ کی سب سے پہلی نافرمانی حسد کی وجہ سے ہوئی آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی لڑائی ہوئی تھی وہ بھی حسد کی بناء پر تھی یہ بیماری اس طرح سے باطنی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے کہ کسی کے اچھے حال کو دیکھ کر جلنا۔

اب'' من شر ماخلق'' ایک'' ومن شر غاسق'' دو'' من شر النفثات'' تین'' من شر حاسد'' چار ہوگئیں چار چیزوں کے شر سے پناہ پکڑی گئی۔

سورۃ الناس کی تفسیر:

اور اگلی سورت کے اندر''قل اعوذ برب الناس''آپ کہہ دیجئے میں پناہ

پکڑتا ہوں انسانوں کے رب کی "ملك الناس "انسانوں کے بادشاہ کی" اله الناس" انسانوں کے معبود کی، اللہ کی تین صفتیں ذکر کی ہیں وہاں صفت ایک ذکر کی ''برب الفلق" اور شر چار قسم کے ذکر کئے اور یہاں تین صفتیں ذکر کی ہیں'' رب الناس، ملك الناس، اله الناس" اور جس کے شر سے بچنا مقصود ہے وہ ایک ہے" من شر الوسواس" وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو وسوسہ ڈالتا ہے'' الذی یوسوس فی صدور الناس" جو انسانوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے''من الجنة والناس" چاہے وہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے۔

اس سے معلوم ہوگیا کہ وہ وسوسے جن بھی ڈالتے ہیں اور وسوسے انسان بھی ڈالتے ہیں وسوسے کا مطلب برائی کا خیال ڈال دیا یہ جنات بھی ڈالتے ہیں اور انسان بھی ڈالتے ہیں کہ آہستہ سے کان میں کہہ دیا، برائی کا وسوسہ ڈال دیا تو انسان بھی وسوسے ڈالتے ہیں جن بھی وسوسے ڈالتے ہیں یہ وسوسہ کا تعلق چونکہ انسان کے باطن سے ہے اس لیے یوں سمجھو کہ یہ جو ایمان کو خراب کرنے والی چیز ہے وہ جن اور انسان کے وسوسے ہیں ان سے بچنے کے لیے اللہ کی تین صفتیں ذکر کی ہیں۔

''برب الناس ملك الناس اله الناس " آگے پناہ مانگی گئی وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

عقیدہ ربوبیت کی اہمیت:

اب آپ نے دیکھ لیا کہ دونوں سورتوں میں اللہ کے ناموں میں سے رب کا لفظ استعمال ہوا ہے'' رب الفلق رب الناس" اور سورۃ فاتحہ کی ابتدا بھی یہاں سے تھی'' الحمد لله رب العالمین" اس کے شروع میں بھی لفظ رب کا ذکر تھا اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ ربوبیت کا عقیدہ انسان کیلئے ایک بنیادی عقیدہ ہے عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کو جمع کر کے سب سے پہلی آواز جو ان کے کان میں ڈالی تھی۔

پہلی آواز جو اللہ کی طرف سے انسان کے کانوں میں ڈالی گئی وہ تھی ''الست بربکم '' کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟ اپنے رب ہونے کا اقرار مخلوق سے کروایا جس سے معلوم ہوگیا کہ اللہ کے ساتھ تعلق کی بنیاد اس کی ربوبیت سے ہوتی ہے، تمام انسانوں کو پیدا کرنے والا وہ ہے، پالنے والا وہ ہے، ضرورتیں پوری کرنے والا وہ ہے، یہ بنیاد ہے ایمان کی سب سے پہلے کان میں یہی بات ڈالی گئی اور مرنے کے بعد جس وقت ہماری زندگی کا خاتمہ ہوگا وہاں جو امتحان شروع ہونا ہے ہر ایک کو پتہ ہے جو پرچہ آیا ہوا ہے اس کے تین سوال ہیں تینوں ہی آؤٹ ہوئے ہیں پرچہ آؤٹ ہوگیا ہے تین سوال آنے ہیں۔

سب سے پہلا سوال یہ ہے'' من ربك'' تیرا رب کون ہے؟ مرنے کے بعد پہلا سوال یہ ہوگا''من ربك'' دوسرا سوال ہے ''مادینك 'تیسرا سوال ہے'' ماتقول فی ھذالرجل'' تو پہلا سوال یہ ہے''من ربك''تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بھی سب سے پہلے لفظ رب کا ذکر کیا الحمد لله رب العالمین اورقرآن کے شروع میں اللہ نے اپنی اس صفت کو بیان کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی ربوبیت کو سمجھنا ایمان کی بنیاد ہےتو یہ ہے کہ اللہ کی صفات ذکر کر کے پناہ مانگی گئی۔

تو آپ دیکھتے ہیں کہ اس میں کوئی شر کسی قسم کا باقی نہیں رہا ہر شر اس میں آ گیا جس سے پناہ مانگی گئی اس لیے یہ سورتیں تعوذ کیلئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تعوذ کے بارے میں اس سے بہتر کوئی آیات نہیں ہیں سب سے بہتر آیات یہ ہیں۔

ایک عجیب نکتہ:

ایک نکتہ کی بات ہے قرآن کریم کا اختتام تو میں نے بتایا کہ ابتداء اور انتہاء کی آپس میں مناسبت ہے شروع میں توحید آخر میں توحید شروع میں ربوبیت آخر میں ربوبیت ہے، حکیم سنیائی نے کہا جس کا یہ شعر ہے،

اول آخر قرآن زبا آمد سین
یعنی درراہ دین رہبر تو قرآن بس

تو کہتے ہیں کہ دیکھو قرآن کی ابتداء بسم اللہ کی باء سے ہوتی ہے اور اختتام الناس کی سین پر ہوا شروع بسم اللہ کی باء سے اور اختتام الناس کی سین پر تو ب اور سین کو آپس میں جوڑ دو تو یہ بن جاتا ہے بس اور بس کا معنٰی ہے کافی جیسے کہتے ہیں بس گزارا ہوگیا وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کو اللہ نے باء سے شروع کر کے سین پر ختم اس لیے کیا ہے کہ دین کے معاملے میں راہنما قرآن بس قرآن دین کے معاملے میں راہنما کافی ہے یہ باء اور سین کو جوڑ کر بس کا لفظ پیدا ہوگیا۔

یہ قرآن کریم کی آخری دو سورتیں ان کا موٹا موٹا ترجمہ وتشریح آپ کے سامنے ذکر کی ہے تو سال بھر جو محنت جاری رہی اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور جنہوں نے پابندی کے ساتھ پڑھا ہے اللہ تعالیٰ ان کو سمجھنے کی اور عمل کی توفیق دے اور اس درس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

صحبت اولیاء

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ،

یَا اَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْ اتَّقُوااللّٰہَ وَکُوْ نُوْامَعَ الصَّادِقِیْنَ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْم وَنَحْنُ عَلٰی ذٰالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہ

تمہید:

اس ماحول میں میں کوئی اجنبی نہیں ہوں بلکہ جب سے یہ ادارہ قائم ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو قیامت تک قائم رکھے ابتداء سے ہی حاضر ہوتا رہتا ہوں کبھی کبھی سال میں دو دو دفعہ ورنہ ایک دفعہ ختم صحیح البخاری کے موقع پر تو میری حاضری لازمی ہے۔

اب ان بزرگوں کے جھرمٹ میں آپ کی خدمت میں کیا عرض کروں بہت تھوڑے سے وقت کے لیے حضرت میاں صاحب سے اجازت لے کر آپ کے سامنے حاضر ہوا ہوں اصل بیان اس نشست میں حضرت میاں صاحب کا ہے اور آخری آخری دعا بھی یہی فرمائیں گے۔

صحابی کی تعریف:

ہمارے عرف میں صحابی کس کو کہتے ہیں؟ یہ تعریف کتابوں کے اندر لکھی ہوئی ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں ایک نظر سے دیکھا ہو اور اس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوا ہو اس کو کہتے ہیں صحابی۔

لفظ صحابی کا معنی رویت کا آتا ہے رویت دیکھنے کو کہتے ہیں لیکن اس پر ایک ایسے ہی چھوٹا سا اشکال ہو جاتا ہے کہ یہ تعریف طلباء اور علماء کی اصطلاح میں جامع نہیں کیونکہ یہ نابینا صحابی کو شامل نہیں ہے، نابینا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھتا تو یہ تعریف اس پر کیسے صادق آئیگی کہ صحابی وہ ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو وہ اس لیے چونکہ عام طور پر لوگ اپنی پیشانی کی آنکھوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے تھے اور نابینا صحابی ایک ہیں جن کا ذکر حدیث کی کتابوں میں آتا ہے اس لیے اس تعریف کو تقریباً قبول کیا گیا رویت والی کو۔

لیکن بعض نے اس کے اندر تھوڑی سی تبدیلی کر دی کہ رءٰی النبی کی بجائے

صحب النبی کہ صحابی وہ ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہو، ایمان کی حالت میں ساتھ دیا ہو، صحبت اٹھائی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، یہ لفظ اگر بولا جائے تو یہ آنکھوں والوں پر بھی صادق آئے گا اور نابینا پر بھی صادق آئے گا بلکہ لفظ صحابی کے ساتھ مناسبت اس کی ہی زیادہ ہے۔

کیونکہ یہ لفظ جو ہے یہ صحبت کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن میں دونوں لفظوں کے متعلق ہی عرض کرنا چاہوں گا کہ جب صحابی کا دارومدار رویت پر ہوا اور محدثین کے نزدیک اور علماء کے نزدیک روایت کوئی ضروری نہیں روایت ہو یا نہ ہو یعنی وہ صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک نقل کرتا ہو یا نہ نقل کرتا ہو اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اپنے کانوں سے سنی ہو یا نہ سنی ہو رویت کے ساتھ ہی اس کو یہ شرف حاصل ہو گیا کہ قیامت تک آنے والے اولیاء اکٹھے کر لئے جائیں تو وہ شخص مرتبہ ومنصب کے اعتبار سے سب کے مقابلہ میں بھاری ہے چاہے اس نے بات ایک بھی نہ سنی ہو اور چاہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ایک بھی نہ کی ہو صرف رویت پر دارومدار ہے کہ آپ کو دیکھا اور دیکھنے کے بعد یہ عظمت حاصل ہوگئی۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

آپ سنتے رہتے ہیں کہ ایک صحابی ہیں جن کا نام ہے وحشی بن حرب یہ قاتل ہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، احد کے میدان میں انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اوپر بے انتہاء صدمہ ہوا تھا اور مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخل ہونے کے بعد جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح الدم قرار دیا تھا کہ ان کو معافی نہیں ہے یہ جہاں بھی ملیں ان کو مار دو ان میں ایک وحشی کا نام بھی تھا اور یہ بھاگ گئے تھے بھاگ کے طائف کی طرف چلے گئے تھے۔

اس لیے وہ کسی کی تلوار کی زد میں نہیں آئے بعد میں ان کو پتہ چلا کہ اللہ کے رسول کسی قاصد کو جو کسی قوم کی طرف سے قاصد بن کر آئے جس کو سفیر کہتے ہیں اس کو قتل نہیں کرتے تو یہ سفیر کی حیثیت سے حضور ﷺ کے سامنے آگئے جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے سفیر کی حیثیت سے آئے اور آکر انہوں نے کلمہ پڑھا اور اسلام کا اظہار کیا تو سرور کائنات ﷺ نے پوچھا کہ تو وحشی ہے؟ اس نے کہا جی، فرمایا حمزہ کو تو نے قتل کیا تھا؟ تو وہ کہتے ہیں جیسے آپ نے سنا۔

تو میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کو کتنا دکھ تھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا، غزوہ احد تیسری ہجری میں ہے اور وفات حضور ﷺ کی دس ہجری میں ہے تو درمیان میں سات سال کا فاصلہ ہے تو آپ ﷺ نے وحشی سے کہا ایمان تو تیرا قبول ہے لیکن اگر ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کر، بات کیا تھی کہ سامنے آتے ہو تو چچا یاد آجاتا ہے اور چچے کا قتل یاد آجاتا ہے تو وحشی نے بھی حضور ﷺ کی اس بات کی قدر کی کہ آپ کی زندگی میں پھر آپ کے سامنے نہیں آیا۔

لیکن یہ وحشی جس کی یہ کیفیت تھی اور جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا چاہے اگلی گفتگو کسی قسم کی ہے لیکن اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق یہ صحابی بھی دنیا کے سارے اولیاء سے افضل ہے رویت کے یہ اثرات ہیں۔

برکات حاصل کرنے کے لئے رویت بھی کافی ہے:

لیکن اس سے اتنی نشاندھی بھی ہوگئی کہ برکات حاصل کرنے کیلئے رویت بھی کافی ہوتی ہے، دیکھنا بھی کافی ہوتا ہے اس لفظ کی تشریح کے طور پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں اس سے یہ دلیل مل گئی کہ رویت کے بھی اثرات ہیں چاہے گفتگو سننے کا موقع نہ ملے، چاہے صحبت کا موقع نہ ملے دیکھ لینا بھی کافی ہے، تو درجہ بدرجہ انبیاء کا دیکھنا اس

درجہ کا پھر صحابی کا دیکھنا اس درجے کا، صحابی کو دیکھنے والا تابعی بن گیا، تابعی کو دیکھنا اس درجے کا کہ تابعی کو دیکھنے والا تبع تابعی بن گیا ان تین درجات کا ذکر تو حدیث میں صراحتاً ہے اس سے آگے بھی کچھ باتیں ہیں بعض روایات مسلسل بالرویت میں نقل کی جاتی ہیں اہل علم جانتے ہیں کہ وہاں یہ ایک روایت میں لفظ بھی آتے ہیں ''من رآنی ومن رأیٰ رانی الیٰ یوم القیامۃ'' جس نے مجھے دیکھا اور جس نے اس دیکھنے والے کو دیکھا جس نے اس دیکھنے والے کو دیکھا حتیٰ کہ قیامت تک سلسلہ وار دیکھنے والوں کو دیکھنے والے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کیلئے یہ بشارت ہے مسلسلات میں ہے مجھے مسلسلات کی الحمدللہ اجازت ہے۔

مسجد نبوی میں بیٹھ کر میں نے مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لی تھی اور یہ علامہ فارانی کا جمع کردہ ایک ذخیرہ ہے اور مجھے یاد یہ پڑتا ہے چونکہ اب کچھ حافظہ پر بھی اثر ہے لیکن اپنی یادداشت کے طور پر کہتا ہوں کہ شاید علامہ فارانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلسل بالرویت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے لی ہے کیونکہ مسلسلات میں آخری روایت جو ہمیں حاصل ہے اس میں مولانا عبیداللہ بن اسلام رحمۃ اللہ علیہ اس نام سے انہوں نے اس روایت کو نقل کیا ہے یہ مسلسل بالرؤیت ہے اپنی آنکھوں کے ساتھ دوسرے کو دیکھنا اور یہ عرض اس لیے کر رہا ہوں کہ اولیاء اللہ اور علماء یہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں تو جس طرح سے اس رؤیت میں تسلسل اور اس کی برکات حاصل ہوتی ہیں درجہ بدرجہ ایک درجہ میں نہیں۔

اسی طرح سے امت کے اندر یہ معمول چلا آرہا ہے صالحین کی زیارت کا، علماء کی زیارت کا، اولیاء کی زیارت کا، اور اس دلیل کے ساتھ اس میں برکات ثابت ہوتی ہیں کہ آنکھوں کے ساتھ بھی اگر کسی کے چہرے کے ساتھ ربط ہو جاتا ہے

تو ان شاء اللہ العزیز یہ تعلق بھی قیامت کے دن کام آنے والا ہے یہ تو لفظ رویت کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ تاریخ میں یہ لے لیا جائے کہ دیکھنا جو ہے یہ صحابیت کا ذریعہ ہے اسی طرح سے آگے بالترتیب دیکھنے کی برکات اُسی طرح سے درجہ بدرجہ حاصل ہوتی چلی جائیں گی۔

آج ہمارے عرف میں یہ بات ہے کہ فلاں شخص حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے والا ہے تو دل میں ایک عظمت آتی ہے اس شخص کی جس نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے، فلاں شخص حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے والا ہے تو جن کا ہم سنتے ہیں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی جیسے عظمت دل میں ہے تو ان دیکھنے والوں کی عظمت بھی دل میں آتی ہے یہ ہمارے ہاں چیز چلی آرہی ہے۔

علمی حلقے میں اولیاء کے حلقہ میں کہ بڑوں کو دیکھنے والوں کی بڑائی بھی انسان کے دل میں آتی ہے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ رؤیت ایک ایسا عمل ہے جو بہت قابل قدر ہے بزرگوں کی زیارت کرنا اہل علم کی زیارت کرنا اس کو معمولی نہ سمجھیں۔

صحبت کی برکات:

دوسرا لفظ آگیا صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو چاہے دیکھا نہ ہو تاکہ یہ نابینے کو بھی شامل ہو جائے اس سے صحبت کے اثرات معلوم ہوتے ہیں کہ ساتھ رہنے کے بھی اثرات ہیں، مجلس میں بیٹھنے کے بھی اثرات ہیں، چاہے چہرہ نہ ہی دیکھا ہو اس کی جو برکات ہیں اس کے ساتھ کتابیں بھری پڑی ہیں ابھی جس وقت میں اسٹیج پر آیا تھا تو ہمارے بھائی مولانا عالم طارق صاحب جو بیان فرما رہے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ ایک لمحہ اولیاء اللہ کی خدمت میں بیٹھنا سو سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

یہ بات ان کی نہیں ہے کہ آپ یوں سمجھیں کہ انہوں نے مبالغہ کے ساتھ کہہ دی ہوگی بلکہ یہ بات مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے اندر لکھی ہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

یک زمانہ صحبتے بااولیاء

بہتر ازصد سالہ طاعت بے ریاء

اور ایک ہے صحبت صالح اگر یک ساعت است نیک صحبت اگر ایک ساعت ایک گھنٹے کے لیے بھی میسر آجائے بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است، وہ سو سال کی زہد وطاعت کے مقابلے میں بہتر ہے یہ مولانا رومی کی بات ہے۔

صحبت کے اثرات کی حقیقت:

لیکن جو شخص حقیقت کو نہ جانتا ہو وہ سمجھتا ہے کہ شاید یہ مبالغہ ہے کہاں سو سال کی عبادت اور کہاں ایک ولی کی صحبت ان کا آپس میں کیا مقابلہ؟ یہ لفاظی ہے یہ مبالغہ ہے ایسا نہیں ہوسکتا لیکن یقین جانیئے کہ بات ایسے ہی ہے وہ کیوں؟ انسان کا عمل جو انسان کے ظاہر بدن سے تعلق رکھتا ہے جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں یہ ہمارے ظاہر بدن سے تعلق رکھتی ہے، ہم زکوٰۃ دیتے ہیں یہ ہمارے ظاہر بدن سے تعلق رکھتی ہے، ہم حج کرتے ہیں یہ ہمارے ظاہر بدن سے تعلق رکھتا ہے اور اس طرح سے شریعت کے جتنے اعمال ہیں جو ہم اپنے بدن سے کرتے ہیں وہ ہمارے ظاہر سے تعلق رکھتے ہیں۔

لیکن یہ ظاہر سے صادر ہونے والے اعمال ان کے اندر جان پڑتی ہے باطن کے جذبات سے اگر باطن کا جذبہ ساتھ نہ ہو تو ظاہر کا عمل جو ہے وہ ایسا ہوتا ہے جیسے بے روح بدن، وہ بے روح بدن کی طرح ہوتا ہے، عمل میں اگر جان پڑتی ہے یا عمل میں وزن پیدا ہوتا ہے تو وہ باطنی جذبات کے تحت پیدا ہوتا ہے اور اگر باطن کے جذبات صحیح نہیں تو ظاہر کا عمل جو ہے وہ کسی کام کا نہیں ہے۔

آپ نے بار ہا یہ بات سنی ہوگی ہمارے بھائی تبلیغی جماعت والے بیان کرتے ہیں اپنے بیانوں میں اور تقریباً حدیث شریف کی ہر کتاب کے اندر یہ روایت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پہلے پہلے تین آدمی پیش ہونگے جن میں،

- ایک شہید بھی ہوگا،
- ایک سخی مالدار بھی ہوگا،
- اور ایک قاری قرآن بھی ہوگا،

تینوں عمل انتہائی چوٹی کے عمل ہیں اللہ کے راستے میں شہادت کوئی معمولی بات نہیں جہاد کے نتیجے میں اس نے جان قربان کی ہے معمولی بات نہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے:

مشکوۃ کتاب الجہاد میں روایت موجود ہے ایک جنازہ آیا اور رسول اللہ ﷺ پڑھانے کے لیے تشریف لے آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں چونکہ بغض فی اللہ بہت تھا انہوں نے آگے ہو کر رکاوٹ ڈالی کہ یا رسول اللہ ﷺ اس کا جنازہ نہ پڑھائیں کیوں نہ پڑھائیں کہ یہ اچھا آدمی نہیں تھا " ھذا رجل فاجر" اس کا کردار اچھا نہیں تھا اس کا جنازہ نہ پڑھائیں آپ ﷺ نے اس وقت موجود لوگوں کی طرف توجہ کر کے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس کو اسلامی عمل کرتے دیکھا ہے؟ جس کا جنازہ تھا اس کے متعلق سوال کیا کہ کیا تم میں سے کسی شخص نے اس شخص کو اسلامی کام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

ایک آدمی بول پڑا کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ اس نے جہاد میں ایک رات پہرہ دیا تھا، جہاد میں ایک رات پہرہ دیا تھا چوکیداری کی تھی جیسے راتوں کو چوکیداری کیا کرتے ہیں۔

بس یہ لفظ سننا تھا رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور یہ لفظ کہا تیرے دوست، تیرے ساتھ والے سمجھتے ہیں کہ تو جہنمی ہے لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے اور جنازہ پڑھایا جہاد میں ایک رات چوکیداری کے بعد پوچھا ہی نہیں کہ اس کا کیا کردار تھا کیا کردار نہیں تھا۔

بلکہ فرمایا کہ لوگ تجھے سمجھتے ہیں کہ تو جہنمی ہے میں کہتا ہوں کہ تو جنتی ہے یہ عمل ہے جہاد کا ایک شخص نے جہاد کے اندر جان دیدی اس کا کیا کہنا؟

تمام اعمال ضائع ہیں باطن کے فساد کی وجہ سے:

لیکن حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے وہ شہید پیش ہوگا شہید ہوگا ظاہر کے اعتبار سے قتل ہوا باقاعدہ لڑتا ہوا کافروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے میں نے جو تجھے یہ نعمت دی تھی، یہ نعمت دی تھی، یہ نعمت دی تھی تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا یا اللہ! ''قاتلت فيك حتىٰ قتلت'' یا اللہ میں تیرے راستے میں لڑتا رہا حتیٰ کہ میں قتل ہوگیا میں نے جان قربان کردی اور کیا ہوتا؟ جان قربان کردی تیرے راستے میں ''قاتلت فيك حتىٰ قتلت''۔

اللہ تعالیٰ کہیں گے ''کذبت'' تو جھوٹ بولتا ہے ترمذی شریف میں آگے لفظ یہ ہے کہ فرشتے جو وہاں موجود ہوں گے وہ بھی کہیں گے ''کذبت'' کہ جھوٹ بولتا ہے تو میرے لئے لڑا تھا؟ تو تو اپنی بہادری دکھا رہا تھا بہادری دکھانے کے لیے لڑا تھا کہ لوگ تعریف کریں گے کہ بڑا بہادر ہے، اب یہ بہادری دکھانے کی نیت تھی یا اللہ کی رضا حاصل کرنے کی چیز تھی اس کا تعلق ظاہر سے نہیں اس کا تعلق باطن سے ہے کہ دل کے اندر جذبہ کیا تھا؟ نیت کیا تھی؟ جس سے معلوم ہوگیا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا

اللہ کے راستے میں جان قربان کردینا لیکن اگر باطن ٹھیک نہیں ہے تو باطن ٹھیک نہ ہونے کی صورت میں یہ عمل بھی بے کار ہے حکم ہوگا کہ اس کو گھسیٹو جہنم میں پھینک دو کہاں ایک رات کی چوکیداری اور کہاں اتنا جہاد کہ جان تک قربان لیکن باطن کے جذبات کے اعتبار سے فرق پڑ گیا۔

یہی حال اس مالدار کا ہوگا مالدار پیش ہوگا صدقہ خیرات کتنا اچھا کام ہے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہیں گے کہ میں نے تجھے یہ نعمت دی، یہ نعمت دی، یہ نعمت دی وہ کہے گا کہ یا اللہ مجھے جہاں پتہ چلتا تھا کہ تو خرچ کرنے سے خوش ہوتا ہے میں نے وہاں خرچ کیا اللہ کہیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو تو سخی مشہور ہونا چاہتا تھا لوگوں سے تعریف سننا چاہتا تھا اس لیے تو خرچ کرتا تھا حکم ہوگا اس کو جہنم میں پھینک دو ساری زندگی کا لاکھوں کروڑوں کا صدقہ خیرات جو ہے وہ ختم ہوگیا صرف باطن کے فساد کیوجہ سے۔

اور یہی حال عالم اور قاری قرآن کا ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے بھی پوچھیں گے اور وہ بھی جواب یہی دے گا کہ تیری کتاب پڑھی، تیری کتاب پڑھائی، تیری رضا کے لیے سب کچھ کیا، ساری زندگی کیا لیکن اللہ تعالیٰ کہیں گے کہ جھوٹ بولتا ہے تو تو اپنی تعریف سننے کے لیے اپنی شہرت کے لیے کہ تجھے کہا جائے بہت اچھا قاری ہے بہت بڑا قاری ہے اپنی تعریف سننے کے لیے کیا تو نے یہ کام کیا تھا حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس کے متعلق بھی حکم ہوگا کہ قرآن کریم کا پڑھنا جس کے ایک حرف کے اوپر دس دس نیکیاں ملتی ہیں اور ''خیر کم من تعلم القرآن وعلمه '' تم میں سے بہترین افراد وہ ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور پڑھاتے ہیں

لیکن اگر باطن ٹھیک نہیں تو یہ ظاہری عمل بے کار چلا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باطن ٹھیک نہ ہوتو ہر عمل بے کار ہے۔

باطن کی اصلاح کا ذریعہ صحبت اولیاء ہے:

اور یہ باطن جو ہے اس کا تعلق اخلاص کے ساتھ اور وہ اخلاص پیدا ہوتا ہے ہمیشہ اچھی صحبت کے ساتھ ورنہ انسان ظاہر ظاہر پر رہ جاتا ہے دل کے حالات اس کے زیر بحث نہیں آتے اس لیے صحبت صالح تمام زندگی کے اعمال کو جاندار بنادیتی ہے ورنہ سوسال کی طاعت اگر ہے لیکن باطن درست نہیں تو سوسال کی طاعت ایسے اڑ جائے گی خاک ہو کر اور اگر باطن درست ہے تو دو رکعت نفل پڑھے ہوئے بھی نجات کا باعث بن جائیں گے۔

اس لیے اولیاء اللہ کی صحبت کو اور اچھے لوگوں کی صحبت کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ ساری عبادت کی جان ہے باطن کی اصلاح ہمیشہ حاصل ہوتی ہے اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کر کے۔

ترپن سال ساتھ رہ کر بھی ابو جہل ہی رہا:

لیکن اس میں ایک بات تھوڑی سی وضاحت طلب ہے وہ یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ نیک صحبت اختیار کرو برے کو کہا جاتا ہے کہ نیک کی صحبت اختیار کرو اس کو تو ہم ترغیب دیتے ہیں کہ جاؤ کسی نیک مجلس میں بیٹھو بات ذرا سمجھنے کی ہے برے کو ہم کہتے ہیں کہ اچھی صحبت اختیار کر اچھی مجلس میں بیٹھا کر اور اچھے کو کہتے ہیں کہ برے کی صحبت سے بچ برے کی صحبت میں نہیں بیٹھنا، برے کو کہتے ہیں کہ اچھے کے پاس جا اچھے کو کہتے ہیں کہ برے کو قریب نہ لگنے دینا تو بات کیسے بنے گی اچھے آدمی کو کہا جاتا ہے کہ بری صحبت سے بچو اور برے کو کہا جاتا ہے کہ اچھی صحبت میں جاؤ تو بات کیسے بنے گی؟

اصل بات یہ ہے کہ صحبت میں کون ہوتا ہے اور کس کی صحبت میں ہوتا ہے
،اس نقطے کو سمجھانے کے لیے میں نے یہ سوال اٹھایا صحبت میں کون ہوتا ہے؟ اور کس کی صحبت میں ہوتا ہے یاد رکھئے! جس آدمی کے دل میں دوسرے کی عظمت ہو تو جس کی عظمت ہوتی ہے اس کے اثرات کو قبول کرتا ہے اور جس کی عظمت نہیں ہوتی اس کے اثرات قبول نہیں کرتا اگر ایک آدمی نے ایک نیک آدمی کی عظمت اپنے دل میں بٹھائی کہ یہ بہت اچھا آدمی ہے اور وہ جائے گا جا کر اس کی عظمت کی بناء پر باتیں سنے گا اس کے کردار کو دیکھے گا تو اس کی صحبت کے اثرات واقع ہونگے جو عظمت لے کر گیا ہے۔

اور جس کے دل میں عظمت نہیں وہ اگر سو سال بھی کسی کی خدمت میں بیٹھا رہے اثر نہیں لیتا اب کہاں تو وہ لوگ تھے کہ ایک ساعت کے لیے صحبت میں گئے اولیاء اللہ کے سردار بن گئے صحابی بن گئے ان کو مرتبہ حاصل ہو گیا۔

اور ایک بدنصیب ابو جہل بھی تھا جس نے ترپن (۵۳) سال حضور ﷺ کو دیکھا حضور ﷺ کے آس پاس پھرتا رہا مجلس میں بیٹھا ہو گا لیکن اس نے کیا پایا؟ ابو جہل کا ابو جہل، تو فرق کیا ہوا فرق یہ ہے ابو جہل کے دل و دماغ میں عظمت نہیں تھی وہ مخالفانہ اور تحقیرانہ جذبات لے کر جاتا تھا اس لیے نبوت کا چمکتا ہوا سورج بھی اس کے اوپر روشنی نہیں ڈال سکا۔

اب کالا کوا جو ہے اس کو سورج کے سامنے یوں یوں کرتے رہو وہ کہاں لشکارے مارتا ہے کہاں چمکتا ہے ہاں شیشہ ہو شیشہ کو یوں کر کے دیکھو کہاں تک روشنی پھیلا دیتا ہے اور چمکتا ہے اور لشکارے مارتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں بھی پلے تو کیا اثر پڑتا ہے:

تو جس کے دل میں عظمت نہیں وہ کبھی متاثر نہیں ہوتا اس لیے برا نیک کی

صحبت میں جائے تو نیک کی عظمت اپنے دل میں بٹھا کر جائے تب تو جا کر اثرات ہونگے اور اگر کوئی نیک آدمی ہے اس کے دل میں برے کی عظمت آگئی کہ بڑا آدمی ہے، بڑا مالدار ہے، بڑا صاحب اقتدار ہے، وہ اس کی عظمت لے کر اگر اس کی مجلس میں جائے گا تو برائی کے اثرات لے گا تو جب ہم کہیں کہ نیک آدمی برے کی صحبت میں نہ جائے تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ برے سے وہ برا مراد ہے جس کی عظمت دل میں آئے۔

اور اگر دل میں عظمت نہیں تو چاہے موسیٰ علیہ السلام کی طرح فرعون کے گھر میں پلے کیا اثر ہوتا ہے؟ کوئی اثر نہیں ہوا کرتا، اگر عظمت نہ ہو تو جہاں برے کی عظمت دل میں آگئی آپ کہنا شروع کر دیں کہ اس کا لباس بڑا اچھا ہے دیکھو کیسے شاندار لگتا ہے یہ اور اس کا طرز زندگی بڑا اچھا ہے کھڑا ہو کر پیشاب کرتا ہوا کیسا اچھا لگتا ہے۔

اور اس طرح کی چیزیں اس کی ایک ایک چیز کی تعریف، اس کی شکل، اس کی صورت، اس کا لباس، اس کا اٹھنا بیٹھنا، جس وقت آپ کو اچھا لگنے لگ جائے تو جب اس کی خدمت میں جائیں گے تو برے اثرات لے کر آئیں گے اور اگر آپ کے دل میں نفرت ہے آپ ان سے نفرت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شکل صورت لباس اٹھنا بیٹھنا سب سے اعلیٰ سب سے اشرف سب سے عمدہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اور جتنے آپ کے ساتھ مخالفت کرنے والے ہیں کسی کو کوئی عظمت حاصل نہیں ہے، تو چاہے تم کفر کی دنیا میں پھرتے رہو تم پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

صحبت کے اثرات لینے کے لیے ضروری ہے کہ جس کی صحبت میں آدمی بیٹھے اس کی عظمت دل میں ہو اس لیے جو حضرات اولیاء اللہ سے محبت رکھتے ہیں ان کی عظمت ان کے دل میں ہوتی ہے وہ جب مجلس میں آتے ہیں تو کچھ نہ کچھ سیکھ جاتے

ہیں ان کے باطن پر اچھے اثرات پڑتے ہیں، دل صاف ہوتا ہے اچھائی برائی کی تمیز حاصل ہوتی ہے وہ تو صحبت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

اور جن کے دل میں عظمت نہیں ہوتی محبت نہیں ہوتی وہ جتنا بیٹھتے اٹھتے رہیں ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا تو اصل چیز نیک لوگوں کی عظمت ہے وہ دل میں ہونی چاہیئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔

(آمین)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اللہ اور اللہ کے رسول کی معرفت کا طریقہ

بموقع: ختم بخاری شریف

بتاریخ:

بمقام: جامعہ عبیدیہ فیصل آباد

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ ۔

شاہ ایران کا فقرہ اور مخفی کا شعر:

شاہ ایران کی زبان سے ایک فقرہ اتفاقاً نکل گیا جو ایک موزوں فقرہ تھا تو آخر بادشاہ تھا اس کو خیال ہوا کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا فقرہ ایسا جوڑا جائے کہ پورا شعر بن جائے وہ جوڑ نہیں سکا فقرہ اس کے منہ سے یہ نکلا تھا،

درابلق کسے کم دیدہ موجود

درموتی کو کہتے ہیں ابلق جس کو ہم چتکبری کہتے ہیں جس کے مختلف رنگ ہوں جیسے کوئی سفید ہوتا ہے کوئی سیاہ ہوتا ہے اس کو چتکبری کہتے ہیں،

درابلق کسے کم دیدہ موجود

کسی نے شاید ہی دیکھا ہو، کسی نے کم ہی دیکھا ہوگا ایسا موتی جس میں مختلف رنگ ہوں یہ ایک فقرہ ہے جس کا معنیٰ یہ ہے اب وہ چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ دوسرا فقرہ جوڑ دیا جائے تاکہ شعر مکمل ہو جائے وہ جوڑ نہیں سکا تو اس نے اپنے درباری شاعروں کو کہا کہ یہ فقرہ اتفاقاً نکل گیا اس کے ساتھ دوسرا کیسے ملائیں؟

تو چونکہ ہندوستان میں اس وقت قومی زبان فارسی تھی اور مغلیہ خاندان والے بھی فارسی زبان ہی استعمال کرتے تھے، اور اس وقت شعر وشاعری بھی فارسی میں ہوتی تھی تو اس نے اپنا فقرہ لکھ کر دہلی بھیج دیا کہ یہاں ہندوستان کے شعراء سے اس شعر کو مکمل کرواؤ اس وقت تخت نشین اورنگ زیب تھا، اور اورنگزیب کی ایک بہن تھی اس کا نام تھا زیب النسآء، اور اس کا تخلص مخفی تھا، یہ بھی شاعرہ تھی، اس کو اس فقرہ کا پتہ چلا تو اس کے ذہن پر بھی یہ بات سوار ہوگئی کہ یہ شعر مکمل کر دیا جائے، کہتے ہیں جس طرح عورتوں کی عادت ہے شیشہ کے سامنے بیٹھ کر اپنی زیب وزینت کرتی ہیں تو اس نے بھی شیشہ کے سامنے بیٹھ کر آنکھ میں سرمہ لگایا تو جب سرمہ لگایا وہ سرمہ ذرا سا آنکھ میں

چھبا تو آنکھ سے آنسو ٹپک پڑا جب آنکھ سے آنسو ٹپک پڑا تو اس میں کچھ سرمہ کا اثر تھا کچھ پانی کی سفیدی تھی تو چونکہ شاعرہ تھی تو ذہن ادھر منتقل ہوگیا اس مصرعہ کی طرف تو اس نے شعر یوں بنادیا کہ

در ابلق کسے کم دیدہ موجود

مگر اشک بتاں سرمہ آلود

کہ مختلف رنگوں والا موتی کسی نے کم ہی دیکھا ہوگا ہاں! محبوب کی آنکھ کا آنسو جس میں سرمہ کی ملاوٹ ہوتو وہ ''در ابلق'' ہوتا ہے تو بامعنی شعر بن گیا

در ابلق کسے کم دیدہ موجود

مگر اشک بتاں سرمہ آلود

تو اس نے بادشاہ کو بتایا بادشاہ بھی خوش ہوگیا، اس نے شعر لکھ کر ایران بھیج دیا، ایران کا بادشاہ خوش ہوگیا کہ میرے شعر کی تکمیل ہوگئی تو اس نے مطالبہ کردیا کہ اس شاعر کو یہاں بھیجو ہم اس کا کچھ اکرام کرنا چاہتے ہیں، انعام دینا چاہتے ہیں، ایران کے شاعر جو اصل صاحب لسان تھے وہ اس کو پورا نہ کرسکے، ہندوستان کے شاعر نے پورا کردیا تو جب ان کا مطالبہ آیا کہ اس شاعر کو یہاں بھیجو تاکہ ہم اس کو انعام دیں یہ پیغام آجانے کے بعد اورنگزیب کو بہت دکھ ہوا کہ میں اپنی بہن کو کیسے بھیج دوں وہ آج کل کے بادشاہوں اور بڑوں کی طرح بے غیرت تو تھا نہیں بہت مذہبی آدمی تھا۔

تو فکر مند ہوا اور بہن پر جاکے ناراض ہوا کہ تو نے اچھی شاعری دکھائی اب شاہ ایران کی طرف سے مطالبہ آگیا ہے کہ اس شاعر کو میرے پاس بھیجو اور میں تجھے ایران نہیں بھیج سکتا۔

وہ کہنے لگی فکر کی کوئی بات نہیں ہے میں ایک شعر لکھ دیتی ہوں وہ شعر شاہ

ایران کے پاس بھیج دو ،اگر سمجھ دار ہوگا تو مطلب خود سمجھ جائے گا ،اصل میں یہ سنانا مقصود ہے تو اس نے یہ شعر لکھا،

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل

ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

اس کا لفظی معنیٰ یہ ہے کہ میں اپنی بات کے اندر چھپی ہوئی ہوں جیسے پھول کی پتی کے اندر خوشبو چھپی ہوئی ہوتی ہے اسی طرح میں اپنے قول کے اندر چھپی ہوئی ہوں مجھے دیکھنے کی تمنا کرتا ہے وہ اگر دیکھنا چاہتا ہے تو میری کلام میں مجھے دیکھ لے، اس شعر کو پڑھ کر شاہ ایران سمجھ گیا کہ یہ شعر کسی عورت کا ہے اور باپردہ عورت ہے جو چھپی ہوئی ہے، بتانا یہ چاہتا ہوں کہ اگر کسی کو دیکھا نہ جاسکے تو اس کے قول کے اندر اس کو دیکھا اور سمجھا جاسکتا ہے۔

قرآن کیا ہے؟

اسی لئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول آتا ہے مثنوی میں، چیست قرآن قرآن کیا چیز ہے؟ غالباً لفظ یہ ہے،

اے کلام حق شناس چیست قرآن

قرآن کیا چیز ہے؟ یہ سوال اٹھا کے خود جواب نقل کیا

رو بنائے رب ناس آمد بناس

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی پہچان کے لیے اپنے انسانوں کے پاس یہ بھیجی ہے رخ دکھانے کے لیے یہ آئینہ ہے دنیا میں

رو بنائے رب ناس آمد بناس

لوگوں کے پاس رب الناس کی طرف سے یہ اس کا رونما، اس کا چہرہ دکھانے

والا آ گیا اگر اللہ کی معرفت حاصل کرنا چاہتے ہو، اور اللہ کو پہچاننا چاہتے ہو تو کلام اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے اللہ کو پہچاننے کے لئے، اللہ کونسی بات پسند کرتا ہے، کونسی نہیں کرتا، جس کو ہم اپنی گفتگو میں کہہ سکتے ہیں کہ کسی کا مزاج جاننے کے لیے، کسی کی طبیعت سمجھنے کے لیے، کسی کی رضا اور ناراضگی کو سمجھنے کے لیے اگر کوئی ذریعہ ہوسکتا ہے تو اس کا کلام ہوسکتا ہے، یہ قرآن کریم بھی اللہ کا چہرہ دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بندوں کے پاس بھیجا ہے، اللہ کی معرفت قرآن کریم سے حاصل کرو۔

اللہ کے رسول کو حدیث سے پہچانو:

اور یہ مجموعہ جو ہمارے سامنے رکھا ہوا ہے یہ سرور کائنات ﷺ کی کلام ہے اگر آپ ﷺ کو پہچاننا ہے تو حدیث شریف پڑھو حدیث شریف کو پڑھنا اور مطالعہ کرنا یہ آپ کو پہچاننے کا ذریعہ ہے، طلباء تو پڑھ چکے، آٹھ سال ہوگئے ان کو پڑھتے ہوئے، اس فن کے اوپر عبور حاصل کرلیا اس لیے وہ جانتے ہیں کہ حدیث شریف کا مجموعہ جو صحابہ نے سرور کائنات ﷺ کی طرف سے ہماری طرف منتقل فرمایا ہے آپ کی زندگی کا، آپ کے رسول بن جانے کے بعد کوئی ملفوظ ،کوئی بات کوئی فعل کوئی حرکت چھوڑی نہیں جس کو انہوں نے نقل کر کے امت کی طرف منتقل نہ کیا ہو ایک کتاب ہے چھوٹی سی جس کو شمائل کہتے ہیں وہ سرور کائنات ﷺ کی شکل وصورت کی باتوں پر مشتمل ہے تو اس طرح سے نقشہ کھینچا ہے صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی شکل کا شباہت کا اس وقت کیمرے تو نہیں تھے کہ ہم کہتے کہ فوٹو اتارلیا۔

لیکن کلام اتنی شاندار ہے ساری کہ اس کو پڑھنے کے بعد ہم ذہن میں اگر اس کے مطابق تصور کریں تو ایسے ہوتا ہے کہ جیسے حضور ﷺ آنکھوں کے سامنے ہیں اور گفتگو کو اس طریقے سے مرتب کیا ہے کسی اور کی شہادت لانے کی بجائے خود امام

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں اور ان کی کتاب جامع ترمذی جو ہم پڑھاتے ہیں صحاح ستہ کے ساتھ جب وہ کتاب انہوں نے مرتب کی ہے تو مرتب کرنے کے بعد روایات کی تعداد کے اعتبار سے وہ بخاری سے بہت آگے ہے بخاری میں روایات کم ہیں جامع ترمذی میں روایات زیادہ ہیں۔

تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس کتاب کے مرتب کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ جس گھر میں میری یہ کتاب موجود ہو "**كان فيه نبي يتكلم**" ایسے سمجھو کہ اس گھر میں تو باتیں کرتا ہوا نبی موجود ہے جس گھر میں میری یہ کتاب موجود ہو پڑھیں گے آپ "**قال رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم **قال رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم" باتیں سب آئیں گی سامنے ہاں جیسے میں نے کہا کہ جب متکلم کو دیکھا نہ جاسکے تو متکلم کو جاننے اور پہچاننے کا ذریعہ اس کی کلام ہی ہوتی ہے۔

اللہ ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہم اس کو ان آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے اس کو پہچانو اس کی کتاب سے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم سے روپوش ہو گئے وہ ہمارے سامنے نہیں ہیں تو پھر آپ کو جاننا پہچاننا چاہتے ہو تو سوائے حدیث کے کوئی ذریعہ نہیں، حدیث شریف کے ذریعہ سے ہی ہم اس کو پہچانتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اور حدیث کی کتنی عظمت ہے۔

آخری حدیث کا درس:

تو یہ سال ختم ہوا، حدیث شریف کا بہت بڑا ذخیرہ ہے جو سال کے درمیان میں طلباء کو پڑھایا جاتا ہے اور یہ آخری روایت ہے جو اس وقت آپ کے سامنے پڑھی گئی، میں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ ابتداء ابتداء میں کچھ تھوڑا سا وقت دیدیں کیونکہ دو تین دن سے میری طبیعت زیادہ خراب ہے اور

اس وقت بھی میں بوجھ محسوس کر رہا ہوں تو یہ آخری باب جو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا ہے یہ باب ہے وزن اعمال کے متعلق اور آخری کتاب جو اس میں رکھی ہے، کتاب اور باب کا عنوان الگ الگ ہے، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، شروع کی تھی باب بدء الوحی سے کتاب الایمان سے، اور آخری آخری کتاب ہے کتاب التوحید، کتاب التوحید کا آخری آخری باب ہے وزن اعمال کا بدء الوحی سے وحی کے آنے کے ساتھ دین کی ابتداء ہوئی، میں بھی جانتا ہوں، جاہل بھی جانتا ہے، عالم بھی جانتا ہے، عورتیں بھی جانتی ہیں، مرد بھی جانتے ہیں کہ انسان کے منہ سے جو لفظ نکلے وہ بھی ضائع نہیں جاتا اور حرکت وہ بھی ضائع نہیں جاتی انسان کی بنائی ہوئی مشینیں حرکت بھی محفوظ کر لیتی ہیں بات بھی محفوظ کر لیتی ہیں۔

اگر دس سال کے بعد بھی آپ اس نقشے کو دیکھنا چاہیں آپ کو اسی طرح سے نظر آئے گا، اور یہی صورتیں شکلیں نظر آئیں گی، یہی آواز آپ کو سنائی دے گی، یہ حرکت آپ کو دکھائی دے گی جو دلیل ہے اس بات کی کہ سب کچھ محفوظ ہوتا ہے ضائع نہیں ہوتا، یہ انسان کی ناقص عقل اللہ نے جو دی ہوئی تھی انسان کو اس کے ساتھ اس نے خود ہی یہ کر کے دکھا دیا کہ منہ سے نکلا ہوا لفظ بھی محفوظ کیا جا سکتا ہے اور بدن سے صادر ہونے والی حرکت بھی محفوظ کی جا سکتی ہے، جدید آلات سے تو لوگوں نے چاہے فسق و فجور ہی سکھایا ہو۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے ساتھ بہت سارے حقائق جو ہیں ان کے ثابت کرنے کے لیے بہت آسانی پیدا ہو گئی حدیث شریف میں آتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے "صلوۃ الکسوف" پڑھائی گہن لگ گیا تھا سورج کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس قبلہ والی دیوار پر مسجد کی دیوار پر اللہ نے جنت بھی دکھا دی اور جہنم بھی دکھا دی۔

بلکہ یہاں تک فرمایا کہ تم نے دیکھا ہوگا کہ میں نماز پڑھاتے وقت کچھ آگے کو بڑھا تھا جیسے کسی چیز کو لینا ہو یہ اس وقت تھا جب کہ جنت میرے سامنے آئی تھی جنت کے پھلوں کے خوشے میرے سامنے آئے میں آگے کو لپکا کہ اس میں سے کوئی خوشہ توڑ لوں لیکن پھر میں نے مناسب سمجھا کہ یہ ٹھیک نہیں یہ عالم غیب میں رہنی ٹھیک ہے۔

اور پھر میرے سامنے جہنم بھی آئی یہ اس وقت تھا جب میں پیچھے کو ہٹا تھا اور وہ ساری کی ساری میرے سامنے جہنم آگئی تھی بعضے بدبخت قسم کے لوگ جو مذاق اڑاتے تھے کہ ادھر تو کہتے ہیں کہ جنت اتنی بڑی ہے کہ اس کی چوڑائی زمین آسمان کے برابر اور ادھر کہتے ہیں کہ مسجد کی دیوار پر نظر آگئی اتنی بڑی جنت مسجد کی دیوار پر نظر کیسے آگئی؟۔

اب کوئی کہہ سکتا ہے کتنے بڑے بڑے میدان، کتنے بڑے بڑے پہاڑ، کتنے بڑے بڑے سمندر، سارے کے سارے آپ کے ٹی وی کے چند انچ کے پردے کے اوپر سب نظر آتے ہیں پردہ کتنا ہوتا ہے؟ چند انچ کا، اس میں آپ کو اڑتے ہوئے جہاز بھی نظر آتے ہیں، پہاڑ بھی نظر آتے ہیں۔

اب آنکھوں کے سامنے چیز آگئی کہ بڑی سے بڑی چیز بھی چھوٹی سے چھوٹی چیز میں دیکھی جاسکتی ہے قرآن کریم میں آیا" یومئذ تحدث اخبارھا " زمین اس دن اپنی خبریں بیان کرے گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تمہیں پتہ ہے کہ زمین کی خبریں کیا ہیں؟

فرمایا کہ زمین کے اوپر گذرتی ہے یہ ساری کی ساری فلم جو ہے وہ تیار ہو رہی ہے اور زمین کے اندر سب کچھ ریکارڈ ہو جاتا ہے اب اس کو سمجھنے میں سمجھانے میں کونسی

پیچیدگی ہے؟ آپ کی یہ جو ٹیپ ریکارڈ کے تسمے ہیں وہ آخر زمین کی چیزوں سے بنے ہوئے ہیں، کوئی آسمان سے اترے ہوئے تو نہیں ہیں اور اس کے اندر آپ نے سب کچھ محفوظ کرلیا تو معلوم ہوگیا کہ زمین کے اندر ایسے اجزاء محفوظ ہیں جو تصویر کو بھی محفوظ کرلیتے ہیں، آواز کو بھی محفوظ کرلیتے ہیں۔

اب اس کے اندر شک کی کوئی بات ہی نہیں ہے، ان جدید ایجادات نے بہت سارے احکام سمجھانے میں آسانی پیدا کردی یہ بات کتنی وزنی ہے، کتنی ہلکی ہے، یہ شخصیت بڑی وزنی ہے، شخصیت بڑی ہلکی ہے، یہ صرف الفاظ ہی نہیں رہ گئے، بلکہ اس کے سارے کے سارے حقائق بھی ہمارے سامنے آگئے تو ایسے ہی اللہ تعالیٰ ہمارے ان اقوال کو بھی موجود کرے گا، افعال کو بھی موجود کرے گا، اور اللہ نے اپنی شان کے لائق جس قسم کی وہ ترازو بنائی ہے اس میں رکھ کر ان کا وزن کیا جائے گا کہ غالب نیکی ہے یا برائی، ان چیزوں سے خود آپ سمجھ جائیں گے کہ وزن انہی کا ہی کیا جائے گا جن کے پاس دونوں قسم کے اعمال ہوں گے، کافر کے لیے وزن کی ضرورت نہیں، کیونکہ ان کے پلڑے میں برائی ہی برائی ہوگی۔

انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی وزن کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کے پلڑے میں کوئی برائی نہیں نیکی ہی نیکی ہے، تولنے کی ضرورت تو وہاں پیش آئے گی جہاں کچھ اچھائی بھی ہو کچھ برائی بھی ہو اس لئے ان لوگوں کے اعمال تولے جائیں گے۔

بغیر حساب جنت میں جانے والے:

اور بعض ایسے بھی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی کے ساتھ بغیر تولے ہی اعلان کردے گا کہ تم بلا حساب ہی جنت میں چلے جاؤ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں (۷۰) ہزار آدمی ایسے ہوں گے جن کا کوئی

حساب نہیں ہوگا، اللہ کی طرف سے اعلان ہو جائے گا کہ تم جاؤ جنت میں بلکہ پھر فرمایا کہ ان ستر ہزار کو یہ شرف بھی حاصل ہوگا کہ ایک ایک ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار آدمی اور بھی چلے جائیں گے اتنی وسعت کے ساتھ معاملہ ہوگا۔

تو یہاں میں ایک روایت سنایا کرتا ہوں کہ وہ کون نیک بخت ہیں جو بلاحساب جنت میں جائیں گے؟ حضور ﷺ نے ان کی نشانیاں بھی بتائی ہیں بات لمبی ہو جائے گی اس لیے زیادہ لمبی بات نہیں کرتا، لیکن ایک چھوٹی سی حدیث شریف میں آپ کے سامنے نقل کر دیتا ہوں ایک روایت میں ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جب میدان حشر میں سارے کے سارے لوگ جمع ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اعلان ہوگا، مجمع میں اعلان ہوگا اللہ کی جانب سے۔

''این اللذین تتجافیٰ جنوبهم عن المضاجع یدعون ربهم خوفا وطمعا ومما رزقناهم ینفقون'' اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا این کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستر سے جدا رہتے تھے، علیحدہ رہا کرتے تھے، اور مجھ سے ڈرتے ہوئے اور امیدیں رکھتے ہوئے مجھے پکارا کرتے تھے، اور جو کچھ میں نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے تھے وہ لوگ کہاں ہیں؟ مجمع میں اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا۔

''تتجافیٰ جنوبهم عن المضاجع'' اپنے آپ کو بستر سے جدا کر کے اللہ کو پکارنے میں لگے ہوئے ہوتے تھے، اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے، اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کا اعلیٰ مصداق ہیں تہجد گزار، جب مست ہو کے دنیا سوئی ہوتی ہے وہ اپنے بستروں کو چھوڑتے ہیں، چھوڑنے کے بعد اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، اللہ کے سامنے روتے ہیں، معافی مانگتے ہیں، اس کو پکارتے ہیں، ڈرتے ہوئے بھی اور امیدیں رکھتے ہوئے بھی'' **ومما رزقناهم**

ینفقون ‘‘ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ بھی کرتے ہیں۔

جب اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے لیکن ’’ ھم قلیل ‘‘ بہت تھوڑے ہوں گے بہت تھوڑے لوگ ہوں گے اس مجمع میں جو اٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے کیونکہ اکثر دنیا اکثر کیا بلکہ اب تو کل والی بات ہی ہے کہ رات کو سوتے ہیں دو تین بجے اور اٹھتے ہیں نو دس بجے اب وہ کہاں موقع رہ گیا پہلو بستر سے علیحدہ رکھ کر اللہ کو پکارنے کا جو جاگنے کا وقت ہے اس میں ہم سوتے ہیں اور جو سونے کا وقت ہے اس میں ہم جاگتے ہیں یہ بات خود تفصیل طلب ہے۔

بہر حال اس کو چھوڑتا ہوں تو جب یہ تھوڑے سے کھڑے ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تم چلو بغیر حساب کے باقیوں کا حساب میں پھر بعد میں لوں گا یہ حدیث شریف میں آتا ہے تو گویا کہ یہ کام ہے کہ تہجد پڑھنا اور اپنے بستروں کو چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہونا اور اس کو امید اور خوف کے ساتھ پکارنا اور اپنی حیثیت کے مطابق جو کچھ اللہ نے دے رکھا ہے اس میں سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا یہ عمل بھی ایسا ہے کہ ان نیک بخت لوگوں میں انسان کو داخل کروا دے گا جن کا حساب و کتاب کے بغیر ہی داخلہ جنت میں ہو جائے گا یہ کوئی مشکل نہیں ہے اگر انسان یہ عادت بنا لے کہ عشاء کے بعد جلدی سو جائے اذان سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے اٹھ جایا کرے وہ وقت ایسا ہوتا ہے جب اللہ خود بندوں سے فرماتا ہے کہ مجھ سے مانگو میں تمہیں عطا کروں گا۔

لفظ قسط کی تحقیق:

آگے لفظ آ گیا قسطاس یہ عدل کے معنیٰ میں ہے رومی زبان میں قسط اسی سے ہے ان کا مادہ ایک ہے آگے قسط مجرد سے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مجرد سے استعمال

ہوتو اس کا معنی ہوتا ہے ظلم کرنا'' **واما القاسطون فکانو الجھنم حطبا**''سورۃ الجن کے اندر یہ آیت آئی ہوئی ہے''قاسطون'' سے ظالمون مراد ہیں اور اگر باب افعال سے آئے تو یہ انصاف کرنے کے معنی میں ہے'' **ان اللہ یحب المقسطین** ''اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

ہمارے استاذ تھے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے حضرت مولانا علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو بعد میں دار العلوم کبیر والہ میں شیخ الحدیث بھی ہوئے مہتمم بھی ہوئے ان کی عادت تھی کہ درسی نقطے بہت نکالا کرتے تھے تو کہتے ہیں کہ قسط کا اصل معنی تو ہے حصہ جس طرح آپ قسطیں ادا کیا کرتے ہیں وہ قسط یہی ہے قسط اصل تو کہتے ہیں حصے کو اور حصے کے اندر دونوں باتیں آجاتی ہیں جو آدمی اپنا حصہ لیتا اور دوسرے کو اس کا حصہ دیتا ہے یہ انصاف ہے اور اگر کوئی آدمی اپنے حصے سے زائد لیتا ہے دوسرے کا حصہ مارتا ہے تو ظلم ہے۔

اس لیے لفظ قسط کے ساتھ دونوں باتیں لگ جاتی ہیں اپنا لو دوسرے کو دو یہ انصاف ہے اور اپنے حصے سے زائد لینے کی کوشش کرو دوسرے کا حصہ دبانے کی کوشش کرو تو یہ ظلم ہے،اس کے ساتھ ظلم اور انصاف دونوں قسم کے معنی یوں لگ جاتے ہیں اس میں دیکھئے یہ بات بھی ہے کہ لفظ قسطاس کا معنی بتانا تھا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو بڑی آسانی کے ساتھ کہہ سکتے تھے''**القسطاس العدل**''

لیکن **قال مجاھد** مجاہد کا حوالہ دیکر کہا اور پوری صحیح بخاری کے اندر ان کا طرز یہی ہے سعید بن مسیب نے یہ کہا، مجاہد نے یہ کہا، فلاں نے یہ کہا، فلاں نے یہ کہا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس امت کا مزاج اسلاف پر اعتماد کرنے کا ہے اپنی رائے ٹھوکنے کی بجائے اوپر سے دیکھو کہ بزرگوں نے اس بارے میں کیا کہا ہے اسی کے آگے چلتا جائے یہ ایک بہت بڑا اصول ہے حق پر قائم رہنے کا کہ دیکھیں

کہ اکابر کی طرف سے بات کیسے چلی آرہی ہے ،اس لفظ کا کیا مفہوم ہے ،اس لفظ کو اکابر نے کس معنیٰ میں لیا، ورنہ یہ کونسی ایسی بات تھی؟

اب کوئی کہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے علاوہ کسی کی بات نہیں مانی جاسکتی تو وہ شخص سب سے پہلے یہ مقدمہ جو ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کرے یہ تو ہر بات میں کہتے ہیں کہ سعید بن مسیّب نے یہ کہا، حسن نے یہ کہا، فلاں نے یہ کہا، تو قال اللہ اور قال الرسول پر بات نہیں رہی۔

اکابر کے اقوال کثرت کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل کے طور پر نقل کیے ہیں جس سے معلوم ہوگیا کہ صرف یہ کہنا کہ صرف قال اللہ وقال الرسول صحیح ہے ایسا نہیں بلکہ قول اللہ بھی صحیح، قول رسول بھی صحیح، صحابہ کے اقوال بھی صحیح، فقہاء کے اقوال بھی صحیح، محدثین کی آراء بھی صحیح، یہ جتنا اہل علم کا طبقہ ہے وہ سب اپنے اوپر والوں کی باتیں آگے نقل کرتے ہیں تو حق وہی ہے اور یہ دامن چھوڑ کر اپنے طور پر کوئی شخص سوچ سوچ کر باتیں نکالتا ہے تو اکثر وبیشتر گمراہ ہوتا ہے۔

اس لیے ہم اس بات پر زور دیا کرتے ہیں کہ دین کے معاملے میں نقل کو ترجیح دیا کرو عقل کے مقابلہ میں، دین منقولی چیز ہے اور اس میں نقل کی اہمیت زیادہ ہے عقل سے نقل کو سمجھنے کی کوشش نہ کرو اس نقل کے خلاف عقل کو استعمال نہ کرو، عقل بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے لیکن اس عقل کے ساتھ اس نقل کو سمجھو اور سمجھ کر اس کے مطابق عمل کرو تو دین منقول ہے اس میں نقل کا بہت اعتبار ہے، یہ نقل کرنے کے بعد حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے وہ روایت نقل کی جو اس ترجمۃ الباب کے لیے دلیل بھی ہے، اور اس کے راوی ہیں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

سب سے زیادہ روایات نقل کرنے والے صحابی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذکر میں ایک بات عرض کردوں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کا اتفاق صرف تین سال ہوا فتح خیبر کے وقت یہ تشریف لائے تھے اور تین سال کا عرصہ ملا ہے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کا لیکن روایات ان کی سب سے زیادہ ہیں سب سے زیادہ روایات حدیث کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہیں، پانچ ہزار سے زائد روایات ہیں جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں، اتنی روایات کسی صحابی سے نہیں ہیں۔

صحابہ کا اعتراض اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جواب:

تو جب یہ دھڑا دھڑ روایتیں بیان کیا کرتے تھے اور ان کی زندگی میں ہی لوگوں نے کہنا شروع کردیا کہ وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنے اتنے سال گزارے ہیں وہ لوگ تو اتنی باتیں کرتے نہیں یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ باتیں بہت کرتا ہے۔

حالانکہ وقت اس کو زیادہ ملا نہیں ان کی زندگی میں یہ سوال اٹھنے لگ گیا تھا معاشرے میں، صحیح بخاری میں کئی جگہ اس کا تذکرہ آیا ہوا ہے کتاب العلم میں بھی اس کا ذکر ہے "**یقول الناس اکثر ابو هريرة** رضی اللہ عنہ" ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ اعتراض پہنچا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ باتیں بہت کرتا ہے جبکہ وہ لوگ جن کو وقت زیادہ ملا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کا وہ اتنی باتیں نہیں سناتے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بھائی دیکھو! میرے بھائی تھے مہاجر یہ سارے کے سارے تاجر تھے یہ صبح اٹھتے انہوں نے اپنے کاروبار پر جانا ہوتا تھا، دکان سنبھالنی ہوتی تھی کاروبار کرنا ہوتا تھا یہ چلے جاتے تھے بازار کاروبار کے لیے، میرے بھائی انصار تھے ان کے باغات تھے اور کھیت تھے وہ سارے کے سارے باغوں اور کھیتوں میں کام کرنے کے لیے چلے جاتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک فقیر آدمی تھا، نہ تاجر تھا، نہ کاشت کار تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پڑا رہتا تھا اور مجھے اس وقت حاضر ہونے کا اتفاق ہوتا تھا جب انصار اور مہاجرین میں سے کوئی نہیں ہوتا تھا اور میں وہ باتیں سنتا تھا جو ان میں سے کوئی نہیں سنتا تھا۔

اور ایک موقع مجھے ایسا ملا جو ان میں سے کسی کو بھی نہیں ملا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ کوئی ہے جو میرے سامنے اپنا دامن پھیلا دے حاصل ترجمہ کر رہا ہوں کہ کوئی ہے جو میرے سامنے اپنا دامن پھیلا دے اور میں اس میں کچھ پڑھ دوں اور وہ سینے سے لگالے تو کبھی وہ سنی ہوئی بات بھولے گا نہیں کہتے ہیں کہ میری ایک ہی چادر تھی جو میں نے باندھ رکھی تھی اور کوئی کپڑا تھا ہی نہیں اس کو کھولا کچھ حصہ کے ساتھ بدن کو چھپایا کچھ حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یوں کر کے بچھا دیا کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پڑھا یا ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کر کے جیسے کوئی چیز اٹھا کر ڈالتے ہیں ڈالی اور میں نے وہ کپڑا اٹھا کر اپنے سینے کے ساتھ لگایا اس کے بعد کہتے ہیں کہ میں کوئی بات نہیں بھولا یہ جو شرف ہے یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کیا کھاتے تھے؟

لیکن میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نہ تو مہاجروں کی طرح تاجر تھا اور نہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انصاریوں کی طرح کاشت کار تھا تو یہ کھاتا کہاں سے تھا؟ یہ نہ کاشت کار نہ تاجر تو یہ کھاتا کہاں سے تھا؟ اس سوال میں آج کچھ غور کرنے کی ضرورت ہے تھوڑی سی، ابو ہریرہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی جن کو اصحاب صفہ کہتے ہیں صفہ کا معنیٰ ہے چھپر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنائی تھی تو ساتھ چھپر ڈال دیا تھا طالب علموں کے لیے اور وہاں آ جاتے تھے لوگ جن کا کوئی کام نہیں ہوتا تھا سوائے اس کے

وہاں رہیں حضور ﷺ کو خدمت کی ضرورت ہے تو خدمت کریں جب آپ باہر تشریف لائیں تو آپ کی باتیں سنیں، اور جہاں کسی مبلغ کی ضرورت ہوتی مدرس کی ضرورت ہوتی تو انہی میں سے کسی کو بھیج دیتے تھے۔

اور ان کے لیے خوراک کا کیا انتظام تھا؟ خوراک کا انتظام ان کے لیے یہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو صدقہ جو زکوٰۃ نکالتے وہ لاتے تھے اور حضور ﷺ اس کو استعمال نہیں فرماتے تھے بلکہ وہ صدقہ خیرات ان اصحاب صفہ کو دیتے تھے اصحاب صفہ یہ کھاتے تھے یا تو یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسا طالب علم صدقہ خیرات کھاتا تھا اور حدیث یاد کرتا تھا یہ ساری امت کو جو علم کے ساتھ بھر دیا وہ صدقہ خور نے بھرا جس کو لوگ کہتے ہیں کہ صدقہ خوری اچھی بات نہیں ہے اس وقت سے یہ رواج چلا آرہا ہے کہ جو اپنے آپ کو علم کے لئے فارغ کرتے ہیں اور یہی زکوٰۃ یہی صدقہ اصحاب صفہ کے طریقے کے مطابق انہی کے اوپر خرچ کرتے ہیں اور یہ حضور ﷺ کے مہمان کہلاتے تھے یا یہ مسلمانوں کے مہمان کہلاتے تھے تو سرور کائنات ﷺ نے اپنے ان مہمانوں کے لیے اکرام صدقہ اور خیرات سے کیا۔

اس لیے یہ کوئی نفرت کرنے کی بات نہیں ہے علم اگر پھیلا ہے اور پھیلایا ہے تو آج تک طریقہ یہی چلا آرہا ہے جن کو لوگ آج نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ صدقہ پہ پلتے ہیں خیرات پہ پلتے ہیں تو میں طالب علموں سے کہا کرتا ہوں کہ آپ کہا کریں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہم مہمان ہیں ہمیں صدقہ کھلائیں ہم صدقہ کھائیں گے ہمیں خیرات کھلائیں ہم خیرات کھائیں گے ان کے ہاتھ سے جو ملے ہمارے لئے باعث برکت ہے یہ کوئی حقارت والی بات نہیں اتنی روایات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہیں اور یہ روایت بھی آخری آخری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو کلمے اللہ کو بہت پسند ہیں لیکن

زبان پر ہلکے پھلکے ہیں میزان میں بھاری ہیں یہاں سے ترجمہ الباب ثابت ہوا کہ یہ کلمات جب ترازو میں رکھے جائیں گے تو ان کا وزن بہت نمایاں ہوں گا یہ مناسبت ہے اس کی اس ترجمۃ الباب کے ساتھ اور وہ کلمات یہی ہیں جو آپ نے اپنی زبان سے ادا کئے ''سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم''

اللہ کے ذکر پر کتاب ختم کرنے کی حکمت:

کیونکہ کتاب کا خاتمہ کتاب التوحید پر تھا تو ان کلمات کو کتاب التوحید سے بھی مناسبت ہے اور اس سے توحید کس طرح ثابت ہوتی ہے وہ مضمون ان شاء اللہ پھر کسی وقت آپ کی خدمت میں بیان ہو جائے گا تو یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ان کلمات کے اوپر کلام کو ختم کرتا ہوں سمجھو کہ یہ اللہ کے ذکر پر خاتمہ ہے ''سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم'' یہ اللہ کا ذکر ہے اور بہترین ذکر ہے اور محبوب ذکر ہے تو ابتداء اگر اخلاص کی تعلیم سے کی تھی اور آگے سارے احکام بیان کئے تھے تو وزن اعمال کا تذکرہ کر کے فکر آخرت پیدا کر دیا کہ آپ اپنے کسی عمل کو کسی قول کو ضائع نہ سمجھیں بلکہ اس کا نتیجہ آئے گا سامنے ہر لحاظ سے آئے گا اور پھر خاتمہ کے اوپر اللہ کے ذکر کی تلقین کر دی کہ انسان کا خاتمہ کوشش کرنی چاہیئے کہ اللہ کے ذکر پر ہی ہو یہ تسبیح وتحمید اگر مجلس کے آخر میں پڑھ لی جائے۔

تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ مجلس کے آخر میں کچھ کلمات اپنی زبان سے ادا فرمایا کرتے تھے غالباً مجھے یاد پڑتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ آپ کیا پڑھتے ہیں مجلس کے آخر میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پڑھا کرتا ہوں ''سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لااله الاانت استغفرك واتوب اليك'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجلس کے اختتام پر یہ پڑھ لے اس مجلس میں گفتگو میں کوئی اونچ نیچ ہو گئی ہو کوئی غلط لفظ منہ سے نکل گیا ہو تو اللہ تعالیٰ

اس تسبیح کی برکت سے اس کو معاف کر دیتے ہیں تو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے جو تسبیح کے اوپر کلام کو ختم کیا ہے تو ممکن ہے کہ ان کے ذہن میں یہی ہو کہ جب آخر میں تسبیح پڑھیں گے تو جیسے وہ کفارۃ المجلس ہے یہ بھی اس کتاب کے لکھنے میں اگر کوئی کسی قسم کی کمی کوتاہی ہوئی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیں گے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

محبت الٰہی کی علامت

بموقع: افتتاح بخاری شریف

بتاریخ: شوال ۱۴۳۲ھ

بمقام: جامعہ امدادیہ فیصل آباد

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ :حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیَ ابْنُ سَعِیْدِنِ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ التَّیْمِیُّ اَنَّہٗ سَمِعَ عَلْقَمَۃَ بْنَ وَقَّاصِ اللَّیْثِیَّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوْ اِلَی امْرَاَۃٍ یَّنْکِحُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

تحمل حدیث کے مختلف طریقے:

نخبۃ الفکر میں آپ حضرات نے پڑھا ہوگا کہ تحمل عمل حدیث کے، اور اپنے اساتذہ کی طرف نسبت کے عام طور پر تین طریقے مروج ہیں ان میں ایک طریقہ قرأۃ علی الشیخ کا ہے، قرأۃ علی الشیخ کا معنیٰ یہ ہے کہ طالب علم پڑھے اور استاذ سنے اور ایک طریقہ سماع من الشیخ کا ہے، استاذ پڑھے اور طالب علم سنے یہ سماع من الشیخ ہے اور ایک طریقہ یہ ہے کہ نہ تو طالب علم خود پڑھتا ہے، اس کو پڑھنے کی نوبت نہیں آتی اور نہ استاذ سے سنتا ہے بلکہ جہاں روایت پڑھی جاتی ہے وہ اس مجلس میں موجود ہوتا ہے، نہ اس نے روایت استاذ کی زبان سے سنی نہ اپنی زبان سے پڑھی۔

لیکن اس مجلس میں موجود ہوتا ہے جہاں تلاوت ہوئی تو صحاح ستہ میں سے سنن نسائی میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا التزام کیا ہے، ان کے ایک استاذ ہیں حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ، معلوم نہیں کہ کیا وجہ ہوئی کسی استاذ کے بارے میں انہوں نے یہ لفظ نہیں بولے جو حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ کی ہر روایت میں بولے ہیں حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کر کے کہتے ہیں ''قرئ علیه وانا اسمع'' جہاں بھی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ کی روایت لائیں گے تو یہ لفظ ساتھ ہوگا مطلب یہ ہے کہ نہ تو میں نے ہر روایت استاذ کے سامنے خود پڑھی نہ میں نے یہ روایت استاذ سے سنی۔

بلکہ استاذ کی مجلس میں پڑھی گئی تھی اور میں نے سنی تھی ہمارے مدرسوں میں تینوں طریقے رائج ہیں اور اس مجلس میں بھی تینوں طریقے ہمارے سامنے آرہے ہیں قرأۃ علی الشیخ تو ہوگئی اس طالب علم کی جس نے عبارت پڑھی تھی، سماع من الشیخ ہوگئی جنہوں نے میری زبان سے روایت سن لی اور باقی جن کو روایت پڑھنے کا موقع نہ ملے وہ قرئ علیه وانا اسمع میں سارے ہی آگئے۔

اب تو چونکہ مجھ سے سماع ہوگیا لیکن اگر کوئی ایسی بات ہو کہ میں نہ پڑھتا اور صرف طالب علم ہی پڑھتا ہے تو ان سب کی نسبت ہوگی اس اعتبار سے کہ ''قرئ علیه وانا اسمع''۔

اب ہمیں جو نسبت حاصل ہوگئی وہ قرأۃ علی الشیخ کی بھی ہوگئی، سماع من الشیخ کی بھی حاصل ہوگئی اور تیسرے طریقے کی پھر ضرورت نہ رہی وہ ایسے آپ کے سامنے ذکر کردیا گیا، درسگاہ میں آپ کو اس کی نوبت آئے گی جن دنوں میں حدیث کی عبارت آپ پڑھا کریں گے کبھی استاذ پڑھ کر سنائے گا اور کبھی طالب علم خود بھی پڑھے گا اور کبھی ایسی صورت بھی ہوگی آپ بھی نہ پڑھیں اور استاذ بھی نہ پڑھے۔

بلکہ ایک طالب علم پڑھے اور آپ سنیں تو وہ ''قرئ علیه وانا اسمع'' کے تحت نسبت قائم ہوگئی، اور میں نے آپ کو روایت پڑھ کے بھی سنادی تاکہ قرأۃ کے ساتھ ساتھ سماع بھی ہوجائے۔

ایک ہی روایت بخاری و مشکوۃ میں:

یہ روایت جو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے یہ روایت مشکوۃ شریف میں بھی ہے پچھلے سال آپ نے مشکوۃ پڑھی ہوگی تو کتاب الایمان سے پہلے یہ روایت بھی آپ نے پڑھی ہوگی۔

لیکن وہاں الفاظ مختلف تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں'' قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنيات وانما لامرء ی مانویٰ فمن کانت هجرته الی الله ورسوله فهجرته الی الله ورسوله ومن کانت هجرته الیٰ دنیا یصیبها او امرأة یتزوجها فهجرته الیٰ ماهاجر الیه'' وہاں الفاظ یہ ہیں اور وہاں لکھا ہوا ہے متفق علیہ اور متفق علیہ سے اشارہ اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ یہی روایت ان

الفاظ کے ساتھ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے اور صحیح مسلم میں بھی موجود ہے اور یہاں جو آپ نے روایت پڑھی تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس میں الفاظ مختلف ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ روایت اس کتاب میں سات جگہ آئی ہوئی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو سات جگہ نقل کرتے ہیں ان سات جگہوں میں سے ایک جگہ وہ الفاظ بھی ہیں جو صاحب مشکوٰۃ نے اپنی کتاب میں نقل کیے ہیں اور باقی جگہوں میں لفظوں میں کچھ نہ کچھ فرق آئے گا تو وہ متفق علیہ روایت جو مشکوٰۃ میں آئی تھی وہی روایت انہیں الفاظ کے ساتھ دوسری جگہ پر موجود ہے۔

میرے بخاری شریف کے استاذ:

میں نے یہ کتاب حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ امدادیہ یہ میرے ساتھی ہیں، ہم اکٹھے ہی پڑھنے گئے تھے، اور ہم صرف کے ساتھی ہیں، یہ میٹرک کرکے آئے تھے، اور میں مڈل کرکے آیا تھا، ابتدائی کتابیں تو ہم نے اکٹھی پڑھی ہیں، مشکوٰۃ والے سال میں حضرت خیر المدارس چلے گئے تھے، اور میں قاسم العلوم میں داخل ہوگیا تھا، میں نے دورہ قاسم العلوم میں کیا ہے، اور قاسم العلوم میں اس وقت حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند کے مدرسین میں سے تھے اور پاکستان بننے کے بعد تشریف لائے یہ صدر مدرس تھے اور صحیح بخاری میں نے ان سے پڑھی ہے۔

یہ میں آپ کے سامنے اپنی نسبت ظاہر کررہا ہوں، جامع ترمذی اور صحیح بخاری میں نے حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے، دورہ حدیث والا سال ہمارا شوال ۱۳۷۴ھ سے رجب ۱۳۷۵ھ تک ہے تو رجب ۱۳۷۵ھ میں میں دورہ حدیث سے فارغ ہوگیا تھا اور مولانا نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک

سال درمیان میں زائد لگایا تھا اس لیے دورہ حدیث انہوں نے مجھ سے ایک سال بعد کیا تھا۔

اب آپ دیکھ لیں کہ شوال ۱۳۷۴ھ میں ۲۶ سال ڈالیں تو پچھلی صدی پوری ہوجائے گی اور ۳۲ سال یہ لگالیں تو ۵۸ سال پہلے میں نے بخاری شریف پڑھنی شروع کی تھی حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اور رجب ۱۳۷۵ھ یہ ۵۷ سال پہلے ہوگیا، ۲۵ سال اُس صدی کے ۳۲ سال اس صدی کے کل ۵۷ سال ہوگئے تو گویا کہ مجھے دورہ سے فراغت حاصل کیے ہوئے ۵۷ سال ہوگئے ہیں اور اب یہ شوال جو شروع ہوا ہے تو اللہ کی توفیق سے الحمد للہ میرے ۵۷ سال مکمل ہو گئے اب میری تدریس کا ۵۸ سال شروع ہوا ہے۔

میری جامعہ امدادیہ سے نسبت :

مولانا صاحب دارالعلوم سے جب یہاں منتقل ہوئے ہیں جامعہ امدادیہ میں تو اس کو ایک کوٹھی میں شروع کیا تھا، بعد میں یہ میدان حاصل کیا تھا پہلا سال تو وہیں کوٹھی میں گزارا تھا لیکن دوسرے سال جب یہ میدان لے لیا تھا تو جب تعلیمی سال شروع ہوا تو افتتاح اسباق کی تقریب اسی میدان میں ہوئی تھی۔

رات کو جلسہ رکھا تھا اور سبقوں کا افتتاحی جلسہ یہاں ہوا تھا مولانا خالد محمود صاحب زید مجدہم تشریف لائے تھے اور چونکہ میرا بھی پرانا تعلق تھا تو مجھے بھی دعوت دی تھی اور علامہ خالد محمود صاحب نے تو وہ تقریر کی جس طرح عام تقریر ہوتی ہے اور صحیح بخاری کا افتتاح حضرت نے مجھ سے کروایا تھا اِس میدان میں جس میں آپ بیٹھے ہیں اس میدان میں سب سے پہلے بخاری کا افتتاح میں نے کروایا ہے۔

یہ میں آپ کے سامنے جامعہ امدادیہ سے اپنی نسبت بیان کررہا ہوں تاکہ

آپ مجھے اس ماحول میں اجنبی نہ سمجھیں وہاں بھی جلسہ ہوا تھا تو اس میں بھی میں شریک تھا لیکن یہاں افتتاح خود میں نے کروایا تھا اور اگلے سال یہاں چھپر کی شکل میں ایک مسجد بنائی تھی تھوڑی سی تعمیر بھی ہوگئی تھی، اس سال بخاری شریف کا افتتاح جمعہ کے بعد ہوا تھا اسی چھپر والی مسجد میں، حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے تھے تو دوسرے سال بھی بخاری شریف کا افتتاح میں نے ہی کروایا تھا اس کے بعد بھی آمد و رفت رہی ،دو دفعہ ختم مشکوٰۃ میں نے کروائی ہے ایک دفعہ ترجمہ کا افتتاح بھی کروایا ہے اور کئی دفعہ انہوں نے سالانہ جلسہ کے موقع پر حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کے متبادل کے طور پر مجھے رکھا کہ وہ حکومت کے عہدے دار ہیں کبھی وقتی طور پر کوئی مصروفیت ہوجائے اور وہ نہ آسکیں تو پھر اختتام آپ نے کروانا ہوگا۔

لیکن مولانا ہر دفعہ تشریف لے آیا کرتے تھے اور مجھے اختتام بخاری کرانے کی نوبت نہیں آئی عام جلسوں میں تو شرکت ہوتی تھی تو یہ میری نسبت ہے جامعہ امدادیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان سے جو کام لیا ہے وہ بے مثال ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے کم عرصہ میں بہت زیادہ ترقی دی ہے اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطاء فرمائیں ،اور اس کو ہر قسم کے شر و فتنے سے محفوظ رکھے،آمین۔

حضرت حکیم العصر مدظلہ کی شیخ الہند سے نسبت:

انہوں نے بخاری مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند کے فاضل نہیں ہیں، انہوں نے دورہ بریلی میں کیا ہے، وہاں مولانا یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے اور وہ بھی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور میرے استاذ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے ،اور وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے معاملہ ایک جیسا ہے

گویا کہ وہ بھی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دوواسطوں سے شاگرد تھے اور میں بھی دوواسطوں کے ساتھ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد بنا، اوپر سند ایک ہی ہے میں نے جامع ترمذی اور صحیح بخاری مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی اور اس وقت قاسم العلوم کو خاص شہرت اور مرکزیت حاصل تھی مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے مسلم شریف میں نے ان سے پڑھی تھی، اور مشکوٰۃ شریف کا کچھ حصہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا تھا اور باقی مولانا ابراہیم تونسوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی۔

اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی فاضل دیوبند نہیں تھے انہوں نے دورہ کیا ہوا تھا جامعہ قاسمیہ امداد آباد سے اور جامعہ قاسمیہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی شروع کیا ہوا مدرسہ تھا اس وقت شیخ الحدیث تھے مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد دیوبند میں شیخ الحدیث بنے تھے اور وہ بھی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے تو مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے بھی ہماری نسبت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پر جمع ہوجاتی ہے اور سنن ابی داؤد میں نے مولانا علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی وہ بھی فاضل دیوبند تھے مولانا ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نسائی اور دوسری کتابیں پڑھی تھیں وہ بھی فاضل دیوبند تھے تو ہمارے سارے کے سارے اساتذہ اس درجہ کے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے پڑھنے کی توفیق دی یہ نسبت ہے جو میں عرض کررہا ہوں۔

حضرت حکیم العصر مدظلہ کی سند حدیث:

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے اوپر سند آپ کو معلوم ہی ہے مجھ سے آٹھویں نمبر پر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ آتے ہیں، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان میں چودہ واسطے ہیں تو آٹھ اور چودہ بائیس اس طرح تیئسویں نمبر پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ثلاثیات کو اگر لیا جائے جن میں امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں صرف تین واسطے ہیں تو تیئس اور تین یہ چھبیس ہو جاتے ہیں، ثلاثیات میں سے پہلی روایت کتاب العلم میں آپ کے سامنے آئے گی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہیں گے ''حدثنا مکی بن ابراهیم قال حدثنا یزید هوا بن عبید عن سلمه هوابن اکوع قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من یقل علی مالم اقل فلیتبوأ مقعده من النار '' جو میرے متعلق ایسی بات کہے جو میں نے نہ کہی ہو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے یہ کتاب العلم میں ثلاثیات میں سے پہلی روایت آئے گی۔

اور کل بائیس ثلاثیات ہیں اور اس روایت میں چھ راوی ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ،حمیدی رحمۃ اللہ علیہ ایک، سفیان رحمۃ اللہ علیہ دو، یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ تین، احمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ چار، علقمۃ بن ابی وقاص رحمۃ اللہ علیہ پانچ ،اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ چھ، اور اس میں تین راوی ہیں ،مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ،یزید ابن عبید رحمۃ اللہ علیہ سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اُس کا اعتبار کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک چھبیس واسطوں سے میری سند پہنچتی ہے اور اِس روایت کا اعتبار کریں تو انتیس واسطوں سے پہنچتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر جو راوی ہے اس کا ذکر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے'' علمه شدید القویٰ '' گویا کہ اللہ اور رسول اللہ کے درمیان میں واسطہ جو ہے وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں اور اس راوی کی توثیق تو خود قرآن کریم میں ہے، کتنا پختہ راوی ہے ہر طرح سے اس کی توثیق کی گئی ہے ''علمه شدید القویٰ ذو مرة فاستویٰ'' سورۃ النجم میں بھی ہے اور سورۃ التکویر میں بھی ہے اور جبرئیل علیہ السلام سے اوپر پھر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے چھبیس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل کا واسطہ شامل کرلیا جائے تو اللہ تعالیٰ تک ہمارے دین کی نسبت اٹھائیس واسطوں کے ساتھ ہے۔

کسی چیز کا متواتر ہونا سند کی بحث کو ساقط کردیتا ہے:

یہ ہے جو ہم ادباً احتراماً اپنے اساتذہ کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے ان نسبتوں کو بحال رکھتے ہیں ورنہ اس میں ایک نکتہ اور بھی ہے جس کی طرف حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تدوین حدیث میں متوجہ کیا ہے وہ اصول تو آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی چیز متواتر ہو جائے تو سند کی بحث ساقط ہو جاتی ہے (یہ طالب علموں کی مجلس ہے اس لیے طالب علمانہ باتیں کررہا ہوں) جب کوئی چیز متواتر ہو جائے تو وہ ایسے ہوتی ہے جیسے اپنا مشاہدہ ہے، درمیان کی سند ساقط ہوجاتی ہے، آپ میں میرے بہت سارے بھائی ایسے بیٹھے ہوں گے جنہوں نے کراچی نہیں دیکھا لیکن سننے کے اعتبار سے آپ کے سامنے پاکستان میں کراچی کا وجود متواتر ہے آپ کو اتنا یقین ہے جیسے آپ نے آنکھوں سے دیکھا ہو۔

اب اگر کوئی اس آدمی سے کہے جس نے کراچی نہیں دیکھا کہ بھائی پاکستان میں ایک شہر کراچی بھی ہے تو کوئی پاگل ہی ہوگا جو آگے سے یہ کہے کہ تجھے کس نے بتایا؟ تو کیا اس بارے میں کوئی سند پوچھتا ہے کہ تجھے کس نے بتایا؟ کوئی بھی نہیں پوچھتا اگر پوچھے گا تو پاگل کہلائے گا کہ جب متواتر ہے اور بچہ بچہ جانتا ہے کہ پاکستان میں ایک شہر کراچی بھی ہے تو سند بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

قرآن کریم کا بھی یہی حال ہے، کیا کبھی کسی نے سند متصل کے ساتھ قرآن کریم نقل کیا ہے؟ کیا قرآن کریم میں پڑھتے ہوئے بالسند المتصل کہا کرتے ہیں؟ اس کا ایک ایک لفظ متواتر ہے متواتر کا معنیٰ ہوتا ہے کہ جیسے اپنا مشاہدہ ہو، کان سے سننے کی بات ہے تو براہِ راست سنی ہے، آنکھ سے دیکھنے کی بات ہے تو براہِ راست دیکھی ہے، اتنا یقین ہوتا ہے اس متواتر کے اوپر۔

اب جنہوں نے کراچی نہیں دیکھا ہوا اگر وہ سفر کرتے ہوئے کراچی جائیں تو اسٹیشن پر پہنچنے کے بعد جب لکھا ہوا ہوگا ''صدر کراچی'' تو اس کے دل میں خیال تک بھی نہیں آئے گا کہ یار لوگ واقعی ٹھیک کہتے تھے کہ کراچی بھی ہے، کبھی کسی کے دل میں خیال نہیں آتا وہ ایسے ہوتا ہے جیسے آپ نے پہلے دیکھا ہوا ہے تو یہ ایک عقلی اصول ہے عرفی اصول ہے اہل علم کا اصول ہے کہ متواتر کی سند نہیں پوچھی جاتی۔

اب یہ کتاب جو ہمارے سامنے رکھی ہوئی ہے اس کے جامع اور مؤلف امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور اس کتاب کی نسبت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متواتر ہے پوری دنیا کے اندر اس کتاب کے متعلق اہل علم جانتے ہیں کہ یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی ہے اس لیے یہ ثبوت دینے کے لیے کہ یہ کتاب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی ہے ہمیں سند بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک آدمی بھی جس کے دماغ میں عقل ہو اللہ نے زمین پر نہیں بھیجا جو اس بات میں شبہ کرے کہ خوانخواہ اس مجموعہ کو لوگوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کردیا ہے، یہ ان کا مرتب کیا ہوا نہیں ہے آپ کو ایک آدمی بھی تلاش کرنے سے ایسا نہیں ملے گا ہر کسی کو یقین ہے کہ یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جمع کی ہوئی ہے، ہر کسی کو یقین ہے کہ جامع ترمذی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی جمع کی ہوئی ہے، ہر کسی کو یقین ہے کہ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابی داؤد جمع کی ہے، تو مؤلفین کی طرف ان کتابوں کی نسبت متواتر ہے جب متواتر ہے تو سند کی بحث ساقط ہوگئی۔

اس لیے حدیث کے ضعف پر، ثابت ہونے نہ ہونے پر پچھلی سند کا کوئی اثر نہیں پڑتا، بحث ہوتی ہے تو اوپر والی سند میں ہوتی ہے جب یہ متواتر ہوگئی تو یوں سمجھو کہ اس وقت ہم امام بخاری کی مجلس میں بیٹھے ہوئے گویا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے

ہوئے دیکھ رہے ہیں، ہمیں اتنا یقین ہے اس کتاب پر کہ یہ امام بخاری کی جمع کی ہوئی ہے تو جب سند کی بحث ساقط ہوگئی۔

تو اب ہمارے سامنے دین کا واسطہ جو شروع ہوا وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے اوپر ہے، ہمارے درمیان میں واسطہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ہیں یزید بن عبید رحمۃ اللہ علیہ ہیں، سلمۃ ابن اکوع رضی اللہ عنہ ہیں، یہ حدیث ہمیں چار واسطوں سے مل گئی ہمارے درمیان میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں صرف چار واسطے ہیں اس سے زیادہ یقینی اور قابل اعتماد بات اور کونسی ہوسکتی ہے، جتنا مضبوط ہمارا دین ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب اور اللہ کی طرف منسوب روئے زمین پر کسی دین میں ایسی بات نہیں ہے، جو اتنی مضبوطی کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف منسوب ہو یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا فرمائی ہوئی ہے، صاف ستھرا دین ان واسطوں کے ساتھ ہمارے پاس آیا ہے باقی حدیث کی مباحث تو آپ کے اساتذہ ذکر کریں گے میں تو صرف ایک مرتبہ ترجمہ کر کے ختم کرتا ہوں۔

رزق کی تقسیم مشبہ بہ ہے:

اس حدیث کا تعلق عموم نصیحت کے ساتھ ہے سبق کے ساتھ نہیں ہے، مسند احمد کی روایت ہے، بیہقی میں بھی ہے، اور مشکوٰۃ میں بھی موجود ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قسم بینکم اخلاقکم کما قسم بینکم ارزاقکم" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ نے تمہارے درمیان اخلاق ایسے ہی تقسیم کیے ہیں جیسا کہ تمہارے درمیان تمہارے رزق تقسیم کیے ہیں طالب علموں کو متوجہ کر رہا ہوں کہ تقسیم رزق یہ مشبہ بہ ہے اور تقسیم اخلاق یہ مشبہ ہے

اور آپ جانتے ہیں کہ مشبہ بہ وہی ہوا کرتا ہے جو مشبہ کے مقابلہ میں اشرح ہو، جانا پہچانا ہو زید شیر کی طرح بہادر ہے یہ بات تب درست ہوگی جب شیر کی بہادری سب جانتے ہیں۔

یہاں تقسیم رزق کو مشبہ بہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ تھوڑا سا بھی سوچو گے تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ رزق کی تقسیم واقعی اللہ کے قبضہ میں ہے جس کو چاہے تھوڑا دیدے جس کو چاہے زیادہ دیدے یہ رزق کی تقسیم ایسی ہے کہ غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں کوئی شبہ ہی نہیں ہے کہ رزق کی تقسیم واقعی اللہ کے ہاتھ میں ہے دینے پہ آتا ہے تو نہ زمین ہوتی ہے، نہ کارخانہ ہوتا ہے، نہ کوئی اور کاروبار ہوتا ہے، اتنا دیتا ہے کہ کھا کھا کے انسان بدہضمی میں مبتلا ہوجاتا ہے اور بھوکا مارنا چاہے تو کروڑوں کے مالک اربوں کے مالک، فیکٹریوں کے مالک اور زمینوں کے مالک سب کچھ ہوتے ہوئے ڈاکٹر کہتا ہے بلڈ پریشر ہے نمکین چیز نہیں کھانی، ڈاکٹر کہتا ہے شوگر ہے میٹھی چیز نہیں کھانی، ڈاکٹر کہتا ہے تمہیں فلاں بیماری ہے تلی ہوئی چیز نہیں کھانی پھر کھائیں کیا؟

ابال کے دال پیو یا سبزی کھاؤ تو کروڑوں اور اربوں کے مالک ہونے کے باوجود کھانا نصیب نہیں ہوتا بھوکے مرتے ہیں کیا یہ واقعہ ہے یا نہیں ہے؟ اب اگر ان واقعات پر غور کریں گے تو انسان کو یقین آتا ہے کہ رزق کی تقسیم اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے دے، جس کو چاہے نہ دے جس کو چاہے سب کچھ ہونے کے باوجود محروم کردے، جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور اس کو سب کچھ دیدے، ہم تو صبح وشام یہ نقشے دیکھتے ہیں اس لیے کہتے ہیں کہ مولوی کو کبھی بھوکا مرتے ہوئے نہیں دیکھا، بدہضمی کے مریض بہت ہیں، نہ زمینیں ہیں نہ کارخانے ہیں، نہ جاگیریں ہیں

نہ کاروبار ہیں، اور دیا اللہ تعالیٰ نے اتنا ہے کہ کھا کھا بدہضمی کا شکار ہو جاتے ہیں تو رزق کی تقسیم یہ مشبہ بہ ہے۔

دنیا ملنا اللہ کی محبت کی علامت نہیں:

آگے فرماتے ہیں" ان اللہ یعطی الدنیا من یحب ومن لایحب" اللہ تعالیٰ دنیا تو اس کو بھی دیتا ہے جس سے اللہ کو محبت ہوتی ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس سے اللہ کو محبت نہیں ہوتی، بلکہ دنیا زیادہ انہی کو ملتی ہے، اس لیے دنیا ملے نہ ملے یہ اللہ کی محبت کی نشانی نہیں کہ اس کے پاس دنیا بہت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو اس سے بہت محبت ہے، اور اس کے پاس دنیا نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو اس سے محبت نہیں یہ کوئی معیار نہیں ہے اللہ دنیا ان کو بھی دیتا ہے جن سے اللہ کو محبت ہوتی ہے اور ان کو بھی دیتا ہے جن سے اللہ کو محبت نہیں ہوتی۔

دین ملنا اللہ کی محبت کی علامت ہے:

"ولا یعطی الدین الا من احب" لیکن دین اللہ اسے ہی دیتا ہے جس سے اللہ کو محبت ہوتی ہے"فمن اعطاہ الدین فقد احبہ" جس کو اللہ تعالیٰ نے دین دیدیا یہ علامت ہے اس بات کی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے، ہمیشہ اس بات کو آنکھوں کے سامنے رکھو، دل دماغ میں حاضر کر کے رکھو کہ اللہ کی طرف سے دین مل جانا اور دین ملنے کا مطلب یہ ہے کہ دین کا علم مل گیا، دین کے نظریات مل گئے، دین کے اعمال مل گئے، ان چیزوں کا مل جانا یہی دین کا مل جانا ہے، دینی نظریات حاصل ہو گئے، دینی علم حاصل ہو گیا، دین پر عمل کرنے کی توفیق ہو گئی، ایمان نصیب ہو گیا، تکمیل ایمان کے لیے اعمال نصیب ہو گئے یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو دین دیدیا تو" من اعطاہ الدین فقد احبہ" جس کو اللہ تعالیٰ نے دین دیا یوں سمجھو کہ اللہ نے اس سے محبت کی ہے دنیا کا مل جانا اللہ کی محبت کی علامت نہیں ہے۔

ہاں البتہ دین کا ہونا یہ اللہ کی محبت کی علامت ہے ہم سب کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ہم اللہ کا شکر ادا کریں کہ اللہ نے ہمیں اس طبقہ کے اندر لے لیا جن کو اللہ نے دین دیا ہے، ہمارے ہاتھ میں قرآن کریم دیدیا، ہمارے ہاتھ میں حدیث کی کتاب دیدی، ہمارے ہاتھ میں فقہ کی کتاب دیدی، جو مجموعہ ہے دین کا ان چیزوں کا ہمارے ہاتھ میں آجانا یہ ہمیں دین مل جانے کی علامت ہے۔

کمال ایمان کی علامت :

اس کے اوپر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے اس کی موجودگی میں دنیا کی طرف طمع کی نظر سے دیکھنا اس نعمت کی بے قدری ہے، اس نعمت کی قدر کرو جو اللہ نے آپ کو دی ہے اس کے بعد آگے اس کی تکمیل کی طرف اشارہ ہے کہ "والذی نفسی بیدہ لایسلم عبد حتی یسلم قلبہ ولسانہ ولا یؤمن حتی یامن جارہ بوائقہ (مشکوٰۃ ص ۴۲۵) اس وقت تک آدمی مسلمان نہیں ہوتا جس وقت تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے دل کے مسلمان ہونے کا مطلب ہے خلوص کا پیدا کرنا، نیت کا صحیح کرنا، اور زبان کے مسلمان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زبان بھی کسی کے لیے ایذاء کا باعث نہ ہو "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ" یہ روایت کتاب الایمان میں آپ کے سامنے آئے گی تو اس کا اثر انسان کے دل پر بھی ہونا چاہیے اور زبان پر بھی ہونا چاہیے۔

اور پھر فرمایا کہ مؤمن نہیں ہوگا آدمی جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی تکلیفوں سے امن میں نہ ہوں تو جو آدمی اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتا ہے، پڑوسی صرف وہ نہیں ہوتا جس کے گھر کے ساتھ دیوار لگی ہوئی ہو، جو گھر کے اندر رہتے ہیں سب سے قریبی پڑوسی وہ ہیں مدرسہ میں رہنے والے ہمارے طالب علم یہ جارذی القربیٰ

کا مصداق ہیں اور پھر خصوصیت کے ساتھ جو ایک کمرے میں رہتے ہیں وہ سب سے اقرب پڑوسی ہیں تو زندگی ایسے گزارو کہ کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے۔

بہر حال تقسیم رزق پر اعتماد کرنے کے بعد انسان کو چاہیئے کہ فکر معاش کے پیچھے نہ لگے بلکہ دین کو حاصل کرنے کی کوشش کرے اگر دین کو حاصل کرنے کے بعد پھر بھی دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے تو یہ اس نعمت کی بے قدری ہوگی۔

اکابر کے نقش قدم پر چلو:

اور پھر خصوصیت کے ساتھ جس بات کی تاکید کرنا چاہتا ہوں وہ یہی ہے کہ اپنے اکابر کے طریقے پر جمے رہو چاہے سمجھ میں آئے چاہے سمجھ میں نہ آئے۔

آج کل دجالی دور آرہا ہے ہر آدمی کہتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں دوسرا نہیں سمجھتا تو نت نئی پگڈنڈیاں دین کے اندر نکلتی ہیں، نئے نظریات نکلتے ہیں، ان کا شکار نہ ہونا آنکھیں بند کرکے اس جرنیلی سڑک پر چلتے رہو جس پر آپ کو اپنے اکابر چلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

جہاں وہ پہنچیں گے وہاں ہم بھی پہنچیں گے اور اگر آپ نے نئے تجربے کے ساتھ نئی پگڈنڈیوں پر چلنا شروع کردیا کہ غامدی صاحب کی تحقیق یہ ہے، فلاں کی تحقیق یہ ہے تو یہ ان کے اپنے نئے نکالے ہوئے راستے ،نئی پگڈنڈیاں ہیں معلوم نہیں کس گڑھے میں ہمیں گرادیں گے اور کس جنگل تک ہمیں پہنچادیں گے تو ان پگڈنڈیوں سے بچو، اپنے اکابر کے نقش قدم پر دوڑتے ہوئے جاؤ جہاں وہ پہنچیں گے وہیں ہم پہنچ جائیں گے۔

پاکستان کے تو انجن ہی خراب ہوگئے اس کا تذکرہ کیا کریں ورنہ انجن اگر صحیح ہے تو اس کے ساتھ فرسٹ کلاس کا ڈبہ لگا ہوا ہو یا تھرڈ کلاس کا ڈبہ لگا ہوا ہو

یا ٹوٹا پھوٹا مال گاڑی کا ڈبہ لگا ہوا ہو تو ٹھک ٹھک کرتا ہوا جہاں انجن پہنچے گا وہ بھی ساتھ پہنچ جائے گا، ساتھ جڑے رہو ربط نہ ٹوٹے اور اس جدت پسندی کے دور میں تو بہت ضروری ہے کہ ان جدید نظریات سے بچنے کی کوشش کرو، شخصیات نمایاں ہوا کرتی ہیں''کونوا مع الصادقین ''جو''صادقین ''ہیں آپ کے نزدیک امت کے نزدیک متفق علیہ بس ان کا ساتھ دیتے رہو انشاء اللہ العزیز آخر تک ایمان محفوظ رہے گا اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی علم نافع اور عمل صالح نصیب فرمائے اور ہر فتنے سے اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اللہ کے محبوب بندے

بموقع: افتتاحی تقریب

بتاریخ: شوال ۱۴۳۲ھ

بمقام: جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ! عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ النَّاسَ لَکُمْ تَبَعٌ وَاِنَّ رِجَالًا یَاْتُوْنَکُمْ مِنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ یَتَفَقَّھُوْنَ فِی الدِّیْنِ فَاِذَا اَتَوْکُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِھِمْ خَیْرًا اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ (مشکوۃ ص۳۴)

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ قَسَمَ بَیْنَکُمْ اَخْلَاقَکُمْ کَمَا قَسَمَ بَیْنَکُمْ اَرْزَاقَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُّحِبُّ وَمَنْ لَا یُحِبُّ وَلَا یُعْطِی الدِّیْنَ اِلَّا مَنْ اَحَبَّ فَمَنْ اَعْطَاہُ اللّٰہُ الدِّیْنَ فَقَدْ اَحَبَّہٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰی یُسْلِمَ قَلْبُہٗ وَلِسَانُہٗ وَلَا یُؤْمِنُ حَتّٰی یَاْمَنَ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ ، (مشکوۃ ص۴۲۵ ج۲)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

سال کی ابتداء اور انتہاء پر دو مختلف دعائیں :

اللہ کی توفیق کے ساتھ نئے تعلیمی سال کا افتتاح ہو رہا ہے جس طرح سال کے اختتام پر ہم اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کے ہاں گزرے ہوئے سال میں کوتاہیوں پر معافی طلب کیا کرتے ہیں استغفار کیا کرتے ہیں کہ گزرے ہوئے سال میں علمی طور پر عملی طور پر کی کوتاہی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ وہ معاف فرما دے اور اللہ کی توفیق کے ساتھ جو کوئی نیکی ہوئی یا پڑھنے پڑھانے کا موقع ملا اللہ اس کو قبول کر لے، سال کے اختتام پر اجتماعی طور پر اس چیز کی تجدید کی جاتی ہے اور افتتاح میں ہمیشہ جب افتتاحی دعا ہوتی ہے اس میں زیادہ تر رجحان اس طرف ہوا کرتا ہے کہ اللہ سے اس کا فضل وکرم مانگا جائے، اور اس سے عافیت طلب کی جائے کہ آج اس کی توفیق کے ساتھ ہم جس تعلیمی سال کی ابتداء کر رہے ہیں اللہ سارا سال امن قائم رکھے عافیت عطا فرمائے اپنے فضل وکرم کے ساتھ۔

جس مقصد کے لیے ہم جمع ہوئے ہیں اس مقصد کو حاصل کرنے کی اللہ توفیق دے گویا کہ افتتاح میں ہم اللہ سے یہ مانگنا چاہتے ہیں کہ آنے والے سال میں حالات ہمارے لیے سازگار رہیں، ہر طرح سے عافیت اور امن عطا فرمائے، اور ہمیں اچھی طرح سے پڑھنے پڑھانے کا، سمجھنے سمجھانے کا موقع نصیب فرمائے، اور ہر قسم کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے سال کی ابتداء میں زیادہ تر دعا کا رجحان اس طرف ہوتا ہے۔

دین سیکھنے والوں کے متعلق خیر کی وصیت :

اور یہ دو روایتیں بطور تبرک کے میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں ان کا مفہوم آپ کے سامنے ذکر کر دیتا ہوں، زیادہ لمبے بیان کی گنجائش نہیں ہے، پہلی روایت

جو میں نے پڑھی یہ مشکوٰۃ شریف میں کتاب العلم میں ترمذی کے حوالے سے نقل کی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کر کے فرمایا تھا'' ان الناس لکم تبع'' آنے والے وقت میں لوگ تمہارے تابع ہیں، تمہارے پیچھے چلنے والے ہیں، تم متبوع ہو، تم اصل ہو، اور بعد میں آنے والے لوگ تمہارے پیچھے چلنے والے ہیں، وہ تمہارا طریقہ سیکھنے کیلئے، دین سیکھنے کے لیے تمہارے پاس آئیں گے کیونکہ وہ تمہارے تابع ہیں'' **ان رجالا یا تو نکم من اقطار الارض**'' لوگ تمہارے پاس آئیں گے زمین کے اطراف سے،

- مشرق سے،
- مغرب سے،
- شمال سے،
- جنوب سے،
- قریب سے،
- دور سے،

لوگ تمہارے پاس آئیں گے اور ان آنے والوں کا مقصد ہوگا'' یتفقھون فی الدین'' وہ تمہارے پاس آ کے دین کی سمجھ حاصل کرنا چاہیں گے۔

جس وقت لوگ تمہارے پاس آجائیں کہ دور دراز سے آئیں اور ان کا مقصد ہو دین حاصل کرنا فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ برتاؤ اچھا کرنا ہے ''فاستو صوابھم خیرا'' ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا یہ سردر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت تیار کی تھی اور پیچھے آنے

والے لوگ انہی کے تابع ہیں، دین صحابہ رضی اللہ عنہم سے حاصل ہوگا درمیان میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا واسطہ چھوڑ دینے سے دین حاصل نہیں کیا جاسکتا، یہ بات اپنی جگہ واضح ہے۔

جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو وصیت فرمائی تھی آپ جانتے ہیں کہ ہر زمانہ میں جو مقتدا ہیں، جو علماء ہیں وہ سب اس کے مخاطب ہیں جنہوں نے دین حاصل کرلیا، عالم بن گئے، فاضل بن گئے، مدرس بن کے بیٹھ گئے، مفتی بن کے بیٹھ گئے۔

اب لوگ آئیں گے ابھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا چھوٹا سا مدرسہ ہے اور کہاں کہاں سے آپ لوگ آئے ہیں،

- کوئی مشرق سے آرہا ہے،
- کوئی مغرب سے آرہا ہے،
- کوئی شمال سے آرہا ہے،
- کوئی جنوب سے آرہا ہے،
- کوئی قریب سے آرہا ہے،
- کوئی دور سے آرہا ہے،
- کوئی اسی صوبہ سے ہے،
- کوئی دوسروں صوبوں سے ہے،

چاروں طرف سے لوگ آرہے ہیں اور یہ صرف باب العلوم کی خصوصیت نہیں یہ تو ویسے بھی دیہاتی سا مدرسہ ہے ہر مدرسہ کا یہی حال ہے تو چاروں طرف سے لوگ آتے ہیں اور کس لیے آتے ہیں؟

صرف کتابی علم کافی نہیں:

یہ حضرات اساتذہ ہیں جو آپ کے سامنے بیٹھے ہیں، وقت کے علماء، وقت کے فضلاء، وقت کے مفتی، وقت کے محدث وقت کے مفسر، وقت کے فقیہ ان کا سن کر آپ بھاگے ہوئے آتے ہیں کہ وہاں جائیں گے اور وہاں جا کر ہم قرآن حکیم سیکھیں گے، حدیث سیکھیں گے، فقہ سیکھیں گے، علوم دینیہ حاصل کریں گے، علوم دینیہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دینی مزاج اپنائیں گے، بیٹے! صرف کتابی علم کافی نہیں ہوتا۔

بلکہ ہم نے آسان سا نصاب مناسبت کے ساتھ رکھا ہے دین کا ذوق حاصل کرنے کے لیے اصل مقصد دین کا ذوق حاصل کرنا ہوتا ہے ذوق کو یوں سمجھئے کہ جیسے وہ علم انسان کی طبیعت میں رچ جاتا ہے، اس کا طبعی تقاضہ بن جاتا ہے آپ نے صرف وضو کے مسائل نہیں سیکھنے بلکہ وضو کرنا بھی سیکھنا ہے، صرف آپ نے نماز کے مسائل نہیں پڑھنے بلکہ نماز پڑھنی بھی سیکھنی ہے، اور اسی طرح باقی سارے کے سارے کام ہیں جہاد کا ذکر آئے گا آپ نے جہاد کے فضائل پڑھنے بھی ہیں، اور سیکھنے بھی ہیں، کتاب الربوا آئے گی، کتاب النکاح آئے گی، والدین کے حقوق آئیں گے، اولاد کے حقوق آئیں گے، بیوی کے حقوق آئیں گے۔

آپ نے ان کو پڑھنا بھی ہے اور پڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کے اوپر عمل کرنے کا ذوق بھی حاصل کرنا ہے صرف علم کا پڑھنا کافی نہیں ہوتا وہ تو آپ اردو کی کتاب لے کر گھر بیٹھے بھی پڑھ سکتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ دین نہیں آتا دین ہمیشہ صحبت سے آتا ہے اور اپنے بڑوں کے ساتھ لگاؤ سے آتا ہے اس لیے وہ جو کہا کرتے ہیں وہ ایک حقیقت ہے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جتنا کسی بزرگ کے ساتھ تعلق ہوگا اتنا دین پختہ ہوگا تو آج یہ حدیث اس وقت ہمیں بھی سبق دیتی ہے کہ لوگ دور دور سے تمہارے پاس علم حاصل کرنے کے لیے آئیں گے دین سیکھنے کے لیے آئیں گے اس لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہمیں بھی تاکید ہے کہ آنے والوں کے ساتھ برتاؤ اچھا کرنا ہے یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تاکید ہے۔

اچھے برتاؤ کا مقصد:

لیکن اچھے برتاؤ کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ کہ آپ کو اچھا کھلا کر اچھے کپڑے پہنا کر آپ کو سلا دیا جائے کہ دن کو بھی سوئے رہو اور رات کو بھی سوئے رہو اٹھو کھانا کھاؤ اور پھر سو جاؤ کہ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید کی گئی ہے اگر یہ کام کیا جائے تو سال کے بعد بھی جاہل کے جاہل رہو گے اور جیسے آئے تھے اس سے بھی نکمے بن کے جاؤ گے۔

تو ہم نے آپ کے ساتھ کیا بھلائی کی آپ کا وقت ضائع کیا اچھا برتاؤ کا مطلب یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے آپ آئے ہیں اس مقصد میں آپ کو کامیاب کرنے کی کوشش کی جائے اگر آپ علم حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں تو جتنا وقت آپ کا یہاں گزرے وہ آپ کے لیے علم نافع کا باعث ہو، دین حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں تو ہر دن آپ کے لیے دین میں اضافہ کا باعث ہو تا کہ آپ کا مقصد حاصل ہو ،ورنہ کھانا تو آپ کو گھر میں اس سے بھی اچھا ملتا ہے اور کوئی نعمت ایسی نہیں ہے جو آپ کو یہاں کے مقابلہ میں گھر میں اچھی نہ ملتی ہو۔

گھریلو زندگی اور مدرسہ کی زندگی:

میں ویسے سمجھانے کے لیے کہا کرتا ہوں کہ گھر کی زندگی چاہے سادی ہو لیکن

بچوں کے لیے مرغوب فیہ ہوگی آپ مدرسہ میں آئے ہیں آپ کو تازہ سالن ملے گا، تازہ روٹی ملے گی، کھلا ماحول ملے گا، ٹھنڈا پانی ملے گا، سب کچھ ملے گا، لیکن جس وقت مدرسہ سے چھٹی ہوگی اور آپ سے کہا جائے کہ چھٹی تو اگر چہ ہوگئی لیکن کل چلے جانا تو آپ کبھی تیار نہیں ہوں گے گھر بھاگنے کا شوق اتنا ہوگا آپ کو کہا جائے کہ کھانا تیار ہے ابھی نہ جاؤ کھانا کھا کے جاؤ ورنہ کھانا ضائع ہوجائے گا آپ کو اس کی بھی پرواہ نہیں ہوگی، بس چھٹی ہوئی اور بھاگ گئے یہ علامت ہے اس بات کی کہ آپ گھر میں راحت محسوس کرتے ہیں گھر میں آپ کو برتن نہیں دھونے پڑتے، یہاں دھونے پڑتے ہیں، گھر میں آپ کو اپنے کپڑے نہیں دھونے پڑتے، یہاں آپ اپنے کپڑے دھوتے ہیں، یہاں کمرے میں جھاڑو بھی دینا پڑتا ہے، گھر میں ایسی بات نہیں ہے یہاں بستر آپ خود بچھاتے ہیں گھر میں ایسی بات نہیں ہے وہ سارے کام جو گھر میں آپ کی مائیں کرتی ہیں، آپ کی بہنیں کرتی ہیں یہاں وہ سارے کام آپ کو خود کرنے پڑتے ہیں۔

اس لیے یہاں آپ کا آنا ان کاموں کے لیے نہیں ہے کہ گھروں میں آپ کو روٹی نہیں ملتی اس لیے آپ یہاں آگئے یا گھر میں آپ کے رہنے کی جگہ نہیں ہے اس لیے آپ یہاں آگئے یہ مقصد نہیں ہوا کرتا آپ کیوں آئے ہیں؟۔

مدرسہ میں آنے کا مقصد :

آپ اسی مقصد کے لیے آئے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا "**یتفقهون فی الدین**" کہ لوگ تمہارے پاس آئیں گے دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لیے، آپ سب کے متعلق ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ آپ دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لیے ہی آئے ہیں، علم حاصل کرنے کے لیے ہی آئے ہیں، کھانے پینے کے لیے نہیں آئے تو جب بات یہ ہے تو آپ کو اپنے مقصد پر نظر رکھنی چاہیئے اور ہمیں آپ کو اس مقصد کا پابند کرنا چاہیئے۔

استاذ کی مار ہمدردی کا تقاضا ہے:

لہٰذا اگر استاذ آپ کے علمی فوائد کے لیے متعین کریں کہ آپ نے اس وقت بیٹھ کے مطالعہ کرنا ہے آپ مطالعہ کریں، تکرار کرنا ہے تو آپ تکرار کریں، فلاں گھنٹے میں فلاں سبق پڑھنا ہے تو آپ اس کو پڑھیں، آوارہ نہیں پھرنا تو نہ پھریں، بلاضرورت بازار نہیں جانا مدرسہ کی چار دیواری میں رہو، جو ہدایات آپ کو دی جائیں گی وہ آپ کو آپ کے مقصد میں کامیاب کرنے کے لیے ہوں گی۔

اس لیے ان ہدایات کو اپنے لیے زحمت کا باعث نہ سمجھنا بلکہ رحمت کا باعث سمجھنا اگر کوئی شخص آپ کے سامنے حلوے کی پلیٹ رکھے اور آپ سے کہے کہ اس کو کھاؤ اور آپ اسے کھانا نہیں چاہتے تو وہ جوتا اٹھا کر کھڑا ہوا جائے کہ کھا ورنہ جوتا سر پر ماروں گا اب یہ تجھے حلوہ کھلانے کے لیے جوتا مارنا یہ رحمت ہے یا ظلم ہے؟ یعنی اگر تم اپنی غفلت کی بناء پر حلوہ نہیں کھا رہے اور کوئی تمہیں جوتے مار کر کھلائے تو یہ کیا ہے؟

تو یہاں بھی ضرورت کے موقع پر سختی کی یہی مثال ہے کہ آپ اپنی غفلت کی بناء پر کوتاہی کرتے ہیں استاد آپ کے کان کھینچتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھ تکرار کر، یہ سبق تو نے یاد کیوں نہیں کیا؟ یہ ہے آپ کے ساتھ ہمدردی اور آپ کے ساتھ خیر خواہی۔

جب استاذ فرشتہ ہو تو بچے......:

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ سفر میں تھا گزرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ بچوں کا مدرسہ ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے خوبصورت سے آٹھ سال کے، نو سال کے اور ان کے اوپر جو استاد مسلط ہے اس کو میں نے دیکھا کہ وہ کسی کا کان مروڑتا ہے اور کسی کے گال پر تھپڑ مارتا ہے اور کسی کو کوئی سزا دیتا ہے کسی کو کوئی سزا دیتا ہے۔

تو میں نے منتظمین سے کہا کہ ان فرشتوں کے اوپر تم نے اس شیطان کو کیوں مسلط کر رکھا ہے یعنی بچے تو فرشتوں جیسے ہیں اور استاد کسی کو تھپڑ مارتا ہے، کسی کا بازو مروڑ تا ہے کسی کے کان کھینچتا ہے تو یہ فرشتوں کے اوپر تم نے شیطان مسلط کیا ہوا ہے کہتے ہیں کہ میں تو یہ کہہ کر آگے چلا گیا اور کچھ عرصہ کے بعد وہاں دوبارہ آنے کا اتفاق ہوا تو میں نے دیکھا کہ مدرسہ اجڑا ہوا ہے اور بچے کھیلتے پھرتے ہیں، تعلیم کا کوئی نظم ہی نہیں ہے تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ مدرسہ تو بڑا آباد تھا اب کیا ہوا کہ سارا ویران ہوا پڑا ہے؟

وہ کہنے لگے کہ جو استاد پہلے تھا وہ ذرا سخت مزاج تھا وہ بچوں پر ذرا سختی کرتا تھا اور یہ استاد بڑا نرم مزاج ہے تو یوں سمجھو کہ جس وقت استاد تو شیطان سیرت تھا تو بچے سارے فرشتے تھے اور جب ہم نے شریف النفس اور شریف الطبع استاد لا کے بٹھا دیا جو بالکل فرشتہ تھا تو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں استاد کو جب دیکھا کہ وہ فرشتہ ہے تو ایک ایک بچہ شیطان تھا تو استاد شیطان کی طرح ہو تو بچے فرشتے ہیں اور جب استاد فرشتہ کی طرح ہو جائے تو پھر بچے شیطان ہیں۔

اس لیے جانتے بوجھتے ہوئے بھی بسا اوقات آپ پر سختی کرنی پڑتی ہے صرف پیار سے کام نہیں چلا کرتا اور جب سے قانون بن گیا اور سکولوں پر لکھ دیا گیا "مار نہیں پیار" اور قانونی طور پر ممانعت ہوگئی سکول والے بچوں کو مارنے کی تو جب سے بچوں کی پٹائی ختم ہوگئی، اب سکول میں استاد پٹتے ہیں اب طالب علم استادوں کو پیٹتے ہیں۔

اساتذہ کے فرائض اور طلباء کے حقوق:

اس لیے آپ نے اس مقصد کو سامنے رکھنا ہے، اساتذہ اپنا فرض پہچانیں گے، یہ آپ کی طرف اپنا علم منتقل کرنے کی کوشش کریں گے اور آپ کا فرض ہے کہ استاد کی ہدایات کی پابندی کریں سختی کو برداشت کریں۔

کیونکہ آپ اس کو برداشت کریں گے تو آپ کو دین کی سمجھ حاصل ہوگی اس لیے مدرسہ کی پابندیوں کو، سختیوں کو محسوس کرنے کی بجائے اپنی تعلیم کی طرف توجہ دیں، اساتذہ کی سختی یہ رحمت ہوا کرتی ہے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات پر ایک واقعہ لکھا ہے ان کی عادت ہے واقعہ نقل کرنے کے بعد نتیجہ نکالنے کی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے اپنا ایک بیٹا مدرسہ بھیجا، چاندی کی تختی بنوا کر اس کے اوپر سونے کے پانی کے ساتھ یہ فقرہ لکھوایا اور بچہ کے سپرد کیا وہ فقرہ فارسی میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ باپ کی محبت کے مقابلہ میں استاذ کا ظلم طالب علم کے لیے بہتر ہے بسا اوقات باپ کی محبت بچہ کو بگاڑ دیتی ہے اور استاذ کی سختی سنوار دیتی ہے۔

یہ اس لفظ کے تحت عرض کر رہا تھا کہ جو دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لیے آئیں ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کا معیار کیا ہے اگر آپ کے لیے کتاب مہیا ہے، آپ کے لیے درسگاہ مہیا ہے، آپ کے لیے بیٹھنے کی جگہ ہے، آپ کے آرام کی جگہ ہے، استاد آپ کو صحیح طرح پڑھاتا ہے، اور سمجھاتا ہے تو یوں سمجھو کہ استاد اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔

اب آگے اس علم کو قبول کرنا اور اس کو جذب کرنا یہ آپ کی ذمہ داری ہے آپ جتنی محنت کریں گے اتنے ہی کامیاب ہوتے چلے جائیں گے لہذا یہ ہدایات یا اساتذہ کی طرف سے سختیاں یہ طالب علم کے لیے رحمت ہوتی ہیں، طالب علم کے لیے زحمت نہیں ہوتیں جن کے ذہن میں یہ بات نہیں ہوتی وہ جگہ جگہ اعتراض کریں گے اور یہ اعتراض کرنے والے عموماً وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے سامنے سوائے کھانے پینے کے اور کوئی مقصد نہیں ہوتا آپ اپنے مقصد کو سامنے رکھیں "یتفقھون فی الدین" دین کی سمجھ حاصل کرو اس مقصد کو پیش نظر رکھو۔

حدیث کی تشریح :

اور دوسری روایت میں نے جو پڑھی ہے وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق تقسیم کیے ہیں جیسا کہ تمہارے درمیان تمہارا رزق تقسیم کیا ہے، لمبی بات عرض کرنے کی ہمت نہیں ہے آپ طالب علم ہیں آپ جانتے ہیں کہ ''کما قسم بینکم ارزاقکم '' یہ مشبہ بہ ہے اور '' قسم بینکم اخلاقکم '' یہ مشبہ ہے اور مشبہ بہ وہ چیز ہوا کرتی ہے جو زیادہ معروف ہو، جانی پہچانی ہو جیسے ہم کہتے ہیں کہ زید شیر ہے تو یہ وہی سمجھے گا جس کو پتہ ہو کہ شیر میں بہادری ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بدیہی طور پر یہ بات معلوم ہے کہ رزق کی تقسیم واقعی اللہ کے ہاتھ میں ہے، جس کے پاس زمین نہیں، جس کے پاس کارخانہ نہیں، جو سرکاری ملازم نہیں، اور صنعت کار نہیں، تاجر نہیں، ہم جیسے درویش ان کو اللہ اتنا دیتا ہے اتنا دیتا ہے کہ سنبھالا ہی نہیں جاتا، فاقہ سے مرتا ہوا کسی کو نہیں دیکھا ہوگا، بدہضمی سے بیمار تو سارے ہی ہیں۔

بسا اوقات ہاضمہ کی گولیاں ساتھ جیب میں رکھنی پڑتی ہیں ورنہ ڈاکٹروں اور حکیموں سے پوچھ کر دیکھو کہ معدہ کے مریض مولوی کتنے آتے ہیں؟ اور اگر اللہ تعالیٰ فاقہ سے مارنا چاہے تو ایک آدمی کروڑوں کا مالک ہے، اربوں کا مالک ہے، ڈاکٹر کہتا ہے کہ تجھے بلڈ پریشر ہے تو نے نمکین چیز نہیں کھانی، تجھے شوگر ہے میٹھی چیز نہیں کھانی، تجھے یہ بیماری ہے گھی اور چکنی چیز نہیں کھانی پھر کھائیں کیا؟

دال ابال کر یا سبزی ابال کر پیو اور اب کروڑوں کا مالک ہے لیکن ہر چیز سے محروم ہے، نمکیات سے محروم، مٹھائیوں سے محروم، گھی والی چیزوں سے محروم،

تو اس طرح اللہ نے رزق کو تقسیم کیا ہے اور یہ بالکل واضح چیز ہے اور آگے پھر فرمایا'' ان اللہ یعطی الدنیا من یحب ومن لایحب '' اللہ تعالیٰ دنیا کا سازو سامان تو ان کو بھی دیتا ہے جن کو اللہ پسند کرتا ہے اور ان کو بھی دیتا ہے جن کو اللہ پسند نہیں کرتا، جن کے ساتھ اللہ کو محبت ہوتی ہے دنیا کا سامان ان کو بھی دیتا ہے، اور جن سے محبت نہیں ہوتی ان کو بھی دیتا ہے۔

بلکہ اگر آپ دیکھیں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ جو اللہ کے نزدیک مبغوض ہوتے ہیں ان کو زیادہ دیتا ہے اور آگے فرمایا'' ولا یعطی الدین الا من احب'' لیکن دین اللہ نہیں دیتا مگر اسی شخص کو جس سے اللہ کو محبت ہوتی ہے'' فمن اعطاہ اللہ الدین فقد احبہ '' جس کو اللہ نے دین دیدیا یہ علامت ہے اس بات کی کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے ایک تو ہے کہ تمہیں اللہ سے محبت ہے وہ بات اپنی جگہ رہی۔

لیکن دین کامل جانا یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ کو آپ سے محبت ہے تو گویا آپ لوگ اللہ کے محبّ ہونے کے ساتھ اللہ کے محبوب بھی ہیں اس لیے اپنے اس منصب اور مقام کو ہمیشہ یاد رکھیں۔

خودشناسی کا اثر :

کیونکہ خودشناسی جو ہے اس کا اخلاق پر بہت اثر پڑتا ہے آپ صبح صبح دیکھتے ہیں کہ اچھے اچھے جوان اور ٹھیک ٹھاک قسم کے لوگ انہوں نے جھاڑو اٹھایا ہوا ہے اور سڑکوں پر جھاڑو دیتے پھر رہے ہیں، نالیاں صاف کرتے پھر رہے ہیں آپ پاس سے گزریں گے تو ان کو کوئی شرم نہیں آئے گی کہ ہمیں دیکھنے والا کیا کہے گا کہ یہ نالیاں صاف کر رہا ہے۔

کیونکہ وہ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کہ میرا منصب یہی ہے اور اس کی جگہ آپ کو کوئی دیکھ لے کہ آپ سڑک پر جھاڑو دے رہے ہیں تو آپ شرم کے مارے سر بھی نہیں اٹھائیں گے کیونکہ آپ سمجھتے ہیں کہ ہماری یہ حیثیت نہیں ہے، جھاڑو دینا ہمارے

منصب کا تقاضہ نہیں ہے ،اور جنہوں نے اپنے آپ کو یہ سمجھا کہ ہمارا پیشہ یہی ہے وہ کوئی شرمندگی محسوس نہیں کرتے ۔

اللہ کے محبّ بھی اور محبوب بھی:

اسی طرح جب آپ کے ذہن میں یہ ہوگا کہ ہم اللہ سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہی ہیں لیکن جس کام میں ہم لگے ہوئے ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یہ علامت ہے کہ تم اللہ کے محبوب بھی ہو تو جس وقت آپ اپنے آپ کو اللہ کا محبوب سمجھیں گے تو پھر ایسی کوئی حرکت نہ کرو جو اللہ کو ناراض کرنے والی ہو یہ آپ کے منصب کے خلاف ہے، محبوب ہونے کا تقاضہ یہ ہے کہ اس محبت کی قدر کرو اور اپنی طرف سے جو محبت کا دعویٰ ہے۔

اس کا تقاضہ ہے کہ اس کے حقوق ادا کرو، اس کے اندر ہے وقت پر نماز پڑھنا، وقت پہ اللہ کے احکام کی رعایت رکھنا، نماز کی پابندی کرنا، اللہ کے احکام کی رعایت رکھتے ہوئے وقت گزارنا، یہ آپ کے منصب اور مقام کا تقاضہ ہے۔

محبّ بننے کا تقاضا:

اور پھر اس کی تفصیل میں آگے دو جملے رسول اللہ ﷺ قسم کھا کر کہتے ہیں ''**والذی نفسی بیدہٖ لایسلم عبد حتیٰ یسلم قلبه ولسانه**'' کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہو دل مسلمان ہونا چاہیئے زبان مسلمان ہونی چاہیئے'' **ولا یؤمن حتیٰ یأمن جارہ بوائقه**'' اور کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی تکلیفوں سے اس کا پڑوسی امن میں نہ ہو، اور پڑوسی ایک تو وہ ہوتا ہے جس کے گھر کے ساتھ دیوار ہے، اور مدرسہ کی چار دیواری میں آپ جتنے ہیں آپ سب ایک دوسرے کے جار ہیں، آپ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔

لہذا ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا، ایک دوسرے کو تکلیف پہنچانا، بغیر اجازت

دوسرے کی چیز اٹھانا، کسی کو ذہنی اذیت پہنچانا، یہ ساری باتیں ایمان کے منافی ہیں آپ اس طرح رہیں کہ آپ کے ساتھ رہنے والے یہ سمجھیں کہ اس کی طرف سے ہمیں کسی تکلیف کا کوئی اندیشہ نہیں یہ ایک شریف آدمی ہے نہ کسی کو نقصان پہنچاتا ہے اور نہ بے احتیاطی کے ساتھ اپنا نقصان ہونے دیتا ہے، تو دل بھی مسلمانوں جیسا ہونا چاہیے زبان بھی مسلمانوں جیسی ہونی چاہیے، اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ نے ہمیں دین کی طرف متوجہ کردیا ہے، یہ علامت ہے اس بات کی کہ اللہ ہم سے محبت کرتا ہے یہ ابتدائی چند باتیں تھیں جو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کردیں، باقی اساتذہ آپ کو ہدایت دیتے رہیں گے آپ نے ان کی پابندی کرنی ہے۔

اور خصوصیت کے ساتھ آج ہی سے اس احساس کے ساتھ دعا کرو کہ یا اللہ! جس مقصد کے لیے ہم آئے ہیں ہمیں اس مقصد میں کامیاب کر، دین کی سمجھ عطا کر، اور دوسرے نمبر پر محنت کرو اور محنت سے ہی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی علم نافع اور عمل صالح عطا فرمائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

فقہاء اور محدثین کا مقام

بموقع: افتتاح بخاری شریف

بتاریخ: شوال ۱۴۳۲ھ

بمقام: خانقاہ سراجیہ کندیاں میاں والی

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ بحَدَّثَنَا الْحُمَیْدِ یُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَا نُ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیَ ابْنُ سَعِیْدِنِ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اِ بْرَ اھِیْمَ التَّیْمِیُّ اَ نَّہٗ سَمِعَ عَلْقَمَۃَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّیْثِیَّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِاِمْرِئٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوْ اِلَی امْرَاَۃٍ یَّنْکِحُھَا فَھِجْرَ تُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ ۔

وحی اور علم وہدایت کی مثال:

بخاری شریف میں پہلا باب ہے" باب کیف کان بدؤ الوحی" اس کے بعد کتاب الایمان ہے، اور اس کے اختتام پر کتاب العلم ہے اور کتاب العلم کے اختتام سے شروع ہوجائیگی کتاب الطہارۃ، احکام کے ابواب شروع ہوجائیں گے۔

کتاب العلم میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وساطت سے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس علم اور ہدایت کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے آسمان سے کثرت کے ساتھ بارش ہو، تو آسمان کی طرف سے جب موسلادھار بارش ہوتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس سے زمین کے قطعات مختلف ہوجاتے ہیں، ایک ٹکڑا زمین کا ایسا ہوتا ہے

- جو اس پانی کو اپنے اندر سموتا ہے،
- پانی کو چوس لیتا ہے،
- جذب کرلیتا ہے،

اور وہ زمین زرخیز ہوتی ہے، پھر وہ گھاس اور نباتات نکالتی ہے اور ایک زمین کا ٹکڑا ایسا سخت ہوتا ہے جیسے پتھریلے علاقہ میں سخت زمین ہوتی ہے کہ وہ پانی کو جذب نہیں کرتی لیکن پانی کو تالاب کی شکل میں جمع کرلیتی ہے۔

ان دونوں میں فرق کیا ہوتا ہے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی زمین نے پانی لیا لیکن جیسا لیا ویسا نہیں لٹایا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے قدرتی استعداد جو اس زمین کے اندر رکھی ہے اس کے ساتھ وہ زمین مختلف قسم کے پھل مختلف قسم کے پھول مختلف غلہ جات، مختلف نباتات اگاتی ہے، اور دوسری قسم کی زمین پانی چوس تو نہیں سکتی

لیکن اس نے پانی کو ضائع بھی نہیں ہونے دیا، پانی کو تالاب کی شکل میں محفوظ کرلیا، جب تالاب کی شکل میں پانی محفوظ ہوگیا تو لوگ وہاں سے پانی لیکر خود بھی پانی پیتے ہیں جانوروں کو بھی پلاتے ہیں، اور وہاں سے پانی لے کر اپنی دوسری ضروریات بھی پوری کرتے ہیں بہر حال وہ زمین پانی کو ضائع نہیں ہونے دیتی اور ایک تیسرا ٹکڑا ہے جس کو ہم کلر اور شور والی زمین کہتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ زمین ایسی ہے جو پانی کو ضائع کردیتی ہے، نہ خود فائدہ اٹھاتی ہے نہ کسی کے لئے مفید ثابت ہوتی ہے۔

مثال کے مصداق:

پھر اس کے خود ہی مصداق بیان فرمائے کہ یہ جو پہلی دو قسم کی زمین ہے یہ تو مثال ہے اس شخص کی جو علم حاصل کرتا ہے اور پھر آگے اس کی تعلیم دیتا ہے اور اس کو پھیلاتا ہے، پہلی دونوں قسم کی زمین اس کی مثال ہے جو علم حاصل کرتا ہے اور پھر اس کو پھیلاتا ہے، اور تیسری مثال اس شخص کی ہے جو علم کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا، بارش ہوتی رہتی ہے اور ضائع ہوتی رہتی ہے وہ قبول ہی نہیں کرتا، فائدہ ہی نہیں اٹھاتا۔

ابتداءً جو دو ٹکڑے ذکر کئے تھے ان میں سے پہلا ٹکڑا جو ہے وہ علم حاصل کرنے اور پھیلانے والے کی مثال ہے لیکن مجتہدین کی جو قرآن وحدیث کو پڑھتے ہیں اور پڑھنے کے بعد جو اللہ نے ان کے دل کے اندر اجتہادی قوت رکھی ہے اس کے ساتھ اجتہاد کرکے دین کو عوام کے لئے مفید اور آسان بناتے ہیں، اس کی تشریح کرنا اس وقت مقصود نہیں ہے وہ علم تو وہی ہوتا ہے جو آسمان سے آیا لیکن جس شکل میں لیا تھا انہوں نے اس شکل میں واپس نہیں کیا، بلکہ مخلوق کے لئے مفید ترین بناکے واپس کیا ہے، آسان ترین بناکے واپس کیا ہے جس سے مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے۔

اور دوسری مثال جو ہے وہ ہے حفاظ اور محدثین کی کہ ایک آدمی قرآن کریم

حفظ کرتا ہے، سمجھتا نہیں ہے، لاکھوں نہیں کروڑوں حافظ ایسے موجود ہوں گے جن کو کہو تو ایک ہی مجلس میں "الحمد للہ رب العالمین" سے "والناس" تک پورا قرآن آپ کو سنا دیں گے سارا ہی یاد ہوگا، لیکن سمجھتے نہیں ہوں گے، ترجمہ نہیں جانتے، مطلب نہیں جانتے لیکن قرآن کریم فرفر سنا دیں گے تو گویا کہ جیسا علم اللہ تعالیٰ نے اتارا تھا انہوں نے ویسے کا ویسا محفوظ کرلیا اس میں کوئی تصرف نہیں کیا، آگے بیٹھ کر پڑھانا شروع کردیا جیسا علم لیا تھا ویسا ہی آگے منتقل کرنا شروع کردیا۔

یہ مثال ہے اس زمین کی جس نے پانی کو تالاب کی شکل میں محفوظ کرلیا، تو پانی جیسا اترتا ہے وہ زمین محفوظ رکھتی ہے، ویسے ہی آگے منتقل کردیتی ہے اس میں کوئی تغیر اور تصرف نہیں کرتی، اور یہی مثال ہے محدثین کی اور محدثین کا کام بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم و فضل اتارا، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی نشر واشاعت کی محدثین نے وہ سارے کا سارا جمع کرلیا، محدثین کا کام احکام بیان کرنا نہیں ہے، ان کا کام اس پانی کو محفوظ رکھ کر آلودگی سے بچاتے ہوئے اس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہونے دینا ہے اس طرح اس پانی کو آگے منتقل کرتے ہیں، اور ان کا کام یہی ہے کہ اس کو سنبھالیں اور سنبھال کر آگے منتقل کریں۔

اکثر محدثین مقلد ہیں:

اس لئے محدثین میں تقریباً سارے کے سارے ہی سب کے بارے میں اتفاق ہے بعض محدثین کے بارے میں اختلاف ہے، جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ یہ محدث بھی تھے اور مجتہد بھی تھے، ورنہ اکثر و بیشتر محدثین کے بارے میں اتفاق ہے کہ وہ کسی نہ کسی فقیہ امام کے مقلد تھے، اب ایک حافظ ہو جو عشرہ قرأت کا قاری ہو اور وہ آپ کو ساتوں قرأتوں میں قرآن کریم سناتا ہے، لیکن اگر آپ اس سے مسئلہ پوچھیں کہ یہ صورتحال پیش آئی ہے نماز ٹوٹ گئی یا نہیں؟ وہ کہے گا،

- یہ مسئلہ کسی مولوی سے پوچھو،
- یہ بات کسی مفتی سے پوچھو،

یہ حافظ کے بتانے کی نہیں ہے، تو حافظ کے پاس قرآن تو سارا ہے لیکن چونکہ وہ اس کا مطلب نہیں سمجھتا، استدلال نہیں کرسکتا، مسئلہ نہیں بتاسکتا اس لئے مسئلہ مولوی سے پوچھو، مفتی سے پوچھو۔

یہی حال محدثین کا ہے کہ وہ روایات تو جمع کرتے ہیں یہ روایت کس درجہ کی ہے؟ صحت کے اعتبار سے کیسی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی نسبت ثابت بھی ہے یا نہیں، لیکن فقہی مسائل بیان کرنا اور فتوے دینا محدثین کا کام نہیں ہے۔

حدیث کا مطلب فقہاء ہی سمجھتے ہیں:

ہمارے ہاں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ان میں جامع ترمذی بھی ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے ہیں، ان کی عادت ہے کہ روایت نقل کرتے ہیں اور پھر بتاتے ہیں کہ کس کس فقیہ کا مسلک اس کے مطابق ہے، اور پھر دوسری روایت نقل کرتے ہیں تو بتاتے ہیں کہ کس کس فقیہ کا مسلک اس کے مطابق ہے، دو ترجمۃ الباب رکھتے ہیں اور فقہاء کے مسلک کو بیان کرتے ہیں کہ اس مسئلہ میں فلاں کا یہ قول ہے اور فلاں کا یہ قول ہے۔

کتاب الجنائز میں ایک روایت نقل کرتے ہیں اور نقل کرنے کے بعد فقہاء کا مسلک نقل کرکے کہتے ہیں، حاصل اس کا یہ ہے جو اپنے الفاظ میں نقل کررہا ہوں کہ بظاہر یہ مسلک حدیث کے الفاظ سے مناسبت نہیں رکھتا کہتے ہیں "**كذلك قالت الفقهاء**" فقہاء نے مسئلہ یوں ہی بیان کیا ہے "**وهم اعلم بمعاني الحديث**" حدیث کا مطلب فقہاء ہی سمجھتے ہیں، بظاہر مسئلہ روایت کے مطابق نہیں ہے لیکن "**هم اعلم بمعاني الحديث**" فقہاء ہی حدیث کے مفہوم کو صحیح سمجھتے ہیں۔

اس میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فہم حدیث، فقہ، تفقہ یہ فقہاء کا حصہ ہے، محدثین نے علم محفوظ کر لیا جو سرور کائنات ﷺ نے پھیلایا تھا، اور جس طرح لیا تھا لفظ بلفظ آگے منتقل کردیا، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جمع کردہ یہ ذخیرہ جو ہمارے سامنے رکھا ہوا ہے یہ یوں سمجھو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس علم وہدایت کو جو آسمان سے برسا تھا رسول اللہ ﷺ نے جو پھیلایا تھا، ایک بہترین محفوظ صاف ستھرے تالاب میں پانی جمع کر کے امت کے لئے اکٹھا کر کے رکھ دیا ہے تو یہ ایک تالاب ہے جہاں سے علم اور ہدایت امت میں تقسیم ہوتی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر حدیث کی سند بیان کرنے کا التزام کیا ہے:

بہت ساری مباحث آسکتی ہیں لیکن ان کو چھوڑ کر مختصر بات کر رہا ہوں، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایک روایت کی سند بیان کی ہے کہ مجھے یہ بات کس نے سنائی؟ میرے استاذ کو کس نے سنائی؟ اس کو کس نے سنائی؟ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر روایت کی سند کو مستقل بیان کیا ہے، جیسے یہاں ہم نے پڑھا تھا کہ پہلے استاذ حمیدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، دوسرے سفیان رحمۃ اللہ علیہ ہیں، تیسرے یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، چوتھے محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ہیں، پانچویں علقمہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور چھٹے نمبر پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں آگے رسول اللہ ﷺ ہیں۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب میں بائیس روایتیں ایسی ہیں کہ جن میں صرف تین راوی ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان، جن کو ثلاثیات بخاری کہا جاتا ہے، ثلاثیات میں سے پہلی روایت آئے گی **"حدثنا مکی بن ابراھیم قال حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمة هو ابن الاکوع قال قال رسول الله ﷺ من یقل علی مالم اقل فلیتوأ مقعده من النار"** مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، یزید بن ابی عبید رحمۃ اللہ علیہ مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے وہ روایت لیتے ہیں، سلمہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے متعلق جو ایسی بات کہے جو میں نے نہ کہی ہو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، یعنی میری طرف غلط نسبت کرنے والا اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، اس روایت میں تین راوی ہیں، تو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو ساری روایتیں اپنی سند کے ساتھ اکٹھی کی ہیں۔

حضرت حکیم العصر مدظلہ کا سلسلہ سند :

اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کی کتاب اگر چہ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کتاب کو سماع کرنے والے تقریباً نوے ہزار شاگرد ہیں، محمد بن یوسف الفربری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس ذخیرہ کو لیا، تو گویا کہ یہ علم کی نسبت حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے آگے اس طرح شروع ہوئی ہے، چونکہ ابتداء ہو رہی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان راویوں کے نام لے دوں جو ہمارے محسنین ہیں جن کے ذریعہ سے ہمیں علم پہنچ رہا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تو ہیں محمد بن یوسف الفربری رحمۃ اللہ علیہ، اور محمد بن یوسف الفربری رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب لی عبداللہ بن احمد السرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے، اور ان کے نیچے ہیں شیخ ابوالحسن عبدالرحمان بن مظفر الداؤدی رحمۃ اللہ علیہ، اور ان کے نیچے ہیں شیخ ابوالوقت عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب السجزی الہروی رحمۃ اللہ علیہ، ان سے نیچے ہیں السراج الحسین بن المبارک الزبیدی رحمۃ اللہ علیہ، ان سے نیچے ہیں ابوالعباس احمد بن ابی طالب الحجازی رحمۃ اللہ علیہ، ان سے نیچے ہیں احمد بن ابراہیم التنوخی رحمۃ اللہ علیہ، ان سے نیچے ہیں شیخ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، ان سے نیچے ہیں شیخ احمد زکریا بن محمد

ابو یحیٰ الانصاری رحمۃ اللہ علیہ،ان سے نیچے ہیں شیخ الدین محمد بن احمد بن محمد الرملی رحمۃ اللہ علیہ، ان سے نیچے ہیں احمد بن عبدالقدوس ابوالمواہیب رحمۃ اللہ علیہ،ان سے نیچے ہیں احمد القشاشی رحمۃ اللہ علیہ، ان سے نیچے ہیں شیخ ابراہیم الکردی المدنی رحمۃ اللہ علیہ ، اور شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹاان کا جانشین ہے شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی رحمۃ اللہ علیہ ، یہاں تک یہ سند مدنی ہے ،محمد بن ابراہیم الکردی رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارے شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ میں سفر کر کے ایک سال وہاں ٹھہر کر یہ حدیث پڑھ کر آئے تھے ، ہندوستان میں جو حدیث کا چرچہ ہوا ہے وہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا ہے۔

دورہ حدیث کا مطلب اور اس کی ابتداء:

اگر بات لمبی نہیں ہورہی تو درمیان میں ایک بات کی وضاحت کردوں کہ ہمارے ہاں ایک لفظ بولا جاتا ہے ،اور جو آج ہر کسی کی زبان پر ہے دورہ حدیث شریف، یہ دورہ حدیث کیا چیز ہے؟ دورے کا لفظ ہماری زبان میں عام طور پر بولا جاتا ہے کہ

- فلاں حاکم دورہ پر گیا ہوا ہے،
- فلاں حاکم پاکستان کے دورہ پر آیا ہوا ہے،

جب شعبان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو مدارس میں

- کہیں صرف کا دورہ ہورہا ہے،
- کہیں نحو کا دورہ ہورہا ہے،
- کہیں میراث کا دورہ ہورہا ہے،

سارے دورے ہی دورے ہیں ، یہ دورہ عربی کا لفظ ہے، دار یدور گھومنے کو کہتے ہیں ،افسر دورہ پر آیا ہوا ہے ،یعنی جہاں تک اس کے اختیارات ہیں وہاں تک

چکر لگانے کے لئے آیا ہوا ہے، دورہ کا معنی یہ ہوتا ہے، تو یہاں پر دورہ حدیث کا کیا معنی؟

یہاں متحدہ ہندوستان میں دورہ حدیث شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوا ہے، اس دورہ کا کیا مفہوم تھا؟ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ رحیمیہ جو ان کے والد کا مدرسہ تھا اس میں انہوں نے حدیث پڑھانی شروع کی تھی، طریقہ یہ اختیار کیا کہ ایک سال میں وہ مشکوۃ شریف پڑھاتے تھے، اور ہمارے ہاں دورہ حدیث شریف سے پہلے مشکوۃ شریف پڑھائی جاتی ہے، اور اس میں ان کا طرز یہ تھا کہ پہلے عبارت پڑھاتے پھر اس کا ترجمہ کرواتے، حل لغات کرتے اگلے دن اسی سبق کی شرح طیبی جو آج کل چھپی ہوئی ہے اور عام ملتی ہے وہ پڑھ کر سنا دیا کرتے تھے۔

یوں کر کے وہ سال میں مشکوۃ شریف ختم کروا دیا کرتے تھے، ایک سال میں مشکوۃ شریف ختم کروانے کے بعد اگلے سال پورا ذخیرہ حدیث، صحاح ستہ، مؤطین، طحاوی، یہ بڑی بڑی معروف کتابیں ان سب کی ان سے تلاوت کروا دیا کرتے تھے، کوئی بقدر ضرورت بات ہوتی تو کر دی ورنہ مقصد ان کا یہ تھا کہ طالب علموں کی ایک ایک روایت کے ساتھ سند متصل ہو جائے، ہر روایت سند متصل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جائے، تو پورے ذخیرہ حدیث کی تلاوت کرواتے تھے اس کے لئے لفظ دورہ کا استعمال ہوا کہ پورے ذخیرہ حدیث میں طالب علموں کا چکر لگوا دیا ہے، یہ ہے دورہ کا مفہوم۔

دورہ حدیث میں مقصود ہی تلاوت ہے:

اور اس سے آپ یہ بھی سمجھ لیں کہ کئی دفعہ ایسے ہوتا ہے کہ سال کے آخر میں استاذ تقریر نہیں کرتا، طلباء سے صرف عبارت پڑھواتا ہے، اس موقع پر بعض طالب علم درس گاہ میں آنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے کہ تلاوت ہی ہونی ہے، یہ ان کی گمراہی

ہے، کیونکہ دورہ میں مقصود ہی تلاوت ہے، مطلب تو سارے مشکوٰۃ میں بیان ہوجاتے ہیں، مذاہب کا تذکرہ تو مشکوٰۃ میں ہوجاتا ہے، تو گویا کہ ہم بولیں تو سننے کے لئے تیار ہو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نقل کی جائے تو تم سننے کے لئے تیار نہیں، تمہاری لاپرواہی کا پھر یہ مطلب ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے کے لئے تو آپ تیار نہیں ہیں اور ہم اپنی کہنا شروع کردیں تو آپ توجہ سے سنتے ہیں، دورہ حدیث شریف میں عبارت کی بہت اہمیت ہے، یہ ہے مطلب دورہ حدیث شریف کا۔

دورہ صرف کا معنی یہ ہوتا ہے کہ سال بھر صرف پڑھی تھی، پندرہ بیس دن میں استاذ طالب علم کو دوبارہ اسی میں گھما پھرا دیتا ہے، اس کو دورہ صرف کہتے ہیں، سارا سال ترجمہ قرآن کریم پڑھتے رہے، پندرہ بیس دن میں دوبارہ اسی میں گھما پھرا دیا اس کو دورہ تفسیر کہتے ہیں، تو اس دورہ کا یہ معنی ہے۔

مولانا عبدالخالق سے شاہ ولی اللہ تک سلسلہ سند :

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ شروع ہوا ہے، اجتماعی طور پر حدیث شریف کا سبق متحدہ ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے رائج کیا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو طریقہ جاری کیا تھا اس کو جاری رکھا آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے نواسے شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے، شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس طریقہ کو جاری رکھا ان کے شاگرد شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے، شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ طریقہ لیا مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے، اور انہوں نے دیوبند کے اندر وہ طریقہ جاری کیا، تو ان سے وہ طریقہ لیا شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے اور شیخ الہند محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، اور سید انور شاہ

کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن سے میں نے یہ کتاب پڑھی ہے ،تو اس کتاب میں میرے استاذ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت حکیم العصر مدظلہ کی خانقاہ سراجیہ سے نسبت :

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا دیوبند میں تھا اور سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے لیکن مرید اس خانقاہ سراجیہ کے تھے ،نسبت ان کی اس خانقاہ کی طرف تھی ، بلکہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب لدھیانوی سلیم پوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ان کو خلافت بھی ملی ہوئی تھی ،سفرحج کے دوران مدینہ منورہ میں حضرت نے ان کو اجازت دی تھی ، میں چونکہ مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہوں اس واسطہ کے ساتھ میری نسبت بھی اس خانقاہ کے ساتھ ہے۔

اور صرف یہی نسبت نہیں بلکہ آپ نے اعلان میں سنا تھا عبدالمجید لدھیانوی، لدھیانہ تو ضلع ہے اور سلیم پور گاؤں تھا جہاں کے مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے،میری ولادت اسی گاؤں کی ہے اور میں نے اپنی زندگی کے چودہ سال پاکستان بننے سے پہلے اسی گاؤں میں گزارے ہیں تو میں لدھیانوی ہونے کے ساتھ ساتھ سلیم پوری بھی ہوں،میرے والد صاحب حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور میرے بڑے بھائی حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے،اور میری بیعت حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، میری نسبت ان کی طرف ہے،تو یہ جتنی نسبتیں بھی ہیں تو برابر سرابر بلکہ زیادہ نسبتوں کا دباؤ اسی خانقاہ کی طرف ہے۔

میں آج اس بارے میں بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ آج یہ تعلیمی سلسلہ کا آغاز ہے اور یہاں دورہ حدیث شریف کا افتتاح ہو رہا ہے، یہ میرے لئے بہت

ہی مسرت اور خوشی کی بات ہے، پچھلے سال ختم مشکوۃ کے موقع پر حاضر ہوا تھا تو ان مخدومین کو یہ مشورہ دے کر گیا تھا کہ یہ علاقہ دورہ حدیث سے خالی ہے، اس لئے اگر آپ اپنے طالب علموں کو کہیں اور وہ راضی ہو جائیں تو دورہ حدیث ضرور شروع ہونا چاہیئے، اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو ہمارے لئے خیر و برکت کا ذریعہ بنائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے، اور جو کہا سنا اس کو اپنی بارگاہ الٰہی میں قبول فرمائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تصحیح نیت کی اہمیت

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ بِحَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیَ ابْنُ سَعِیْدِنِ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ التَّیْمِیُّ اَنَّہٗ سَمِعَ عَلْقَمَۃَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّیْثِیَّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِاِمْرِیٍٔ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوْ اِلَی امْرَاَۃٍ یَّنْکِحُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

روایت بالمعنی صحاح ستہ میں موجود ہے :

گذشتہ سال آپ حضرات نے مشکوٰۃ شریف پڑھی، مشکوٰۃ شریف میں بھی کتاب الایمان شروع ہونے سے پہلے صاحب مشکوٰۃ نے اس روایت کو نقل کیا ہے، وہاں بھی یہ لفظ ہیں "عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله ﷺ انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی فمن کانت هجرته الی الله ورسوله فهجرته الی الله ورسوله ومن کانت هجرته الی الدنیا یصیبهااوامرء ة یتزوجها فهجرته الی ماهاجر الیه" اور آگے انہوں نے لکھا ہے متفق علیہ، جس سے اشارہ اس طرف تھا کہ یہی روایت مسلم شریف میں بھی موجود ہے صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔

اور جو روایت آپ یہاں پر پڑھ رہے ہیں تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں وہ الفاظ نہیں ہیں جو صاحب مشکوٰۃ نے اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں، تو اصل بات یہ ہے کہ یہ بات صحیح بخاری میں سات جگہ آئی ہوئی ہے، اس کے علاوہ چھ جگہ اور ہے، اور ان موقعوں میں الفاظ مختلف ہیں، ایک جگہ وہ الفاظ بھی ہیں جو صاحب مشکوٰۃ نے نقل کئے ہیں تو متعدد جگہ پہ ایک ہی روایت کا آنا یہ علامت ہے اس بات کی کہ صحاح کے اندر بھی روایت بالمعنی موجود ہے، اور یہ آپ نے نخبۃ الفکر میں پڑھا ہے کہ روایت بالمعنی صحابہ میں عام تھی، اور صحاح میں بھی یہ موجود ہے۔

روایت بالمعنی کا مفہوم :

روایت بالمعنی کا مفہوم یہ ہوا کرتا ہے کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اس کو سمجھ لیا، سمجھنے کے بعد اس کی ادائیگی کے لئے رسول اللہ ﷺ کے الفاظ نقل نہیں کئے بلکہ اس مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیا، تو جب اس مفہوم کو اپنے الفاظ میں ادا کریں گے تو الفاظ مختلف ہو سکتے ہیں، آپ نے سمجھ کر اپنے الفاظ میں نقل کیا، دوسرے نے سمجھ

کر دوسرے الفاظ میں نقل کیا، تو یہ الفاظ میں اختلاف جو ہوتا ہے یہ روایت بالمعنی کے طور پر ہوتا ہے۔

مذکورہ حدیث کی روایت میں عجیب اتفاقات:

ورنہ اکثر وبیشتر ایسے موقع پر جو توجیہ کرتے ہیں کہ شاید رسول اللہ ﷺ نے یہ روایت بار بار بیان فرمائی ہو، کبھی اِن الفاظ کے ساتھ بیان کردی کبھی اُن الفاظ کے ساتھ بیان کردی، ایسا بھی ہوتا ہے کہ بات ایک ہو اور متعدد جگہ پر جب انسان کہے تو مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کردی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بات ایک ہو اور متعدد جگہ جب انسان کہے تو الفاظ میں تبدیلی آجاتی ہے لیکن اس روایت کے بارے میں یہ بات کہنا اس لئے مشکل ہے کہ یہ روایت پورے ذخیرہ حدیث میں صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کا کوئی اور دوسرا راوی نہیں ہے، یہاں جس طرح سے حضرت علقمہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے منبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات سنی، منبر پر سننے کا معنی یہ ہے کہ خطاب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ روایت سنائی، چاہے جمعہ کا خطبہ ہو چاہے اس کے علاوہ کوئی اور خطبہ ہو منبر پر بیان کرنے کے یہ معنی ہیں۔

اور بعض روایات میں یہی الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات منبر پر رسول اللہ ﷺ سے سنی جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ نے بھی کسی خطبہ کے موقع پر یہ بات ارشاد فرمائی، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ منبر پر یہ روایت ذکر کی گئی لیکن صحابہ کی پوری جماعت میں سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس کا کوئی راوی نہیں ہے۔

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ روایت خطبہ میں بیان فرمائی، جس کا مطلب ہے کہ مجمع میں بیان فرمائی لیکن یہ عجیب بات ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس

روایت کو نقل کرنے والے پورے ذخیرہ حدیث میں سوائے علقمہ رضی اللہ عنہ کے کوئی راوی نہیں ہے، اور حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور کوئی راوی نہیں ہے، اور محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنے میں یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کوئی راوی نہیں ہے، اس سے نیچے روایت متواتر ہے، گویا کہ صحابہ کے دور میں بھی یہ حدیث غریب تھی، جس کا ایک ہی راوی ہو اس کو خبر غریب کہتے ہیں، تو صحابہ کے دور میں بھی اس میں غرابت، تابعین کے دور میں بھی اس میں غرابت ہے۔

فائدہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تو متفق علیہ صحابی ہیں اس میں تو شبہ کی گنجائش ہی نہیں، حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دونوں قسم کی روایتیں ہیں بعض نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے اور بعض نے ان کو بڑے تابعین میں شمار کیا ہے، اگر یہ صحابی ہوں تو یہ روایت صحابی عن الصحابی ہے، اور بعض نے ان کو تابعین میں شمار کیا ہے تو اگر تابعین میں سے ہوں تو تابعی کی روایت صحابی سے ہے، تو علقمہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تابعی ہیں محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بھی تابعی ہیں، اور یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ بھی تابعی ہیں تو تین راوی ہیں تابعین میں سے، تابعی عن تابعی عن تابعی، اور اگر علقمہ کو صحابی مان لیا جائے تو پھر یہ روایت صحابی عن صحابی تابعی عن تابعی ہوگی۔

معتزلہ کے رد کے لئے بخاری کی پہلی اور آخری حدیث ہی کافی ہے:

اب سوال یہ ہے کہ بعض معتزلہ نے یہ ذکر کیا تھا کہ حدیث صحیح وہ ہوسکتی ہے جو کم از کم عزیز کے درجے کی ہو، اور عزیز وہ ہوتی ہے جس کے راوی ہر دور میں کم از کم دو ہوں، تو حافظ رحمۃ اللہ علیہ ان کے مسئلہ کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کے رد کے لئے صحیح بخاری کی پہلی روایت ہی کافی ہے کہ یہ روایت خبر عزیز نہیں بلکہ خبر غریب ہے

اور پھر عجیب اتفاق کہ جو روایت حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں ذکر کی ہے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی **"کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن"** والی اس کا بھی یہی حال ہے وہ بھی خبر غریب ہے تو ابتداء بھی خبر غریب سے کی اور ختم بھی حدیث غریب پر کیا، گویا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سے اس فتنے کا دروازہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دن سے ہی بند کروادیا۔

جو یہ کہتے ہیں کہ ایک کی بات حجت نہیں تو یہ متفق علیہ صحیح کتاب جس پر اتفاق ہے اور عام طور پر یہ فقرہ بولا جاتا ہے **"اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری"** اس کے اول میں بھی حدیث غریب ہے اور آخر میں بھی حدیث غریب ہے، معلوم ہوگیا کہ راوی کی ثقاہت ضروری ہے، حدیث صحیح کے لئے راوی کی تعداد کوئی ضروری نہیں ہے۔

منکرین حدیث اپنے حلالی ہونے کا ثبوت دیں:

مناظرے کے میدان میں الٹی سیدھی باتیں شروع ہوجایا کرتی ہیں، جب یہ فتنہ شروع ہوا ہے پاکستان میں تو ہمارے علماء ایک بات منکرین حدیث کو کہا کرتے تھے اور وہ بہت ٹھوس بات تھی، جس کا جواب منکرین کے پاس نہیں تھا، کہ تم یہ جو کہتے ہو کہ ایک کی بات کا اعتبار نہیں، ایک آدمی غلط بھی کہہ سکتا ہے جھوٹ بھی بول سکتا ہے تو اس پر اعتبار کیسے کیا جا سکتا ہے؟

تو اس کا مختصر جواب یہ ہوتا تھا کہ تم اپنے باپ کے بارے میں بتاؤ کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ تمہارا باپ ہے؟ تم جو اپنے آپ کو اس کی طرف منسوب کرتے ہو کہ میں

 خدابخش کا بیٹا ہوں،

قادر بخش کا بیٹا ہوں،

کیا دلیل ہے تمہارے پاس کہ تم اس باپ کے ہو سوائے تمہاری ماں کی شہادت کے ،اگر تمہاری ماں سچ کہتی ہے کہ میں نے تمہارے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کا منہ نہیں دیکھا،تم حلالی ہو اگر ایک کی بات کا اعتبار نہیں تو تمہارے حلالی ہونے کا ثبوت کیا ہے؟اب وہ تمہارے باپ کے لئے تو ثقہ ہے کہ اس کے کہنے کی وجہ سے تم نے اس کو باپ مان لیا ،مناظرے کے میدان میں تو ایسی الٹی سیدھی باتیں ہوجایا کرتی ہیں،یعنی بنیاد انسان کی چلتی ہے تو ایک ہی شہادت سے چلتی ہے دوسرا گواہ بن نہیں سکتا،صرف ایک ماں کی روایت ہے اور کوئی دوسرا اس میں دخل نہیں دے سکتا، جیسے انسانی نسل ایک ہی روایت سے چلتی ہے اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب کی پہلی روایت ایک ہی راوی سے چلائی ہے۔

کیا حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر آئے ہو:

بیماری کی وجہ سے زیادہ لمبی بات نہیں کرتا صرف اس روایت کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ایک بات کرتا ہوں، ہمارے بزرگوں میں آپ نے مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ضرور سنا ہوگا ،بہت بڑے سیاسی لیڈر تھے، احرار کے صدر تھے،سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء میں سے تھے، انگریز دور کے ان کے بہت بہادری کے قصے مشہور ہیں ، یہ مولانا عبدالقادر رائے پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، اور حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ رائے پور میں رہا کرتے تھے،تو رائے پور جانے کے لئے سہارنپور اسٹیشن پر اترنا پڑتا تھا،اور حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور میں رہتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ،

اور حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ یہ تینوں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بڑی عاشقانہ محبت کرتے تھے، تو حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب کوئی مہمان سہارنپور سے اتر کر رائے پور آتا تو مصافحہ کرنے کے بعد پہلا سوال یہ ہوتا تھا کہ شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر آئے ہو؟ اگر وہ کہتا کہ جی میں مدرسہ میں گیا تھا ان سے ملا تھا وہ آپ کو سلام کہہ رہے تھے تو حضرت کی طبعیت پر بشاشت آجاتی تھی۔

اور اگر کوئی کہتا کہ نہیں میں تو سیدھا اسٹیشن پر اتر کر بس پر بیٹھ کر آگیا ہوں، مدرسہ نہیں گیا، حضرت سے ملاقات نہیں ہوئی، تو حضرت کی طبعیت پر انقباض طاری ہوجاتا تھا، جس کی بناء پر سارے متعلقین کو یہ بات معلوم تھی، تو عادت بنائی ہوئی تھی کہ سہارنپور اتر کر پہلے سیدھا مدرسے جاتے، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرتے مصافحہ کرتے اور بتاتے کہ میں رائے پور جارہا ہوں، کوئی پیغام ہو تو عنایت فرمادیجئے، اور مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول بھی یہی تھا۔

تصوف کا دارومدار تصحیح نیت پر ہے:

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن وہ آئے اور وہ عمر میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے بڑے تھے، تو آتے ہی انہوں نے کہا کہ مولانا میں رائے پور جارہا ہوں، میرے دل ودماغ میں ایک سوال ہے جو مجھے پریشان کیے ہوئے ہے، وہ سوال میرا ان لو واپس آکر میں اس کا جواب لے لوں گا، تو شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا جی کیا سوال ہے؟ تو مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے کہ یہ تصوف کیا بلا ہے؟ یہ ہے میرا سوال کہ تصوف کیا بلا ہے؟ یہ سوچ کر رکھنا میں واپس آکر اس کا جواب لوں گا۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے مصافحہ کرتے ہوئے

ہاتھ ان کا پکڑا ہوا تھا، میں نے کہا کہ جواب سنتے جاؤ اور سارے راستہ میں آتے جاتے اشکالات سوچتے رہنا، اور جو اشکال ہو وہ واپس آکر مجھے بتانا، اب جواب سنتے جاؤ، تو انہوں نے کہا کہ کیا جواب ہے؟ تو میں نے کہا کہ تصوف نام ہے تصحیح نیت کا، اب سوچتے جانا جو اعتراض ہو واپس آکر مجھے بتا دینا۔

واپس جس وقت آئے تو کہتے ہیں کہ مولانا آپ نے تو ایسا جواب دیا کہ میں سارے راستہ میں سوچتا گیا مجھے کوئی اعتراض ہی نہیں ہوا، اصل میں

- سارے تصوف کا دارومدار،
- حصول ولایت کا دارمدار،
- ولی بننے کا دارومدار،
- اللہ کے مقرب بننے کا دارومدار،

نیت کے درست کرنے پر ہے، پورے دین کا دارومدار اس پر ہے، اگر نیت کی درستگی کے بغیر کلمہ بھی پڑھو گے تو اس کلمہ کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

منافقین اور مؤمنین میں فرق نیت کا ہے:

آخر منافق بھی تو کلمہ پڑھتے تھے، قرآن کہتا ہے کہ وہ کلمہ پڑھتے تھے، "اذا جاء ك المنافقون قالوانشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون" کیا خرابی تھی؟ وہ بھی " لااله الا الله محمد رسول الله " کہتے تھے، اور ابوبکر بھی "لااله الا الله محمدرسول الله" کہتا تھا، عمر بن خطاب بھی "لااله الا الله محمدرسول الله" کہتا تھا، اور عبداللہ بن ابی سلول بھی "لااله الا الله محمدرسول الله " کہتا تھا، ایک کا کلمہ اس کو صدیق بنا گیا، ایک کو فاروق بنا گیا، اور ایک کے بارے میں ہے "ان المنافقين في الدرك الاسفل من النار" کافروں میں سے بدترقسم کا کافر ہے یہ۔

فرق کیا ہے؟ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لوگوں کو دکھا دکھا کر جو لمبی نمازیں پڑھتے ہو یہ دوزخ میں لے جانے والی ہیں، جنت میں لے جانے والی نہیں ہیں، اور منافق کی نماز اس کو جہنم میں لے جائے گی، وہ روایت تو آپ نے سنی ہوگی کہ سخی بھی جہنم میں جائے گا، شہید بھی جہنم میں جائے گا، اور قاری بھی جہنم میں جائے گا، یہ سب نیت کی خرابی کی وجہ سے ہوگا۔

اسی اہمیت کے پیش نظر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کی بنیاد اس روایت پر رکھی ہے کہ اگر نیت درست ہے تو دین دین ہے، اور اگر نیت درست نہیں تو دین کے جتنے کام ہیں وہ دنیا ہیں دین نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے کی توفیق دے، اور اخلاص کے ساتھ علم حاصل کرنے کی توفیق دے، اور اسی طرح اخلاص کے ساتھ علم پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

جہاد ایک اہم فریضہ

بموقع: اختتام بخاری شریف

بتاریخ: ۱۴۳۲ھ

بمقام: جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ ۔

میرے مخاطب تین قسم کے لوگ ہیں:

اس وقت اس مجمع میں تین قسم کے لوگ ہیں، ایک تو ہے علماء صلحاء اکابر کا مجمع، یہ میرے پشت پناہ ہیں اور ان کی توجہ میرے لئے قوت کا باعث ہے میں جو بات ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ادا کروں گا اس کے مخاطب یہ لوگ نہیں ہیں۔

بلکہ جس طریقے سے میں نے لفظ استعمال کیا کہ یہ میرے پشت پناہ ہیں ان کی توجہ میرے لئے سرمایہ ہے اس لئے میں جہاں تک ممکن ہوسکے ان حضرات سے اجازت لے کر بات شروع کیا کرتا ہوں تا کہ ان کی توجہ کی برکت نصیب ہو اور دوسرا طبقہ طلباء کا ہے جو اس وقت آپ کے سامنے ماشاء اللہ سیاہ پگڑیاں باندھے بیٹھے ہیں اور ان کی زیارت آپ کر رہے ہیں اور خوب اچھی طرح سے ان کی زیارت کیجئے اپنی آنکھیں کھول کھول کر ان کو دیکھیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ یہ اندازہ لگائیں کہ دنیا نے کتنا زبردست جھوٹ بولنا شروع کیا ہے کہ یہ لوگ دہشت گرد ہیں میں لوگوں سے پوچھا کرتا ہوں کہ یہ شکلیں کیا دہشت گردوں کی ہیں؟ یہ دہشت گرد ہیں جو آپ کے سامنے بیٹھے ہیں؟ کتنی پیاری صورتیں ہیں، کتنی نورانی صورتیں ہیں، انبیاء علیہم السلام کے ورثاء صبح وشام دن رات قال اللہ قال الرسول پڑھنے والے، ان کے لیے آج کل یہ جو لفظ استعمال ہوتا ہے کتنا قبیح اور کتنا مذموم ہے۔

اور تیسرا طبقہ جو ہے وہ ہمارے بھائیوں کا عام مسلمانوں کا ہے جو دین سے محبت رکھنے والے ہیں اور اس محبت اور تعلق کی بناء پر سارے کے سارے یہاں جمع ہیں دو چار باتیں جو اللہ کی توفیق سے عرض کروں گا اس میں جو سبق کے متعلق بات ہوگی اس کے مخاطب طلباء ہیں اور اس سے قبل ایک آدھی بات عوام کے لیے عرض کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ وہ توجہ کے ساتھ سنیں گے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

مؤمنین سارے ایک جسم کی طرح ہیں:

علماء اور صلحاء اس کے مخاطب نہیں ہیں عوامی بات ہے حدیث شریف کی کتابوں میں سرور کائنات ﷺ کا ایک قول مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے" مثل المومنین کجسد واحدان اشتکیٰ عینہ اشتکیٰ کلہ ان اشتکیٰ راسہ اشتکیٰ کلہ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام "سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ مؤمنین ایسے ہیں جیسے ایک جسم ہو"کجسد واحد" مؤمنین ایک جسد کی طرح ہیں ایک جسم کی طرح ہونے کا اثر آگے نقل فرمایا کہ اگر کسی کی آنکھ بیمار ہو جائے تو سارا انسان ہی بیمار ہوتا ہے، کسی کا سر بیمار ہو جائے تو سارا انسان بیمار ہوتا ہے، کسی عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا بدن اس کے ساتھ موافقت کرتا ہے، یہ کبھی نہیں ہوتا کہ اگر آنکھ کا درد ہو تو کان کہے مجھے اس سے کیا غرض، آنکھ کا درد ہے ہوتا رہے، کان میں درد ہوتا ہے تو آنکھ کہے مجھے کیا کان کا درد ہے تو ہوتا رہے، سر میں درد ہو تو ہاتھ اور پاؤں کہیں کہ ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے، کوئی تعلق نہیں ہے، سر جانے سر کا درد جانے، ایسے کبھی نہیں ہوتا بلکہ سارا بدن آپس میں موافقت کرتا ہے کہ بیدار ہوتا ہے تو سارا بدن بیدار ہوتا ہے، اور اگر تکلیف کی بناء پر بخار چڑھ جائے تو سارے بدن کو بخار چڑھ جاتا ہے تو یہ ہوا "کجسد واحد" تو سرور کائنات ﷺ نے مومن کو مومن کا ہمدرد ظاہر کرنے کے لئے یہ مثال بیان فرمائی اس میں ہمارے لئے ایک سبق ہے۔

حضور ﷺ کی تعلیم اور ہمارا معاشرہ:

آج ہم تو مختلف ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئے ایسے تقسیم ہو گئے کہ اگر بلوچستان میں کوئی آفت آئی ہوئی ہے تو ہمیں کوئی احساس نہیں، ہم نے کہا کہ بلوچی اگر مرتے ہیں تو مرتے رہیں، وزیرستان میں کوئی مصیبت آجائے تو ہم کوئی اس کا احساس نہیں

رکھتے ہم سمجھتے ہیں کہ وزیرستان کا مسئلہ ہے وزیرستان کے مسئلہ کا ہم سے کیا تعلق؟ صوبہ سرحد میں کوئی تکلیف پہنچ جائے تو ہمیں کوئی احساس نہیں، پنجاب پنجابیوں کا ہے، بلوچستان بلوچیوں کا ہے، سرحد پٹھانوں کا ہے، سندھ سندھیوں کا ہے، اس طرح سے ہم نے اپنے ملک کے صوبے اپنے ذہن کے اندر اپنا لئے کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت ہی نہیں رہی ایسے لگتا ہے جیسے یہ ایک ملک کے حصے نہیں بلکہ یہ مختلف حصے ہیں مختلف ملکوں کے کوئی ہمدردی نہیں کسی کے ساتھ اور جسم کے اعضاء کا بکھر جانا یہ موت کی علامت ہوا کرتی ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ جو حضور ﷺ کے الفاظ مبارکہ ہیں ان میں ہمدردی کی تلقین کی گئی ہے کہ مؤمن یہ رشتہ رکھے اور اس رشتے کی بناء پر ہر کسی کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھے جب ہم ہر کسی کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھیں گے تو سمجھو آپس میں ہمدردی ہوگی اور محبت ہی محبت ہوگی اور امن قائم ہو جائے گا، اور جب ہم دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف نہیں سمجھیں گے تو حالات ایسے ہی ہوں گے جیسے اب ہیں۔

بدن کے تمام اعضاء اپنا اپنا کام کرتے ہیں:

لیکن اس کے ساتھ ساتھ محض تفہیم کے لیے آپ حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جسد واحد بدن تو ایک ہی ہے سارے مؤمن ایک بدن کی طرح ہیں۔

لیکن آپ جانتے ہیں کہ بدن کے مختلف حصے ہیں، بدن میں پاؤں بھی ہیں، بدن میں ہاتھ بھی ہیں، آنکھیں بھی ہیں، کان بھی ہیں، بدن میں ناک بھی ہے، زبان بھی ہے، سر بھی ہے، ٹانگیں بھی ہیں، بازو بھی ہیں، یہ ہیں سارے کے سارے اجزاء اور اگر آپ غور کریں گے تو سارے کے سارے اجزاء آپس میں آپ کو مختلف نظر آئیں گے، پاؤں جو کام کرتا ہے وہ ہاتھ نہیں کرسکتا، ہاتھ جو کام کرتا ہے وہ پاؤں نہیں کرسکتا، کان

جو کام کرتا ہے وہ آنکھ نہیں کرسکتی ،آنکھ جو کام کرتی ہے وہ کان نہیں کرسکتا ،سارے اجزاء جتنے بھی ہیں مختلف ہیں ہر کسی کا کام علیحدہ ہے، کوئی ایک دوسرے کے ساتھ دوسرے کی جگہ کام نہیں کرسکتا، اختلاف ہے تو اتنا ہے،لیکن اس کے باوجود سارے کے سارے ایک جسم کا حصہ ہیں اور یہ سارے مل کر ایک جسم بنتے ہیں، اگر ملتے ہیں تو پھر جسم بنتے ہیں، اس لیے ان اعضاء کے اندر یہ تقابل نہیں ہوگا کہ پاؤں زیادہ اہم ہیں، یا ہاتھ زیادہ اہم ہیں، آنکھ زیادہ اہم ہے یا کان زیادہ اہم ہیں، ٹانگیں زیادہ اہم ہیں یا سر زیادہ اہم ہے، یہ نہیں ہوا کرتا آپس میں کوئی جھگڑا کوئی فساد نہیں ہوتا ان اعضاء کا۔

بلکہ سارے کے سارے ہی ایک مرکز کے تحت ہیں اور وہ مرکز ہے انسان کا دل وہ سب کو کنٹرول کرتا ہے جس وقت تک یہ سارے اعضاء اس مرکز کے ساتھ جڑے رہتے ہیں تو سارے کا سارا بدن ٹھیک ہوتا ہے اور سارے کے سارے بدن کے اجزاء اپنا اپنا کام کرتے رہتے ہیں ،ہاں البتہ مرکز سے کوئی باغی ہوگیا اس کو سمجھا جاتا ہے یہ فارغ ہوگیا آنکھ اندھی ہوگئی ،کان بہرہ ہوگیا وہ پھر اس جسد کا حصہ نہیں رہتا کسی کام کا نہیں رہتا ،جب وہ اس سے کٹ جاتا ہے پھر وہ بدن کے تابع ہو کر اس کے ماتحت نہیں رہتا ،وہ اس سے الگ سمجھا جاتا ہے کسی کام کا نہیں ہوتا۔

مذہبی جماعتیں بھی ایک جسم کی طرح ہیں :

بالکل اسی طرح سے سمجھ لیجئے کہ مومنین کی مثال جب جسد واحد کی ہے اور اس جسد ظاہر میں جس طرح سے مختلف اجزاء ہیں اسی طرح مومنین کے اندر مختلف جماعتیں ہیں ساری کی ساری جماعتیں ایسی ہیں جو مومنین کا حصہ ہیں اور یہ ساری کی ساری جماعتیں اپنی اپنی جگہ اہم ہیں کوئی کسی کے ساتھ لڑائی نہیں کوئی کسی کے ساتھ فساد نہیں، آپس میں اختلاف کرنا یہ ایسے ہے جیسے بدن کے اعضاء آپس میں اختلاف کرلیں اور ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے جھگڑنے لگ جائیں مرکز کیا ہے ان کا؟

مرکز سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور ان کا لایا ہوا اور دیا ہوا پروگرام جس کی نشر و اشاعت جو ہے وہ مدارس کر رہے ہیں مدرسوں کے ساتھ تعلق رکھیں اس پروگرام کا حصہ بنیں تو جب ان کے تابع ہو کر ساری کی ساری جماعتیں آپس میں اتفاق کریں گی تو ان شاء اللہ العزیز یہ بہار دینی آہی جائیگی، اور جب یہ جماعتیں مرکز کے ساتھ جڑی ہوئی ہونگی تو پھر ان شاء اللہ بہار ہی بہار ہوگی اس مفہوم کو مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

تبلیغی جماعت والے جہاد کے مخالف نہیں:

ایک دفعہ ہم اپنے ایک دوست کے ساتھ وہ بھی موجود ہیں جن کے ساتھ ہم آج سے کوئی پندرہ سولہ سال پہلے جب افغانستان میں نئی نئی جنگ شروع ہوئی تھی ہم گئے تھے، تو ہم ہرات کے گورنر ہاؤس میں بیٹھے تھے گورنر صاحب غالباً ان کا نام احمد یار تھا جو بعد میں محاذ پر شہید ہو گئے وہ بھی بیٹھے تھے بعض مجاہد وہاں اور بیٹھے تھے انہوں نے یہ بات ذکر کی کہ تبلیغی جماعت والے ہماری مخالفت کرتے ہیں تبلیغی جماعت والے مجاہدین کی مخالفت کرتے ہیں، میں نے کہا کہ بھئی ایسا نہیں ہے، ہر آدمی کے نزدیک اپنے کام کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے، اور اس اہمیت کی بناء پر وہ ایسے لگتا ہے جیسے دوسرے کام کو اہمیت نہیں دیتا، ہر آدمی کے لئے جو کام وہ کرتا ہے اس کی اہمیت اس کے سامنے نمایاں ہے ایسے لگتا ہے جیسے اس کے علاوہ اس کو کوئی کام ہی نہیں۔

تبلیغ والوں کے نزدیک تبلیغ کی اہمیت ایسے ہے جیسے اس کے علاوہ کوئی اور کام ہی نہیں، اور دوسرے فرقے والے اپنے اپنے کام کی اہمیت ان کے نزدیک ایسے ہے وہ اپنا کام یوں کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ دوسرے کام کو کام ہی نہیں سمجھتے، حالانکہ کوئی مخالفت کی بات نہیں ہے، اگر تبلیغ والے جہاد کی مخالفت کرتے

ہیں تو تبلیغ والے غلطی کرتے ہیں، اور اگر مجاہد تبلیغ کی مخالفت کرتے ہیں تو مجاہدین غلطی کرتے ہیں۔

تین فقرے یاد رکھو:

میں تو کہتا ہوں کہ تین فقرے یاد رکھیں، پہلا فقرہ یہ ہے کہ دین کا بچاؤ مدارس کے ساتھ ہے، دین کا بچاؤ ہے

- قرآن کے باقی رہنے کے ساتھ،
- حدیث کے باقی رہنے کے ساتھ،
- فقہ کے باقی رہنے کے ساتھ،

اور الحمد للہ مدارس قرآن کریم کے حافظ بھی تیار کرتے ہیں، قاری بھی تیار کرتے ہیں، حدیث کے ماہرین اور محدثین بھی پیدا کرتے ہیں، اور فقہ کے ماہر بھی پیدا کرتے ہیں، پورے کے پورے دین کے شعبے مدرسے کی چار دیواری کے اندر محفوظ ہیں، اور ان شعبوں کے اندر سے ہر آدمی تیار ہو کر نکلتا ہے، اس لئے دین کا بچاؤ وہ مدارس کے ساتھ ہے۔

باقی جہاں تک دین کے پھیلاؤ کا تعلق ہے تو دین کا پھیلاؤ تبلیغ کے ساتھ ہے، دین پھیلتا ہے تبلیغ کے ساتھ، جیسے بستر ے اٹھانے والے ہمارے مبلغین دین نے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اپنے اصول وضوابط کی پابندی کرتے ہوئے، پوری روئے زمین پر خشکی کے آخری کناروں تک، سمندر کے کناروں تک اس دین کو پہنچا دیا، کوئی ملک اور کوئی جگہ آپ کو خالی نظر نہیں آئے گی جہاں یہ پہنچے ہوئے نہیں ہیں، یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے، جو کام یہ کر رہے ہیں یہ ہمارے بس میں نہیں ہے کہ دنیا کے کونے کونے میں دین پہنچ گیا، یہ تبلیغ کی برکت ہے۔

اب رہے مجاہدین، مجاہدین جو ہیں یہ تو رکاوٹیں دور کرنے کے لئے ہوتے ہیں کہ جہاں دین کے سامنے کوئی رکاوٹ آئی تو یہ ڈنڈا اٹھا کر آگے آجاتے ہیں ان کے سپرد یہ کام ہے، یہ بھی اپنی جگہ اہم کام ہے۔

اہل مدارس تو سمندر ہیں:

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مجاہد تبلیغ کا کام نہیں کرتے تبلیغ والے مجاہدین کا کام نہیں کرتے، مدارس والے تبلیغ کا کام نہیں کرتے، یہ سوال کرنا غلط ہے ہر ایک کا مرتبہ پہچاننا چاہیے، مدارس کی اہمیت گھٹانے کے لئے بسا اوقات بعض جو صحیح معنوں میں سمجھے ہوئے نہیں ہوتے ہمارے بھائی جو تبلیغ میں لگے ہوئے ہوتے ہیں بسا اوقات وہ یوں بات کرتے ہیں، مدرس آدمی کو تبلیغ پر لگانے کے لئے بسا اوقات ہمارے بھائی یہ کہتے ہیں کہ تم کنواں نہ بنو، بلکہ تم بادل بنو جو دوسرے علاقوں میں جا کر برستا ہے، اب تم مدرسے میں بیٹھے ہو کوئی آگیا بتا دیا نہ آیا تو نہ سہی، یہ تو کنویں والی مثال ہے کہ پیاسا آئے تو پانی پی لے نہ آئے تو نا سہی، بادل بننا چاہیے جو دور دور جا کر برستے ہیں، یہ بسا اوقات طالب علم کو یا مدرس کو تبلیغ میں لگانے کے لئے یہ مثال دیتے ہیں۔

جس کی مجھ سے گفتگو ہوئی تھی تو میں نے اس سے کہا کہ بھائی ہم نہ نلکا ہیں نہ کنواں ہیں، نلکا کنواں وہ عالم ہو سکتا ہے جو پڑھنے کے بعد دوکان پر بیٹھ گیا اپنے کام میں لگ گیا، اس کے لئے آپ کہہ سکتے ہیں کہ کسی نے مسئلہ پوچھا تو بتا دیا نہ پوچھا تو نا سہی، یہ مثال ان کے لئے ہو سکتی ہے، باقی جو مدارس میں بیٹھے ہیں ان کی مثال نلکے اور کنویں جیسی نہیں ہے، بلکہ ان کی مثال سمندر کی ہے جہاں سے بادل اٹھ اٹھ کر دوسرے علاقوں میں جا کر برستے ہیں، یہ تو وہ سمندر ہیں جہاں سے اٹھ اٹھ کر بادل جاتے ہیں اور برستے ہیں، اگر یہ سمندر خشک ہو گئے تو بادل اٹھیں گے کہاں سے؟ پانی کہاں سے نکلے گا؟ مدرسوں کی اپنی جگہ اہمیت ہے یہ آباد ہیں تو

✻ حافظ بھی ہونگے،

✻ عالم بھی ہونگے،

✻ قاری بھی ہونگے،

دین کا غلبہ جہاد کے ساتھ نمایاں ہوتا ہے:

اس لئے نہ تو مدرسوں کو غیر اہم قرار دیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی تبلیغ کی تعلیمات کو غیر اہم قرار دیا جا سکتا ہے، جیسے میں نے پہلے ذکر کیا کہ تبلیغ کے ساتھ دین پھیلتا ہے اور مدرسے دین کے بچاؤ کا ذریعہ ہیں ان سے دین کا بچاؤ ہوتا ہے، لیکن آخر کار جو دشمن پر غلبہ نمایاں ہوتا ہے وہ جہاد کے ساتھ نمایاں ہوتا ہے۔

اس لئے سرور کائنات ﷺ نے فرمایا "ذروۃ سنامه الجهاد" اسلام کی جو شان وشوکت نمایاں ہوتی ہے وہ جہاد کے ساتھ ہوتی ہے، جس طرح اونٹ کی شان وشوکت کوہان کے ساتھ نمایاں ہوتی ہے، اسی طرح دین کی شان وشوکت جو ہے وہ جہاد کے ساتھ نمایاں ہوتی ہے، آج چونکہ اس کی زیادہ اہمیت ہے اس لئے درمیان میں یہ بات آگئی ہے آپ حضرات کے سامنے کہہ دوں۔

مدرسہ ہو یا تبلیغ ہو، پڑھنا پڑھانا یہ بھی تبلیغ کا شعبہ ہے لیکن تبلیغ دو طرح کی ہوتی ہے، ایک تبلیغ ہے خاص اور ایک تبلیغ ہے عام، یہ جو ہم باہر تقریریں کرتے ہیں جلسے کرتے ہیں یہ تبلیغ عام ہے جو بہت سارے لوگ ہماری باتیں سن کر جاتے ہیں، اور مدرسے میں جو بیٹھا ہے پڑھانے کے لئے یہ بھی تبلیغ کر رہا ہے، لیکن یہ تبلیغ خاص ہے اور اس کو ہم تبلیغ تام کہتے ہیں، تبلیغ تام اور خاص میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ بھی تبلیغ ہے، تبلیغ خاص لیکن تبلیغ تام ہے، جتنا اس کے ساتھ دین کا اہتمام ہوتا ہے عالم تیار ہوتے ہیں وہ دوسری تبلیغ کے ساتھ نہیں ہوتے، لیکن چاہے مدارس ہیں اور چاہے یہ جماعت ہو یہ دین کے غلبہ کے لئے سبب لازمی ہیں، لیکن ان سے دین کا غلبہ نمایاں

نہیں ہوتا، دین کا غلبہ جو نمایاں ہوتا ہے وہ ہوتا ہے جہاد کے ساتھ، جہاد کے بغیر غلبہ نہیں ہوگا، غلبہ اگر ہوگا تو جہاد کے ساتھ ہوگا۔

اگر کہنا سننا کافی ہوتا تو انبیاء کے دور میں کفر باقی نہ رہتا:

محسوس نہ کریں میرے بھائی وقت کی اہمیت کے طور پر میں کہا کرتا ہوں کہ اگر صرف کہنا سننا کافی ہوجاتا جس کو ہم تبلیغ کہتے ہیں، اگر کہنا سننا کافی ہوتا تو انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں، خصوصیت کے ساتھ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں تیرہ سال جو زندگی گزاری ہے اس میں کوئی کافر باقی نہ رہتا، جو محنت نبی کرسکتا ہے وہ اور کوئی نہیں کرسکتا، نبی جتنی اچھی دلیل دے سکتا ہے وہ کوئی نہیں دے سکتا، نبی میں جتنا خلوص ہوتا ہے کسی میں نہیں ہوسکتا، ساری صفات اعلیٰ درجہ کے ساتھ نبی کے اندر موجود ہوتی ہیں، اگر کہنا سننا کافی ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کفر نہ رہتا بلکہ کفر مٹ جاتا، کیونکہ تبلیغ اور دلیل کی قوت، اور افہام وتفہیم، اور اخلاص، اور محنت نبی سے زیادہ کسی کے اندر نہیں ہوسکتی، تو تیرہ سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کافروں کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن تیرہ سال میں کتنے آدمی تیار ہوئے، اسلام کی آبادی کتنی آگے بڑھی بہت نمایاں ہے۔

بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے ایک مرکز دیدیا، اور مرکز بننے کے بعد جہاد کی اجازت دیدی، جب مرکز بننے کے بعد جہاد کی اجازت ملی تو وہاں عرصہ ملا صرف دس سال، مکی زندگی ہے تیرہ سال اور جس وقت یہ جہاد شروع ہوا تو پہلا غزوہ وہ غزوہ بدر ہوا، بدر میں وہ قوم جو تیرہ سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سنتی رہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں بڑی شان وشوکت سے آئے، آپ سنتے رہتے ہیں کہ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر بڑی بڑی چٹانیں جو وہاں پر رکاوٹ بنی ہوئی تھیں اور اسلام کو پھیلنے نہیں دیتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر بڑی بڑی چٹانیں اٹھا کر جہنم میں پھینکیں تو آخر راستہ صاف ہوگیا، اور جب راستہ صاف ہوا اور راہ کھل گئی تو دس سال کے اندر اندر پورا عرب اسلام کے

تحت آگیا، یہ ہے جو میں واضح کررہا ہوں کہ غلبہ جو نمایاں ہوتا ہے وہ جہاد کے ساتھ ہوتا ہے۔

جہاد سب سے افضل عمل ہے:

اس لئے سرورکائنات ﷺ نے اس بات پر پوری طرح زور دیا اور اس کی اہمیت کو واضح کیا، اسی بخاری میں جہاں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد کو شروع کیا ہے، اس میں ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ سے ایک آدمی پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیں جو جہاد سے بڑا ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسا کوئی عمل نہیں جانتا جس کو میں کہہ سکوں کہ وہ جہاد سے بڑا ہے عظمت بیان کردی، جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا کوئی عمل نہیں جو جہاد سے بڑا ہو، ہم جلدی سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ یہ عمل جہاد سے افضل ہے، یہ عمل جہاد سے افضل ہے، سرورکائنات ﷺ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی عمل نہیں ہے۔

اس نے پوچھا کہ کوئی ایسا عمل بتادو جو جہاد کے برابر ہو فرمایا "لا اجده" ایسا کوئی عمل نہیں ہے جو جہاد کے برابر ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا یہ بتا کہ مجاہد تو گھر سے نکلے اور تو اپنی مسجد میں داخل ہوجا، اور جس وقت تک مجاہد جہاد سے واپس نہ آئے تو مسجد سے نہ نکلے،

- وہاں تو قیام کر،
- وہاں تو روزہ رکھ،
- وہاں تو تلاوت کر،
- وہاں تو ذکر کر،

جب تک مجاہد واپس نہ آئے تو بھی مسجد سے نہ نکل، کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ جواب بالکل واضح ہے کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ مجاہد تو چھ مہینے تک واپس نہ آئے تو کون چھ مہینے مسجد میں بیٹھا رہے گا، تو آپ ﷺ کی بات کا حاصل یہ ہوگا کہ مجاہد کا مقابلہ کیسے ہوگا؟ مجاہد گھر سے نکلتا ہے تو اس کی عبادت شروع ہو جاتی ہے،

- اس کا چلنا،
- اس کا بیٹھنا،
- اس کا کھانا،
- اس کا پینا،

حتی کہ اس کے گھوڑے کی لید، اس کے پاؤں کے نشان، اس کا پانی پینا سارے کا سارا عبادت میں شمار ہوگا، ایک لمحہ بھی اس کا عبادت سے خالی نہیں جاتا، تو پھر مقابلہ کیسے کرو گے؟ رسول اللہ ﷺ کی بات کا حاصل یہ تھا، قرآن کریم میں یہ جو آیا کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول بھیجا ہدایت دے کر "**لیظھرہ علی الدین کلہ**" تا کہ اس دین کو سارے دینوں پر غالب کر دے، یہ غلبہ اگر نمایاں ہوگا تو جہاد کے ساتھ ہوگا۔

آپ نماز پڑھتے رہتے اور ہم حکومت کرتے رہتے:

یہ بات میں نے حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خود سنی اس کو توجہ سے سنا، حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ ایک دفعہ بھٹو مجھے کہنے لگا کہ مفتی صاحب! ہم نے سنا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے نمازیں پچاس فرض کی تھیں، آپ نے فرمایا کہ ہاں، وہ کہتا ہے کہ مفتی صاحب کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ پچاس ہی رہ جاتیں، آپ لوگ نمازیں پڑھتے رہتے ہم لوگ حکومت کرتے رہتے، پچاس نمازیں جب پڑھنی

پڑتیں تو تمہیں سیاست میں آنے کی فرصت ہی نہ ملتی، اس لئے آپ نمازیں پڑھتے رہتے اور ہم حکومت کرتے رہتے۔

کفر کو اگر تکلیف ہے تو جہاد سے ہے:

یاد رکھیے محترمو! تمہارے نماز پڑھنے سے کفر کو کوئی تکلیف نہیں ہے، روزہ رکھنے سے کفر کو کوئی تکلیف نہیں ہے، تلاوت کرنے پر کفر کو کوئی اعتراض نہیں ہے، امریکہ میں مدرسے ہیں جہاں یہ دین پڑھایا جاتا ہے، وہاں مسجدیں ہیں جہاں پانچ وقت نماز ہوتی ہے، اور وہاں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے، امریکہ کو کوئی تکلیف نہیں ہے، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ کہ اگر آپ سارے اتحاد کرلیں اور امریکہ کو درخواست بھیجیں کہ حضور! بس ہمیں نمازیں پڑھنے دو، روزے رکھنے دو، باقی تم جو مرضی کرتے رہو، ہم تو بس اپنی نماز روزے میں لگے رہیں گے۔

میں کہتا ہوں امریکہ اعلیٰ قسم کی مسجدیں بھی بنادے گا، ریشم کے مصلے بھی بنوادے گا، تمہیں مدرسے اور خانقاہ بھی بنوادے گا کہ تم سارے کے سارے یہاں بیٹھو اور مہربانی کر کے میدان جہاد میں نہ آؤ، تمہارے نماز اور روزوں سے امریکہ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، اگر اس کو نماز، روزوں سے تکلیف ہو تو اپنے ملک میں کیوں ہونے دے؟ تکلیف اگر اس کو ہے تو اسی جہاد سے ہے جس سے وہ خوفزدہ ہے۔

قیصر وکسریٰ کی پٹائی مسکینوں کے ہاتھوں:

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے، سرور کائنات ﷺ کے زمانے میں دو حکومتیں تھیں ایک فارس کی جس کا بادشاہ کسریٰ کہلاتا تھا، اور ایک روم کی جس کا بادشاہ قیصر کہلاتا تھا، پوری دنیا دو بلاکوں میں بٹی ہوئی تھی ایک دوسرے کے ساتھ لڑائیاں کرتے تھے لیکن ایک دوسرے کو ختم نہیں کر سکے تھے، لیکن درمیان سے ایک مسکینوں کا ٹولہ اٹھا، جن کو پہننے کے لئے

- پورے کپڑے میسر نہیں تھے،
- تلواروں پر نیام نہیں تھے،
- کھانے کو کچھ نہیں تھا،

ایک ایک کھجور چوبیس گھنٹوں میں ملتی تھی، جن کے پاؤں میں جوتے نہیں تھے، درمیان سے اللہ نے یہ مسکین اٹھائے اور آپ نے دیکھا کہ پھر انہی مسکینوں نے اس وقت کی سپر پاور طاقتیں فارس اور روم دونوں کو ختم کر کے رکھدیا، اور وہ جو تھے سارے کے سارے

- مال و دولت والے،
- زیادہ اسلحہ والے،
- بڑی بڑی فوجوں والے،
- بہت طاقت اور قوت والے،

دنیاوی اعتبار سے، اور یہ ہر قسم کے دنیاوی ساز و سامان سے محروم لیکن ایک نشہ ان کو ایسا تھا شہادت کا جس کا جواب ان کے پاس نہیں تھا، اور اس جذبہ کے سامنے سارے کے سارے ڈھیر ہو گئے۔

ہم بھوکے نہیں پیاسے ہیں:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ روم کے مقابلہ میں گئے تو روم کے جرنیل نے ان کے مسکینوں والے انداز کو دیکھ کر پیشکش کی کہ آپ بھوکے لوگ ہیں، بھوک کے مارے ہوئے ہیں ہم ہر ہر سپاہی کو اتنے اتنے دینار دیتے ہیں، اور آئندہ کے لئے بھی ہم تمہارے کھانے پینے کا انتظام کریں گے، تم واپس چلے جاؤ، تو حضرت خالد بن ولید

نے جواب میں لکھا کہ تمہیں مغالطہ لگا ہے، ہم بھوکے نہیں ہیں پیاسے ضرور ہیں، اور ہماری پیاس بجھتی ہے خون سے، اور ہم نے سنا ہے کہ تمہارا خون سب سے زیادہ میٹھا اور ٹھنڈا ہے، ہم وہ پینے آئے ہیں اس سے ہماری پیاس بجھے گی۔

کہتے ہیں کہ اس جواب کے ساتھ ان کے اوپر سکتہ طاری ہو گیا، اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، کم از کم مردوں والا جملہ کہنا چاہیئے، سرور کائنات ﷺ نے صحابہ کی تربیت ہی ایسی کی تھی۔

ہمیں موت سے اتنی محبت ہے جتنی اہل فارس کو شراب سے:

آپ ﷺ نے جس وقت باہر خطوط لکھے تو یہ نہیں کہا تھا، درخواستیں نہیں کی نہیں، بلکہ کہا "اسلم" مان جاؤ "تسلم" بچ جاؤ گے، یہ پہلا جملہ ہے قیصر کو خطاب ہے اسی فقرے کے ساتھ، کسریٰ کو خطاب ہے اسی فقرے کے ساتھ، مان جاؤ بچ جاؤ گے، اور اگر یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے تو ہمیں بڑا مان لو تم چھوٹے ہو جاؤ، اور اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کرو، ہم تمہارے گھر مال کی حفاظت کریں گے، چھوٹے ہو جاؤ لڑائی ختم ہو جائے گی۔

اور اگر یہ بات بھی نہیں تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خط میں یہ دونوں باتیں تھیں، رستم کو خط لکھا جس کی بہادری کے چرچے آج ہم لوگ کرتے رہتے ہیں، وہاں تین جملے لکھے کہ اگر ماننے کے لئے بھی تیار نہیں، چھوٹا بننے کے لئے بھی تیار نہیں تو پھر میدان میں آؤ، فیصلہ ہو گا یا تم زندہ رہو گے یا ہم، پھر ایک فریق رہے گا دو نہیں رہیں گے، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خط رستم اور مہران کے نام مشکوۃ شریف میں مذکور ہے اس میں تیسری بات آپ نے بڑے نرالے انداز میں کہی ہے، جس کا مطلب یہ تھا کہ تیسری چیز اختیار نہ کرنا، وہی ہے کہ مان جاؤ یا بڑا مان لو، فرمایا میرے ساتھ ایسی قوم ہے

جن کو موت سے اتنی محبت ہے جتنی اہل فارس کو شراب سے، تم شراب کے رسیا ہو، میرے ساتھ جو قوم ہے وہ موت کے نشہ میں ہے، ایسے موت کے مستانوں کے ساتھ ٹکرانے کی غلطی نہ کرنا، تیسری بات کا حاصل یہ تھا، جب تک یہ جذبہ امت کے ہاتھ میں رہا پوری دنیا کے اوپر اسلام کا پرچم لہرایا ہے، مشرق سے لیکر مغرب تک شمال سے لیکر جنوب تک، کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں اسلام کا پرچم نہ لہرایا ہو۔

ایک چیز تین آدمیوں کو جنت میں لے جائے گی:

بہرحال جہاد ایک ایسا عمل ہے قرآن وحدیث اس کے فضائل سے بھرے پڑے ہیں اور دین کا غلبہ جو ظاہر ہوتا ہے وہ اسی کے ساتھ ہوتا ہے، سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ ایک چیز تین آدمیوں کو جنت میں لے جائے گی، ① بنانے والا، ② مجاہد تک سپلائی کرنے والا، ③ چلانے والا، جہاد کی وجہ سے ایک چیز تین کو جنت میں لیکر جائے گی، اس کو آج کی اصطلاح میں لے لیں اسلحہ بنانا، اسلحہ سپلائی کرنا، اور پھر اسلحہ کو چلانا، تینوں طبقے جہاد کی برکت سے جنت میں جانے والے ہیں۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے:

مشکوۃ شریف (ص ۳۳۶) میں ایک روایت ہے کہ ایک جنازہ آیا رسول اللہ ﷺ جنازہ پڑھانے کے لیئے آگے بڑھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ کوئی اچھا آدمی نہیں تھا، آپ ﷺ نے مجمع سے خطاب کرکے پوچھا کہ تم میں سے کوئی ہے جو یہ بتائے کہ اس نے اسلام کے طریقہ کے مطابق کوئی کام کیا ہو، ایک آدمی کہنے لگا یارسول اللہ! میں نے اسے دیکھا کہ اس نے ایک رات جہاد میں پہریداری کی تھی، چوکیداری کی تھی، رات کو جاگا تھا پہرہ دیتا ہوا، اتنی بات سن کے آپ ﷺ آگے بڑھے جنازہ پڑھایا اور یہ الفاظ بولے کہ تیرے متعلق تیرے ساتھیوں کا گمان یہ ہے کہ

تو جہنمی ہے لیکن میں شہادت دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے، اتنی فضیلت ہے جہاد کی، کیونکہ غلبہ جو نمایاں ہوتا ہے وہ جہاد کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت تمہارے اندر موت کی محبت نہیں رہے گی دنیا کے ساز وسامان کے پیچھے لگ جاؤ گے پھر تمہاری حیثیت اس کوڑا کرکٹ کی ہوجائے گی کہ جب سیلاب آتا ہے تو سب کچھ بہا کے لے جاتا ہے، آج ہماری حالت بالکل اس طرح ہوچکی ہے، ہمیں موت سے محبت نہیں بلکہ موت سے نفرت ہے، دنیا کے عیش وعشرت میں لگے ہوئے ہیں۔

دین کے سارے شعبے اہم ہیں:

بہرحال میں عرض یہ کررہا تھا کہ دین کے سارے شعبے اپنی جگہ اہم ہیں، ایک دوسرے کے خلاف نہ چلیں، جہاں جہاں جس کو مناسبت ہے، تبلیغ سے مناسبت ہے تبلیغ میں لگ جاؤ، جہاد سے مناسبت ہے جہاد میں لگ جاؤ، مدارس میں پڑھنے پڑھانے کی صلاحیت ہے تو ادھر آجاؤ۔

یہ سارے دین کے شعبے ہیں اور ان سب کے ملنے کے ساتھ دین کا پورا جسم وجود میں آتا ہے، ان میں سے کوئی بھی غیر اہم نہیں ہے، قتال یہ بھی جہاد ہے، اور زبان کے ساتھ باطل کی تردید کرنا یہ بھی جہاد ہے، اور یہ جو خانقاہوں میں ہمارے بزرگ بیٹھے ہیں یہ ہمارے لئے مستقل قوت کا باعث ہیں۔

نظر آتا ہے ہمیں بدر سے غار حرا پہلے:

اس کو سمجھانے کے لئے میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ دیکھو چکی گھومتی ہے تو آٹا پیستی ہے، اور اس کے درمیان میں ایک کیل بڑی مضبوطی کے ساتھ اپنی جگہ کھڑی ہوتی ہے، وہ اپنی جگہ سے ہٹتی نہیں، اب اگر پتھر اس کیلی کو طعنہ دے کہ ہم تو گھومتے

رہتے ہیں اور آٹا پیستے ہیں تو ایک جگہ کھڑی ہے تیرا ہمیں کیا فائدہ، تو وہ کیلی کہے اچھا میں ہل کر دکھاتی ہوں، تو تو آٹا پیس کر دکھا، اگر وہ اپنی جگہ سے ہلنے لگ جائے تو کیا چکی آٹا پیس لے گی؟ ٹھیک ہے پانی پنکھا اٹھاتا ہے لیکن اٹھاتا اس قابلہ کے زور سے ہے جو نیچے زمین میں دھنسا ہوا ہے، اگر پنکھا اس کو طعنہ دے کہ تو تو سارا دن بیٹھا رہتا ہے سارا کام تو میں کرتا ہوں تو کیا اس کی یہ بات عقل کے مطابق ہے؟

یہ اہل اللہ جو بیٹھے ہیں یہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور پھر اپنے تجربہ کے ساتھ، تعلیم وتربیت کے ساتھ، ایمان کی دولت امت میں تقسیم کرتے ہیں، ان کی مثال ایسے ہے جیسے زمین میں چھپا ہوا قابلہ، یہ پنکھا چلتا ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن چلتا اس کے زور سے ہے جو نیچے چھپا ہوا ہے، اہل اللہ کی توجہ کی سخت ضرورت ہوتی ہے اس لئے اکبر الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

خدا کی قدرت دیکھئے کیا پیچھے ہے کیا آگے
نظر آتا ہے ہمیں بدر سے غار حرا پہلے

غار حرا پہلے ہے بدر بعد میں ہے، بدر مجاہدانہ زندگی ہے، اور غار حرا والی زندگی تصوف والی زندگی ہے تو ترک معاصی بھی ہو اور جہاد بھی ہو، یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں کہ جتنے طبقات دین کے ہیں سب اپنی جگہ اہم ہیں، کوئی کسی کا آپس میں ٹکراؤ نہیں ہے۔

حدیث مبارکہ کا درس:

باقی رہا طالب علموں کا سبق تو اس کے متعلق صرف اتنا عرض ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب کو شروع کیا تھا "باب کیف کان بدؤ الوحی" سے، اور سب سے پہلی روایت تصحیح نیت کے لئے تھی، پھر آگے ایمان اور علم کے بعد احکام

کے ابواب ہیں، جن میں کتاب الجہاد بھی ہے، کتاب المغازی بھی ہے، اور پھر آخر آخر میں جا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وزن اعمال کا باب رکھا، کیونکہ دنیاوی زندگی کا نتیجہ قیامت کے دن وزن اعمال کے ساتھ نمایاں ہوگا، اس پر لمبی لمبی بحثیں ہوسکتی ہیں کہ اعمال کا وزن کیسے ہوگا؟ یہ تو کرتے ہی ختم ہو جاتے ہیں۔

آج کے دور میں اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ جدید ایجادات سے اب اس کا سمجھنا کوئی مشکل نہیں رہا، اب اعمال بھی محفوظ ہیں، آواز بھی محفوظ ہے اور پھر یہ زمین کے اندر ہی محفوظ ہیں، اور پھر کن کے اعمال تولے جائیں گے کن کے نہیں تولے جائیں گے یہ لمبی بحث ہے اس کو چھوڑتا ہوں، بہر حال اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قول بھی تولے جائیں گے اور اعمال بھی تولے جائیں گے۔

اور آگے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے مطابق قسط کا معنی بیان کیا ہے کہ یہ لفظ مجرد سے بھی آتا ہے اور مزید فیہ سے بھی آتا ہے، مجرد سے ہو تو ظلم کے معنی میں ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "**واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا**" اور مزید فیہ سے ہو تو انصاف کے معنی میں ہوتا ہے، اس کی مثال بھی قرآن مجید میں موجود ہے، "**ان اللہ یحب المقسطین**" سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ایک لفظ قسط کا معنی بیان کرنے کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "**قال مجاھد**" یہ ایک مثال ہے ورنہ پوری کتاب بھری ہوئی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمۃ الباب نقل کرتے ہیں اور پھر اس کو ثابت کرنے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال، تابعین رحمہم اللہ کے اقوال، تبع تابعین رحمہم اللہ کے اقوال نقل کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ترجمۃ الباب کو ثابت کرتے ہیں۔

تو اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جو کہتے ہیں کہ صرف قرآن وحدیث ہے اور کچھ

نہیں وہ غلطی پر ہیں، کم ازکم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسلک نہیں ہے، اگر صرف قرآن وحدیث ہوتا اور کچھ نہ ہوتا تو کم ازکم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے تراجم کو ثابت کرنے کے لئے امتیوں کا قول ذکر نہ کرتے۔

آگے وہ روایت ہے سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ کو بہت محبوب ہیں، جب وہ کلمے محبوب ہوگئے تو پڑھنے والا بھی محبوب ہوجائے گا زبان پر بہت ہلکے پھلکے ہیں ان کو پڑھنا کوئی مشکل نہیں ہے،" **ثقیلتان فی المیزان** "لیکن جب میزان میں رکھے جائیں گے تو بہت وزنی ہوں گے، اس سے اشارہ نکلتا ہے کہ اقوال بھی تولے جائیں گے، اور دعویٰ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اعمال کا ذکر بھی کیا ہے، یہاں روایت میں صرف اقوال کا ذکر ہے اعمال کا ذکر نہیں ہے، لیکن چونکہ دونوں کا آپس میں ربط ہے، اس لئے قول کی دلیل عمل کی دلیل ہوگی اور عمل کی دلیل قول کی بھی دلیل ہوگی، آگے وہ الفاظ ہیں "**سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم**" ترجمۃ الباب کے ساتھ ان کی مناسبت " **ثقیلتان فی المیزان** " سے ہے۔

اور باقی جو آخری کتاب ہے اس کا عنوان کتاب التوحید ہے، ان کلمات کی مناسبت کتاب التوحید کے ساتھ بھی ہے، کیونکہ سبحان اللہ کا معنی ہے کہ اللہ میں کوئی عیب نہیں، اور بحمدہ کا معنی ہے کہ ساری خوبیاں اس میں ہیں، جس میں عیب کوئی نہ ہو اور خوبیاں ساری ہوں وہ اللہ کی ذات ہی ہے اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے، اس اعتبار سے اس کی کتاب التوحید کے ساتھ بھی مناسبت ہے، اس روایت پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو ختم کیا ہے، تاکہ خاتمہ اللہ کے ذکر پر ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت بھی مجلس کے آخر میں تسبیح کی تھی، آپ پڑھا کرتے تھے " **سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك** " اور فرمایا کرتے تھے

کہ اگر یہ کلمات مجلس کے آخر میں پڑھ لیے جائیں تو گفتگو کے درمیان اگر کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو ان کو اللہ اس کا کفارہ فرما دیتے ہیں، جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو اللہ کے ذکر پر ختم کیا میں بھی اسی پر ختم کرتا ہوں،

"سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم"

" سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك"

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين